ٹکسٹ بک کمیٹی پنجاب نے بموجب سرکلر نمبر 4344 بی مورخہ ۵ مارچ سنہ ۱۹۳۰ء منظور فرمایا۔
جناب ڈائرکٹر صاحب بہادر صیغہ تعلیم پنجاب نے بموجب سرکلر مورخہ ۳۰ اکتوبر سنہ ۱۹۲۹ء برائے
ورناکیولر فائنل امتحان منظور فرمایا۔
جناب ڈپٹی ڈائرکٹر صاحبہ صیغہ تعلیم پنجاب نے بموجب سرکلر نمبر 19723-G مورخہ
۲۱ نومبر سنہ ۱۹۳۰ء برائے امتحان نسواں مڈل اسکول منظور فرمایا۔

تاریخ ہند

حصّہ اوّل

مصنّفہ

پروفیسر سیتا رام کوہلی - ایم - اے

و

ڈاکٹر ایشوری پرشاد - ایم - اے - ایل - ایل - بی

انڈین پریس لمیٹڈ - الہ آباد

سنہ ۱۹۴۲ء

قیمت ۱۳ آنہ ۳ پائی

باہتمام کالی۔کے۔متراپرنٹرو پبلشر
انڈین پریس لیمٹڈ۔الہ آباد

دیباچہ

یہ مسلمہ امر ہے کہ تاریخ ہند کے مطالعہ کا شوق دن بدن بڑھ رہا ہے۔ گزشتہ دس سال کے عرصہ میں موٴرخوں نے ہندوستان کی تاریخ قدیم و جدید کی تحقیقات کر کے علم تاریخ میں قابل قدر اضافہ کیا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ آج تک کسی کو یہ خیال نہیں آیا کہ ان تاریخی تحقیقات کے نتائج سے اسکول کے طلباء کو فائدہ پہنچایا جائے۔ ہم نے اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ اس کتاب کے لکھنے سے ہماری مراد یہ ہے کہ زمانۂ حال کے اہم تاریخی واقعات یعنی جنگ یورپ (۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۸ء) اور ہندوستان نے جو اس میں حصہ لیا۔ جنگِ افغانستان ۱۹۱۹ء اور جدید اصلاحاتِ آئینی وغیرہ سے نونہالانِ ہند کو واقف کیا جائے۔

ہم نے کوشش کی ہے کہ واقعات کو نہایت خوبصورتی اور عمدگی سے پیش کر دیں۔ پھر بھی ممکن ہے کہ اس لحاظ سے کسی قسم کی کمی رہ گئی ہو۔ اس لئے ہم اُستاد صاحبان کی خدمت میں درخواست کرتے ہیں کہ اگر انہیں کتاب میں کسی

قسم کا نقص معلوم ہو تو ہمیں مطلع فرمائیں - ہم آئندہ اڈیشن میں اس نقص پر مناسب غور کرکے اس کو رفع کرنے کی کوشش کرینگے - واقعات کے متعلق اگر کوئی اعتراض ہو تو تاریخی حوالہ دے کر ہمیں مطلع فرمائیں - ہم بہت ممنون ہونگے +

اس موقع پر ان اصحاب کا شکریہ ادا کرنا ہمارا فرض ہے جنہوں نے اس کتاب کی تالیف میں ہماری مدد فرمائی - مہاتما ہنسراج جی سابق پرنسپل دیانند اینگلو ویدک کالج لاہور نے اپنا قیمتی وقت صرف کرکے اس کتاب کے چند ابتدائی باب کو سُنا اور اپنے مشورہ سے ہمیں مستفید فرمایا - مولوی محمد الدین صاحب ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول لاہور نے اس کتاب کو زبان کے پہلو سے بغور ملاحظہ فرمایا - اور نیز عہد اسلامی کی تاریخ کے متعلق بہت سے قیمتی مشورے دئے - ان دونوں صاحبوں کے ہم سے ممنون رہیں +

سیتارام کوہلی - گورنمنٹ کالج لاہور

ایشوری پرشاد - یونیورسٹی الہ آباد

فہرست مضامین

باب ۱

ہندوستان کا جغرافیہ

جغرافیہ کا تعلق تاریخ سے ۔

علمِ تاریخ کا جغرافیہ سے بہت بڑا تعلق ہے ۔ کسی ملک کے تاریخی حالات جاننے اور سمجھنے کے لئے اُس ملک کا جغرافیہ جاننا ضروری ہے ۔ کیونکہ اُس کی قدرتی تقسیم اور آب و ہوا کا اثر اُس کے باشندوں کے طریق معاش اُن کی ترقّی و تنزّل اور تمدّن و معاشرت پر بہت زیادہ پڑتا ہے ۔

عام طور پر ہندوستان دو قدرتی حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے یعنی ۔

(۱) شمالی ہند جسے ہندوستان بھی کہتے ہیں ۔ اور

(۲) جنوبی ہند یا دکن ۔

شمالی حصّہ کوہ ہمالیہ سے بندھیاچل تک اور کھمبایت سے مہاندی تک پھیلا ہُوا ہے۔ اس حصّہ میں مالوہ و بندیل کھنڈ وغیرہ شامل ہیں۔ اس ملک میں بڑے بڑے دریا بہتے ہیں۔ دریاے سندھ ہمالیہ سے نکلتا ہے۔ اور پنجاب کے کل دریاؤں کا پانی لیتا ہُوا ۱۸۰۰ میل کا سفر کرکے بحیرۂ عرب میں جا گرتا ہے ✦

دوآبہ

دریاے گنگا بھی اپنے معاون دریاؤں جمنا۔ گھاگرا۔ گنڈگ۔ رام گنگا وغیرہ کا پانی لے کر ۱۵۰۰ میل بہنے کے بعد خلیج بنگال میں داخل ہو جاتا ہے۔ گنگا اور جمنا کے درمیان کی زمین جسے دوآبہ کہتے ہیں۔ بہت زرخیز ہے۔ جتنے حملے باہر سے ہندوستان پر ہوئے ہیں۔ ان سب میں اس دوآبہ کو عموماً زیادہ نقصان اُٹھانا پڑا۔ تمام بیرونی حملہ آور ہمیشہ اس دوآبہ پر دانت رکھے رہے اور جن لوگوں نے یہاں فتوحات حاصل کیں اُنھوں نے اسی دوآبہ میں اپنی سلطنتیں قائم کیں۔ ہندوستان کے شمال میں کوہ ہمالیہ ہے جو نہایت بلند ہے اور سال بھر اس کا اکثر حصّہ برف سے ڈھکا رہتا ہے۔ اور


کوہ ہندوکش
ہمالیہ
کوہ اراولی
خلیج بنگال
بحیرہ عرب
ہندوستان
(قدرتی)

اس میں شمال مشرق کی جانب کوئی بھی ایسا درّہ نہیں ہے جس کے راستے لوگ آسانی سے ایک طرف سے دوسری طرف آ جا سکیں۔ اس ناقابل گزر پہاڑ کے حائل ہونے کی وجہ سے ہندوستان پر چین کی طرف سے کوئی حملہ نہیں ہوا۔ مگر گوشۂ شمال و مغرب میں کوہ ہندوکش کے اندر خیبر اور بولان کے درّے ایسے ہیں۔ جن میں سے ہو کر باہر کے لوگ بآسانی آ جا سکتے ہیں۔ پس یہی وجہ ہے کہ نہایت ہی قدیم زمانہ سے لے کر احمد شاہ ابدالی کے زمانہ تک جتنے حملے ہندوستان پر ہوئے وہ سب اسی طرف سے ہوئے۔ آج سے بائیس ۲۲ سو برس پہلے سکندر اعظم اسی راستہ سے ہندوستان میں داخل ہوا بعد میں انہی درّوں کے راستے کُشان۔ سیتھین اور ہُون اقوام کے لوگوں نے اور پھر فارس۔ ترکستان اور وسط ایشیا کے مسلمانوں نے ہندوستان پر حملے کئے۔ بنگال کا صوبہ ہمیشہ خوشحال رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جتنے حملے باہر سے ہوئے اُن کا اثر وہاں نہیں پڑا۔ بنگال کے لوگ اپنا کام حسب معمول کرتے رہے۔

دلّی سے دور ہونے کی وجہ سے بنگال میں لوٹ مار بھی کچھ زیادہ نہیں ہوئی۔ مغرب کی جانب راجپوتانہ کے ریگستان کی وجہ سے وہاں کے باشندے بھی دستبرد سے بچے رہے۔ ریگستانی ملک میں باہر کے حملہ آوروں کو فتوحات حاصل کرنا سخت دشوار تھا۔ اس لئے کسی بادشاہ نے علاء الدّین سے پہلے اس حصّۂ ملک پر حملہ کرنے کا خیال بھی نہ کیا اور علاء الدّین کی موت کے بعد بھی کئی سو سال تک دلّی کا انتظام سلطنت مشکل رہا۔ راجپوتانہ بابر کے زمانہ تک بالکل محفوظ رہا اور قدرتاً راجپوت اپنی خود مختاری برابر قائم رکھ سکے اور ہندوستان کی سب قوموں سے زیادہ بہادر مشہور ہو گئے +

دکن

دکن کا علاقہ ایک طرح سے ایک علٰحدہ ملک ہے۔ شمالی ہند اور دکن کے درمیان دریاے نربدا۔ کوہ بندھیا چل اور کوہ ست پڑا حائل ہیں۔ اس وجہ سے حملہ کرنے والے جنوب کی طرف بہت کم پہنچ سکے۔ مسلمانوں نے دکن پر اپنا تسلّط قائم کرنے کی کوشش کی لیکن بڑی بڑی لڑائیوں

کے بعد بھی انہیں پوری کامیابی اپنے ارادوں میں حاصل نہ ہو سکی - شمالی ہند سے بالکل علیحدہ ہونے کی وجہ سے وہاں کے لوگوں کی طرزِ معاشرت و تمدن پر شمالی باشندوں کا بہت اثر نہ پڑ سکا - جنوب میں دو بڑے اور مشہور پہاڑی سلسلے ہیں جن کو مشرقی و مغربی گھاٹ کہتے ہیں - یہ سلسلے بہت دور تک پھیلے ہوئے ہیں - ان پہاڑوں میں پناہ لینا اور قلعہ یا گڑھ بنانا بہت آسان تھا - اس لئے سترھویں اور اٹھارھویں صدی عیسوی میں مرہٹوں نے یہاں قلعے بنائے اور وہ مغلوں سے لڑتے رہے - مغلوں سے لڑنے میں ان قلعوں سے اُنہیں بہت مدد ملی - میدان یہاں بہت کم ہیں - پہاڑ گھنے جنگلوں سے ڈھکے ہوئے ہیں - جن میں سے گزرنا بہت دشوار ہے - یہی وجہ ہے کہ دکن کو فتح کرنے میں شمال کے حملہ آوروں کو سخت دشواری ہوئی ◆

جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کسی سرزمین کی آب و ہوا کا اثر اس کے باشندوں کی زندگی پر بہت زیادہ پڑتا ہے - اسی وجہ سے دکن کے لوگ مصیبتیں جھیلنے سے نہیں

گھبراتے اور محنت کرنے کے لئے ہمیشہ مستعد رہتے ہیں۔ دکن پر بیرونی حملے نہ ہونے کی ایک اور بھی وجہ ہے وہ یہ کہ دکن کے تین طرف سمندر ہے۔ اور انگریزوں سے پہلے کسی ایسی قوم نے حملہ نہیں کیا جو بحری جنگ کے فنون سے واقف ہو۔ تمام حملہ آور خشکی ہی کے راستے سے آئے اور خشکی ہی کے راستے سے واپس بھی گئے۔

ہندوستان کی آبادی

ہندوستان کے باشندے کسی ایک فرقے یا نسل سے نہیں ہیں بلکہ موجودہ ہندوستانی آبادی دنیا کی تمام بڑی بڑی نسلوں کی مرکب ہے۔ جیسا کہ ہم آگے چل کر دیکھیں گے۔ مختلف قوموں کے لوگ باہر سے مختلف زمانوں میں ہمارے ملک میں آئے اور یہاں رہنے لگے۔ ان میں خاص طور پر قابل ذکر یہ ہیں:۔

آریہ لوگ

آریہ لوگوں کا حال مفصل طور پر اگلے باب میں دیا جائے گا۔ غالباً یہ لوگ وسط ایشیا سے آئے۔ ہندوستان میں اُن کی آمد کا سلسلہ کئی صدیوں تک جاری رہا۔ ہندوستان کی موجودہ آبادی کا بڑا

حصّہ بلاشبہ آریہ نسل سے ہے۔ خصوصاً پنجاب۔ صوبجاتِ متحدہ۔ راجپوتانہ۔ گجرات۔ بنگال اور بہار کے لوگ زیادہ تر اسی نسل سے ہیں +

شاک شاک قوم کے لوگ دوسری صدی قبل از مسیح کے قریب وسط ایشیا سے چل کر ہندوستان میں آئے اور پنجاب میں رہنے لگے۔ رفتہ رفتہ متھرا گجرات اور کاٹھیاواڑ تک پھیل گئے۔ ان میں بعض تو ایسے تھے جن کی شکل و صورت و ڈیل ڈول ترکوں کی مانند تھا۔ اور بعض بدصورت۔ تنگ چشم منگولین نسل کے لوگ شامل تھے +

کُشان کُشان قوم کے لوگ بھی وسط ایشیا سے آکر شمالی ہندوستان میں آباد ہوئے۔ یہ رنگ کے سفید اور بڑے قد آور انسان تھے۔ انہوں نے پنجاب۔ کشمیر اور افغانستان میں ایک وسیع سلطنت قائم کی۔ جس کا دار السلطنت پشاور تھا۔ مہاراجہ کنشک اس قوم کا نامور بادشاہ ہو گزرا ہے +

ہون ہون قوم والے لوگ پانچویں اور چھٹی صدی میں وسط ایشیا کے مرغزاروں سے اُتر کر ہندوستان میں آباد ہوئے۔ اُنہوں

نے بھی تھوڑی دیر کے لئے پنجاب اور وسط ہند میں راج کیا - یہ لوگ بڑے ظالم - بےرحم اور خونخوار تھے "مہرگل ہون" جیسا سفاک اور ظالم بادشاہ ہندوستان کی تاریخ میں اور کوئی نہیں ہؤا +

مسلمان وہ مسلمان جو ساتویں صدی میں عرب سے آئے - ان کے علاوہ مغل پٹھان اور افغان وغیرہ ہیں جو ہر دیگر حملہ آور کی طرح ہندوستان میں ابتداءً بالعموم دولت اور ملک گیری کے خیال سے آئے اور پھر یہیں بسنے لگے +

سنہ ۱۹۲۱ء کی مردم شماری کے مطابق ہندوستان کی آبادی ۳۱۸۹۴۲۴۸۰ تھی - ان میں سے برٹش انڈیا کی ۲۴۷۰۰۳۲۹۳ ہے - اور ہندوستانی ریاستوں کی ۷۱۹۳۹۱۸۷ ہے +

باب ۲

آریوں کا ہندوستان میں آنا

ہندو تاریخ کے ماخذ +

ہندوستان میں اسلامی حملہ کے پہلے کی تاریخ لکھنے میں بڑی دقتیں پیش آتی ہیں - کیونکہ زمانے کے ردّ و بدل میں اکثر تاریخی کتابیں ضائع ہو گئیں - مگر یہ شکر کی بات ہے - کہ آج کل پھر ہندوستانی اور انگریز محققوں کی محنت سے دن بدن تاریخی مصالحہ دستیاب ہو رہا ہے +

نہایت ہی قدیم زمانہ پر آریوں کی متبرّک کتابیں مثلاً وید - برہمن گرنتھ اور اپنشد وغیرہ ایک بڑی حد تک روشنی ڈالتی ہیں اس سے آگے چل کر رامائن اور مہابھارت سے اس وقت کی تاریخ لکھنے میں کافی مدد ملتی ہے - چھٹی صدی عیسوی سے پیشتر اور اُس کے قریب زمانہ کی تاریخ کے لئے مورّخ کا دار و مدار بودھ اور

جین مذاہب کی کتابوں پر ہے۔ اس کے بعد یعنی سکندر کے حملے کے بعد ہندوستان کی تاریخ لکھنے کے لیئے دوسرے ممالک کے مورخوں سے بہت مدد ملتی ہے۔ اگرچہ اس زمانہ کا خود ہمارے ملک کا لٹریچر بھی کافی ہے تاہم یونانی مورخ مثلاً مگاستھنیز اور چینی سیاح ہیون سانگ اور فاہیان وغیرہ کے لکھے ہوئے حالات ہماری تاریخ پر بہت روشنی ڈالتے ہیں۔ ان کے علاوہ مہاراجہ اشوک کے پہاڑ کی چٹانوں اور پتھر کے ستونوں پر کندہ کیئے ہوئے کتبے اس کے عہدِ حکومت کی تاریخ کے بڑے بھاری ماخذ ہیں۔ بان شاعر کا تصنیف کیا ہوا ڈرامہ ہرش چرتر اور کلہن کی لکھی ہوئی راج ترنگنی کی اور تاریخی ناٹک مثلاً مدرا راکھش وغیرہ بھی اس لحاظ سے بڑے پایہ کی کتابیں ہیں۔

آریوں کا وطن

آریہ لوگ اُن چار نسلوں میں سے ہیں۔ جن سے ایشیا اور یورپ کی تمام بڑی بڑی قومیں وجود میں آئی ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔ آریہ لوگ۔ منگول۔ عرب کے سمٹیک۔ افریقہ اور اسپین کے ہمٹیک۔ ان میں سے منگول ایشیا کے وسطی اور

مشرقی حصّوں میں رہتے تھے - چنانچہ چین - تبّت
انام - سیام - برما اور جاپان وغیرہ ملکوں کے باشندے
اسی نسل سے ہیں +

ہندوستان کے ہندو - ایران کے ایرانی -
یونان کے یونانی اور انگریز اور اہلِ جرمنی
وغیرہ یہ تمام لوگ آریہ نسل سے ہیں - مختلف
ملکوں میں رہنے سہنے کی وجہ سے رفتہ رفتہ اُن
کی شکل و صورت اور لب و لہجہ میں فرق
واقع ہو گیا ہے - تاہم ابھی تک اُن کی
زبان کے بہت سے الفاظ ایک سے ہیں - مثلاً
ماں - باپ - بھائی وغیرہ کے لئے جو الفاظ
استعمال ہوتے ہیں وہ سنسکرت - فارسی - انگریزی
لاطینی وغیرہ زبانوں میں ایک ہی جیسے ہیں -
اور صاف طور پر ایک ہی ماخذ سے نکلے ہوئے
معلوم ہوتے ہیں - بعض بعض حالات میں ان
کی رسوم اور روایات بھی آپس میں ملتی جلتی
ہیں - ان باتوں سے محققین اس نتیجہ پر
پہنچے ہیں کہ آریہ نسل کے لوگ یعنی ہندو -
ایرانی - یونانی - انگریز وغیرہ کسی زمانہ میں ایک
ہی وطن میں رہا کرتے تھے اور ایک ہی زبان
بولتے تھے - وہ وطن کہاں تھا اور وہ کب

اپنے وطن سے چلے اور کس کس زمانہ میں
کس کس ملک میں جا کر آباد ہوئے اس
کی بابت محققین میں ابھی تک بہت اختلاف
رائے ہے - اوّل ہی اوّل یورپین فاضلوں نے
اس کی نسبت جو رائے قائم کی وہ یہ تھی
کہ آریہ نسل شروع میں وسط ایشیا کے
ممالک مثلاً بحیرۂ کیسپین بحیرۂ اسود اور سلسلہ
کوہ قاف کے متصلہ علاقہ میں آباد تھے اور
یہاں سے رفتہ رفتہ یورپ اور ہندوستان
میں پھیلتے گئے - ان فاضلوں کی دوسری جماعت
یہ کہتی ہے کہ اس نسل کا ابتدائی وطن ایشیا
نہیں بلکہ کہیں شمالی قطب کے نزدیک تھا اور
اس علاقہ میں سویڈن اور ناروے کے ممالک
بھی شامل کئے جاتے ہیں - اس خیال کے ماننے
والوں میں سے مہاتما بال گنگادھر تلک بھی
ایک تھے +

مندرجۂ بالا دو قیاسوں کے علاوہ ایک تیسرا
قیاس بھی ہے جس کو ایک بنگالی فاضل مسٹر
ابناش چندر داس نے ظاہر کیا ہے - ان کا
یہ دعوےٰ ہے کہ آریوں کا اصلی وطن وہ علاقہ
ہے جس کو رگ وید میں سپت سندھو کے نام

سے نامزد کیا گیا ہے - یہ وہ علاقہ ہے جو دریائے کابل - سندھ - پنجاب کے پانچوں دریاؤں اور سرسوتی ندی سے سیراب ہوتا تھا - اور جس کو آج کل پنجاب کہا جاتا ہے - آریہ لوگ یہاں سے نکل کر کوہ ہندوکش کے دروں سے گزرتے ہوئے پہلے ایران اور پھر وہاں سے یورپ میں جاکر آباد ہوئے - حال ہی میں ایک انگریز محقق مسٹر پارجیٹر نے ایک نیا خیال پیش کیا ہے وہ یہ کہ آریہ لوگ شروع میں کوہ ہمالیہ کے درمیانی علاقہ میں رہا کرتے تھے اور وہاں سے اُتر کر ہندوستان میں آ بسے اور سب سے اوّل اُنہوں نے الہ آباد (اجودھیا) کو آباد کیا - اور پھر یہاں سے شرقاً غرباً فتح کرنا شروع کیا بلکہ پنجاب سے ہوتے ہوئے کوہ ہندوکش کو عبور کرکے رفتہ رفتہ یہ لوگ ہندوستان سے باہر بھی نکلنے شروع ہوگئے اور کچھ عرصہ کے بعد ایران - یونان و یورپ کے دیگر ممالک میں جاکر آباد ہوگئے +

تقریباً یہی خیال آج سے پچاس برس پہلے سوامی دیانند سرسوتی نے اپنی کتاب موسومہ ستیارتھ پرکاش میں ظاہر کیا تھا - ان کا یہ

خیال ہے کہ آریہ لوگ ملکِ تبت سے - جہاں وہ پہلے رہا کرتے تھے نیچے اُتر کر ہندوستان میں آ بسے بلکہ سوامی جی کا یہ دعوےٰ ہے کہ تمام سنسکرت لٹریچر میں کہیں بھی اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ آریہ لوگ ایران وغیرہ کے ملکوں سے آ کر یہاں آباد ہوئے +

غرض برابر محقق لوگ اس بات پر غور کر رہے ہیں اور نئے خیالات پیش کر رہے ہیں اس لئے ابھی تک پورے طور پر یہ کہنا مشکل ہے کہ آریہ نسل کا ابتدائی وطن کہاں تھا - لیکن ابھی تک مُورخ گزشتہ صدی کے پُرانے خیالات ہی کو تسلیم کرتے چلے آ رہے ہیں کہ آریہ نسل کا ابتدائی وطن وسط ایشیا تھا اور وہ کوہ ہندوکش کے دروں سے گزر کر آج سے چھ ہزار برس پیشتر ہندوستان میں داخل ہوئے اور یہاں رہنے سہنے لگے +

باب ۳

آریوں کی تہذیب

ہندوؤں کی سب سے پُرانی کتب وید ہیں +

آریوں کی سب سے پُرانی کُتب وید ہیں - وید تعداد میں چار ہیں - یعنی رگ وید - یجر وید - سام وید - اتھرو وید - ہندو ان کو متبرک کتب اور خدا کا کلام مانتے ہیں - ان کا یہ دعوٰے ہے - کہ جیسے پریشور (خدا) ہمیشہ سے ہے - ویسے ہی اُس کا گیان بھی ہمیشہ سے چلا آتا ہے - اور دنیا کی پیدائش کے شروع میں اس کا الہام ہوتا ہے - چنانچہ اُن کے عقیدہ کے مطابق چاروں وید دنیا کی ابتدا ہی میں خدا کی طرف سے نازل ہوئے ہیں - مگر یورپین علماء اس نقطۂ خیال کے قائل نہیں ہیں اُن کا یہ خیال ہے کہ رگ وید چاروں ویدوں میں

سب سے زیادہ قدیم ہے۔ اور غالباً آج سے ساڑھے چار ہزار برس پہلے بنائی گئی ہوگی۔ تاہم اس بات پر سب فاضلوں کا اتفاق ہے کہ دنیا بھر میں اس وقت انسان کے کتب خانہ میں رگ وید سب سے پرانی کتاب ہے +

ویدوں کا زیادہ حصّہ نظم میں ہے اور یہ سنسکرت زبان میں ہیں۔ مگر ویدوں کی سنسکرت زمانۂ حال کی سنسکرت سے بہت مختلف ہے۔ اس لئے صرف مروّجہ سنسکرت کے پڑھ لینے سے ویدوں کے صحیح معنی سمجھ میں نہیں آسکتے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ مختلف فاضلوں نے وید منتروں کے مختلف معنی کئے ہیں۔ اور ویدک زمانہ کی تہذیب اور ویدک دھرم کی بابت لوگوں نے مختلف رائے قائم کی ہے +

برہمن گرنتھ اور اُپنشد

کوئی ایسی مستند کتاب ابھی تک دستیاب نہیں ہوئی جس میں تمام وید منتروں کی مکمل طور پر تشریح کی گئی ہو تاہم کئی ایسی کتابیں موجود ہیں۔ جن کی مدد سے ویدوں کے ارتھ کئے جاتے ہیں۔ یہ کتابیں برہمن گرنتھ کے نام سے مشہور ہیں۔ ان میں بعض وید منترول

کی تشریحات بھی درج ہیں - ہر ایک وید کے لئے علیحدہ علیحدہ برہمن گرنتھ ہیں - ان گرنتھوں میں وید منتروں کے معنوں کے علاوہ مذہبی رسوم کی ادائیگی اور یگیہ کرنے کے طریقے بھی دئے ہیں - اور دیگر زندگی کے اخلاقی اصولوں پر بھی بحث کی گئی ہے +

برہمن گرنتھوں کے علاوہ سنسکرت زبان میں جو دوسری قدیم کتابیں اسی پایہ کی سمجھی جاتی ہیں وہ اُپنشدیں ہیں آریہ ورت میں اُپنشد سب سے پُرانی فلسفہ کی کتابیں ہیں - اس وقت جو اُپنشدیں ملتی ہیں اُن کی تعداد بہت زیادہ ہے - مگر ان میں جو سب سے زیادہ مُستند سمجھی جاتی ہیں - اُن کے نام یہ ہیں :- چھاندوگیہ - برہد آرنیک - ایش - کین - کٹھ - منڈک - مانڈوکیہ - ایتہ - تیتر - پرشن +

اپنشدیں بڑے عالموں کی لکھی ہوئی ہیں - ان کے مضامین بہت دقیق اور بلند پایہ کے ہیں - جن میں خدا کی ہستی اور اُس کی ذات پر بڑی باریکی سے بحث کی گئی ہے - اُپنشدوں کے مصنفوں نے انسان کی زندگی اور موت کے پیچیدہ سوالوں کو حل کرنے کی کوشش کی ہے - ان میں

پرماتما جیو آتما اور دنیا کی ماہیت اور اُن کے باہمی تعلقات پر بہت کچھ کہا گیا ہے - اکثر اپنشدوں کی تعلیم ویاکھیانوں یا مکالموں کی شکل میں دی گئی ہے - جن میں ایک گروہ اپنے شاگردوں کو باریک مسئلے سمجھاتا ہے - مگر بڑی خوبی یہ ہے - کہ ان مباحثوں میں تلخی اور ترشی کا کہیں نام و نشان نہیں +

جیسا ہم اوپر کہہ چکے ہیں - اپنشدیں اتنے اعلےٰ پایہ کی کتابیں ہیں کہ اُن کے ترجمے مختلف زبانوں مثلاً فارسی - لاطینی - جرمن - انگریزی وغیرہ میں کئے جا چکے ہیں +

آریوں کا مذہب

قدیم آریوں کے مذہب اور اُن کی تہذیب کا پورا پتہ بھی رگ وید سے ملتا ہے - ہندو لوگ ہزاروں برس سے یہ مانتے آئے ہیں - کہ اُن کے بزرگوں کا مذہب وہی تھا - جس کی تلقین وید کرتے ہیں اور جس کی تشریح برہمن گرنتھوں اور اُپنشدوں میں کی گئی ہے - مگر جیسا ہم پیشتر ذکر کر چکے ہیں - مختلف فاضلوں نے وید منتروں کے مختلف معنی کئے ہیں - اور اس لئے ان لوگوں نے ویدک دھرم کی بابت مختلف

رائے قائم کی ہے - کئی یورپین مورّخ اور ہندوستانی فاضلوں کی یہ بھی رائے ہے کہ رگ وید کے مختلف حصّے مختلف زمانوں میں بنائے گئے تھے اس لئے اس میں ایشور کی پوجا اور دیگر دیوی دیوتاؤں کی پرستش کے متعلق مختلف خیالات کا اظہار کیا گیا ہے - ان لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ابتدا میں آریہ لوگ قدرت کے خوبصورت مظاہر مثلاً بجلی - سورج - چاند - ستارے وغیرہ دیکھ کر بہت متاثّر ہوتے تھے - کیونکہ وہ دیکھتے تھے - کہ سورج اپنی روشنی سے تمام دُنیا سے اندھیرے کو دور کر دیتا ہے - اس کی کرنوں کی حرارت سے ہر قسم کی بیماری کے جراثیم آپ سے آپ ہی مر جاتے ہیں - اور اس سے انسان اور صحت اور تندرستی قائم رکھنے میں بہت مدد ملتی ہے - بارش اور دھوپ سے اناج کی فصلیں پک کر تیار ہوتی ہیں - جس کو کھا کر انسان کی پرورش ہوتی ہے - چنانچہ آگ - سورج اور پانی وغیرہ کے ان گنوں یعنی اوصاف کو دیکھ کر آریہ لوگوں نے اُن کو مختلف نام دئے اور اُن کو دیوتا سمجھ کر اُن کی پرستش کرنے لگے - لیکن رفتہ رفتہ جب

ان شکتیوں (طاقتوں) پر اور زیادہ غور کیا تو یہ لوگ اس نتیجہ پر پہنچے کہ ان سے بھی اوپر کوئی ایسی طاقت ضرور ہے جس نے سورج - چاند - ستارے بجلی اور پانی وغیرہ کو بنایا ہے اور جس کے ماتحت یہ تمام اپنے فرائض کو پورا کرتے ہیں وہ اُن کی اصلیت پر غور کرنے لگے - اس طرح ان کا ذہن ایشور کی ہستی کی طرف منتقل ہؤا - چنانچہ وہ خدا کی ہستی کے قائل ہوکر اُس کی پرستش کرنے لگے - غرضیکہ ان لوگوں کے خیال کے مطابق قدیم آریوں کو قدرت کے مفید اور خوبصورت مظاہر دیکھ کر قادر مطلق کا خیال پیدا ہؤا ؛

مگر جیسا ہم نے شروع میں بیان کیا ہے - ہندو لوگ تو یہ مانتے ہیں کہ وید پرمیشور کا گیان ہے اور شروع سے ہی یہ گیان ایسا چلا آیا ہے کہ ایشور ایک ہمیشہ قائم رہنے والی ہستی ہے - جو انسان کی سمجھ سے بالاتر ہے - اور مختلف دیوی دیوتا ایشور کے مختلف گنوں یعنی اوصاف کو ظاہر کرتے ہیں ؛

آریوں کا طرزِ معاشرت

جیسا کہ ہم پچھلے باب میں ذکر کر

آئے ہیں۔ آریہ لوگ ہندوستان میں آنے سے پہلے بھی کافی ترقی کر چکے تھے۔ وہ اپنی روزانہ ضروریات کے لئے کپڑا بھی بُن لیتے تھے۔ مختلف دھاتوں کے استعمال سے بھی واقف تھے۔ اور ہتھیار وغیرہ بھی بنا لیتے تھے۔ ان کو فن کاشتکاری کا بھی علم تھا۔ اور کھانے کے لئے اناج وغیرہ کی کاشت کرتے تھے۔ مگر ہندوستان میں کچھ مدت رہنے کے بعد جیسا کہ وید اور دوسرے گرنتھوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ لوگ ترقی کے معراج پر پہنچ گئے۔ اُنہوں نے بڑے گھنے جنگلوں کو کاٹ کر صاف کیا اور قسم قسم کے اناج مثلاً گندم۔ جَو۔ چاول اور تیل نکالنے کے لئے مختلف قسم کے بیج سرسوں اور تل وغیرہ پیدا کرنے شروع کئے۔ جس سے تمام قوم کی پرورش ہوتی تھی۔ ان کے پاس گائے۔ بیل۔ گھوڑا وغیرہ مویشی بھی بے شمار تھے۔ وہ گایوں کی بہت عزت کرتے تھے۔ بیلوں کو جنگ کے وقت رتھ میں جوتتے تھے۔ آریہ لوگوں کی خوراک بہت سادہ تھی۔

اناج۔ ترکاری۔ پھل اور دودھ ان کی معمولی خوراک تھی۔ آریہ لوگ "سوم رس" کا بھی

کثرت سے استعمال کرتے تھے۔ "سوم رس" کو بعض یورپین لوگوں نے شراب لکھا ہے۔ درحقیقت یہ شراب نہ تھی۔ بلکہ سوم ایک قسم کی بوٹی (ربنسپتی) تھی جس کو پیس کر اُس میں پانی ملا کر اُس کا رس نکالا جاتا تھا۔ اس کے پینے سے کسی قسم کا نشہ نہیں ہوتا تھا۔ ویدک زمانہ میں آریہ لوگوں نے صنعت و حرفت۔ دستکاری اور فنِ تعمیر وغیرہ میں بھی خاصی ترقی کر لی تھی۔ بلکہ اس زمانہ کی سوسائٹی میں کاریگروں کا بڑا درجہ تھا۔ اور یہ لوگ بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ اس زمانہ میں عام طور پر شہر یعنی بستیاں دریاؤں کے کنارے نہایت صاف اور شفاف مقامات پر آباد کی جاتی تھیں۔ مکان بنانے میں اینٹ اور پتھر کی بجائے لکڑی یا کاٹھ کا استعمال زیادہ کیا جاتا تھا۔ یہ لوگ سونے۔ چاندی وغیرہ کے خوبصورت زیور بھی بنایا کرتے تھے۔ جنہیں ان کی عورتیں پہنتی تھیں۔ ہندوستان میں آنے پر آریہ لوگوں نے روئی کی کاشت بھی شروع کر دی۔ روئی کا کپڑا غالباً سب سے پہلے اسی ملک میں بنایا گیا تھا۔ اور

بعدؔ[1] میں یہ فن یہاں سے عرب اور پھر عرب سے یورپ میں جاری ہوا +

فن جنگ میں بھی آریہ لوگوں کو خاصی مہارت تھی - دراوڑی اور دوسری قوموں کی نسبت ان کے لڑنے کا ڈھنگ بھی بہتر تھا - اور یہی وجہ تھی - کہ باوجود تعداد میں کم ہونے کے اُنہوں نے دراوڑ وغیرہ اقوام پر فتح پائی - اور ہندوستان میں بے کھٹکے رہنے سہنے لگے - یہ لوگ گھوڑوں کے رتھوں پر سوار ہوکر لڑتے تھے - اور علاوہ تیر کمان کے بان اور جنگی کلہاڑی کا بھی استعمال کرتے تھے +

آریوں کی معاشرتی حالت زمانۂ حال سے

---

[1] کم از کم یورپ کی قدیم مہذب قومیں مثلاً یونانی لوگ آج سے تقریباً دو ہزار برس پہلے روئی کی شکل اور نام سے بھی واقف نہ تھے - اس وقت کا ایک یونانی مورّخ ہیروڈٹس اپنی کتاب میں اس پر بڑا تعجب ظاہر کرتا ہے - کہ ہندوستان کے لوگ ایسے "اُون" کا کپڑا بنا کر پہنتے تھے - جو بھیڑ بکری کے جسم پر نہیں پائی جاتی بلکہ پودے کی شکل میں پیدا کی جاتی ہے +

بالکل مختلف تھی ان میں قومیت اور مذہب کا تفرقہ نہ تھا۔ عورتوں کو کافی آزادی تھی۔ اس وقت پردہ کا رواج نہ تھا۔ اور سوسائٹی میں عورتوں کی بہت عزّت ہوتی تھی۔ اُنہیں تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ مذہبی رسوم کے ادا کرنے کے موقع پر عورتیں اپنے شوہروں کے ساتھ یگیہ میں شریک ہوتی تھیں۔ اور ہوَن کرتی تھیں۔ آریہ گھروں میں عورتوں کا درجہ بہت اونچا تھا۔ عورت اپنے گھر میں خود مالک و مختار سمجھی جاتی تھی +

آریوں کی پولٹیکل اور تمدّنی حالت +

جیسا کہ ہم پیشتر ذکر کر چکے ہیں۔ قدیم آریہ لوگوں کو بڑے بڑے شہر بنانے کا شوق نہ تھا۔ بلکہ یہ لوگ عموماً دیہاتوں میں کھلی اور تازہ ہوا میں رہتے تھے۔ ان کی رہائش اور تمدّن کا طریقہ مشترکہ تھا۔ گھر میں باپ خاندان کا بزرگ سمجھا جاتا تھا۔ گھر کے سب لوگ اُس کی عزت کرتے تھے۔ اور اُس کی اطاعت اپنا فرض سمجھتے تھے سوسائٹی میں باپ ہی تمام کنبے کی نیک و بد کا ذمہ دار سمجھا جاتا تھا۔ یگیہ وغیرہ مذہبی

رسوم ادا کرنے کا بھی اسی کو حق حاصل تھا۔ ہر ایک گاؤں کا انتظام ایک پنچائت کے سپرد ہوتا تھا۔ اس پنچائت میں گاؤں کے مختلف گھرانوں کے بزرگ آپس میں مل کر بیٹھتے تھے اور گاؤں کی ضروریات پر غور کیا کرتے تھے۔ بعض دیہات ایسے تھے جن میں پنچائت کی جگہ انتظام کے لئے صرف ایک آدمی منتخب کر لیا جاتا تھا۔ جس کو راجہ کہتے تھے۔ اُس راجہ کی تمام دیہات والے اطاعت کرتے تھے مگر ان لوگوں کو پورا اختیار تھا کہ اگر راجہ اپنے اختیارات کو ناجائز طور پر استعمال کرے تو اُس کو اس پدوی (رُتبہ) سے ہٹا دیں۔ اور کسی دوسرے شخص کا انتخاب کر لیں۔ رگ وید میں راجہ کے انتخاب کرنے کے طریقے لکھے ہیں اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ راجہ کو اپنے اختیارات کس طرح برتنے چاہئیں۔

ذات پات کا طریق

ذات پات کا موجودہ طریق صرف ہندوستان میں ہی پایا جاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا رواج ہمارے ملک میں نہایت ہی قدیم زمانے سے چلا آتا ہے۔ ہندو سوسائٹی کی

اخلاقی اور سوشل زندگی کے ہر ایک پہلو میں
اس کا اثر نمایاں ہے۔ ہندو سوسائٹی کا
کوئی بھی رسم و رواج یا زندگی کا پہلو ایسا
دکھائی نہیں دیتا جو ذات پات کے اصول سے
متاثر نہ ہُوا ہو۔ مگر محقق لوگ اس معمہ
کے حل کرنے میں ابھی تک قاصر رہے ہیں
کہ اس کی ابتدا کب۔ کیونکر اور کن حالات
کے اندر ہوئی۔ اہل الرائے کا آپس میں کسی
ایک بات پر اتفاق نہیں۔ بعض تاریخ دان
تو ذاتوں کی ابتدا وید منتروں کی بنا پر برھما
سے شروع کرتے ہیں۔ مثلاً رگ وید میں یہ
منتر آتا ہے کہ " برہمن برھما کے منہ سے
نکلے۔ کشتری بازو سے۔ ویش رانوں سے اور
شودر پاؤں سے۔" مگر دوسرے یورپین علما اور
کئی ایک ہندوستانی فاضل بھی اس نقطہ خیال
کے قائل نہیں ہیں۔ ان کا یہ خیال ہے کہ
ابتدا میں یہ تقسیم صرف پیشوں کے لحاظ سے
کی گئی ہے۔ برہمنوں کا کام ویدوں کا پڑھنا
پڑھانا اور یگیہ وغیرہ مذہبی رسوم ادا کرنا تھا۔
کھشتریوں کا کام جنگ کرنا اور باقی حصص
آبادی کی حفاظت کرنا تھا۔ اسی طرح ویشوں

کا کام کھیتی باڑی اور تجارت کرنا اور شودروں
کا محنت مزدوری کرنا مقرر ہؤا - اور یہ تفریق
اس وقت ظہور میں آئی - جبکہ آریہ لوگوں کی
قومی ضروریات بڑھ گئیں - جس وقت آریوں
نے ہندوستان میں رہ کر اپنی فتوحات بڑھانی
شروع کیں اور جگہ جگہ اُنہوں نے اپنی
راجدھانیاں قائم کیں تو یہ ضروری معلوم ہؤا
کہ کچھ لوگ صرف جنگ کے لئے مقرر کئے
جائیں - یا دوسرے لفظوں میں اُن کو باقاعدہ
فوجیں رکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی - اس
طرح ایک خاص جماعت آہستہ آہستہ کھشتری
جماعت بن گئی - اب جنگی مصروفیت کی وجہ سے
یہ لوگ اپنے دیگر مذہبی فرائض پر پوری توجہ
نہ دے سکتے تھے اس لئے رفتہ رفتہ عبادت
اور یگیہ وغیرہ کا کام خاص خاص گھرانوں کے
آدمیوں کے سپرد ہو گیا اور جب روز بروز ان
لوگوں کا مذہبی رسوم سے زیادہ تعلق ہوتا گیا تو
وقت پاکر یہ بھی ایک جماعت بن گئی جو کہ
برہمن کہلانے لگی - ان دو جماعتوں کے علاوہ
آریوں کی باقی ماندہ آبادی کلیتہً ایک تیسری جماعت
کے نام سے نامزد ہو گئی - اس جماعت کا نام

ویش جماعت مقرر ہُوا - ان کا کام جیسا اُوپر بیان کیا جا چکا ہے تجارت اور زراعت کرنا تھا - یہ تین جماعتیں بڑی سمجھی جاتی تھیں - اور دوج کہلاتی تھیں +

چوتھی جماعت شودروں کی جماعت تھی - جس کا کام محنت مزدوری کرنا تھا - اس طرح سب لوگ آہستہ آہستہ مختلف ذاتوں میں منقسم ہوتے گئے اور زمانہ گزرنے پر سوسائٹی کے اندرونی اور بیرونی اثرات کے نیچے آکر یہ تفوق ایسی مضبوط ہو گئی کہ ایک ذات سے دوسری ذات میں ترقی یا تنزل جو کہ ابتدا میں کچھ غیر معمولی نہ سمجھا جاتا تھا - اب مشکل بلکہ ناممکن ہو گیا - مسٹر ونسنٹ سمتھ صاحب کی یہ رائے ہے کہ ذات پات کی ایسی کڑی تقسیم جیسی کہ فی زمانہ دیکھنے میں آتی ہے پورانک زمانہ کے لگ بھگ سے شروع ہوئی ہے +

ذاتوں کی تقسیم کی ابتدا خواہ کچھ ہی ہو - اس میں شک نہیں کہ یہ انسٹیٹیوشن (INSTITUTION) جیسا کہ ہم اوپر کہہ آئے ہیں - قدیم زمانہ سے رائج ہے اور اُس نے ہمارے ملک کی پُرانی تہذیب کو قائم رکھا ہے - ذات

کو مذہب سے بہت بڑا تعلق ہے - چنانچہ انسان ذات کی وجہ سے ایک بڑی مذہبی پابندی میں رہتا ہے - اگر کبھی کوئی شخص خلاف مذہب کام کرے - تو قومی پنچائت اس کو سزا دیتی ہے - ذات کی خصوصیت ایک یہ بھی ہے کہ اگرچہ مختلف ذاتیں آپس میں برابری کا درجہ نہیں رکھتیں لیکن ایک ذات کے لوگ آپس میں چھوٹے اور بڑے مرتبہ کی تمیز نہیں رکھتے اور بغیر کسی امتیاز کے آپس میں ملتے جُلتے اور کھانے پینے میں شریک ہوتے ہیں +

برٹش حکومت کے قائم ہونے سے اور ریل وغیرہ کے جاری ہونے سے ذات کی پابندی بہت کچھ ڈھیلی ہو گئی ہے - انگریزی تعلیم کا بھی بہت اثر پڑا ہے - آریہ سماج اور کئی ایک مذہبی سوسائٹیوں نے بھی ذات کی رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے کوشش کی ہے - لیکن درحقیقت ذات کا بالکل مٹ جانا غیر ممکن سا معلوم ہوتا ہے - مذہبی پیشواؤں کا یہ اصول ہونا چاہئے کہ وہ ذات کے مشکل قواعد کو توڑ دیں اور اُسے اس طرح ترتیب

دیں کہ ملک کی معاشرتی ترقی میں کوئی رکاوٹ نہ پڑے +

اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہر ایک ذات کا پیشہ مقرر ہے اور جو شخص جس ذات میں پیدا ہُوا ہے وہ اسی پیشہ کو کر سکتا ہے ۔ اس وجہ سے ملک کی تمدنی ترقی بہت مشکل ہو جاتی ہے ۔ اور بہت سے لائق لوگ ترقی کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں ۔ آج سے کچھ عرصہ پیشتر چھوت چھات اور دوسرے مذہبی قاعدوں کی سختی کی وجہ سے بہت سے ہندو طالب علم دوسرے ملکوں میں تحصیل علم کے لئے جانے سے اکثر گریز کیا کرتے تھے ۔ ہندوستان میں قومی اختلافات کا بُرا اثر بھی کسی حد تک ذات پات کی کڑی تقسیم کا نتیجہ ہے ۔ گو شروع میں ذات پات کا طریق اس غرض سے جاری ہُوا کہ سوسائٹی کے مختلف اجزا اپنے فرائض کو پورا کرتے ہوئے قوم کی مجموعی زندگی کو پورا کریں ۔ مگر بد قسمتی سے ذاتوں کی تقسیم نے اور ہی خیال پیدا کر دیا ۔ ایک ذات کے لوگ اپنے کو دوسروں سے علیٰحدہ سمجھنے لگے اور ایک ہی

جگہ کھانا پینا نہ ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے سے علٰحدہ رہنے لگے۔ اس بات کا اثر جیسا ہم اوپر اشارۃً ذکر کر آئے ہیں۔ قومی اتفاق کے حق میں ایذا رساں ثابت ہؤا۔ مگر اس سے ہمارا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ تقسیم اقوام سے سوائے نقصان کے کوئی فائدہ نہیں ۔

انسانی زندگی کے چار حصّے ۔

سوسائٹی کی تقسیم کے ساتھ ہی ہندوؤں نے انسان کی زندگی کو چار حصّوں میں منقسم کیا تھا۔ اوّل برہمچریہ جس میں پچیس برس تک انسان کا خاص فرض حصول تعلیم رہتا تھا۔ دوسرے گرہستھ اوستھا تھی جس میں شادی کرکے اپنے خاندان کے ہمراہ مکان میں رہنا اور روزی پیدا کرنا تھا۔ تیسری بان پرستھ اوستھا تھی۔ جس میں گھر بار چھوڑ کر جنگل میں قیام کرکے خدا کی عبادت میں مصروف رہنا ہوتا تھا۔ اس حالت میں کبھی کبھی لوگ اپنی بیویوں کو بھی ہمراہ رکھ سکتے تھے۔ چوتھے سنیاس آشرم تھا جس میں انسان سنسار سے علٰحدہ ہو کر صرف

خدا میں محو ہونے کی کوشش کرتے تھے اور گرہستھیوں کو دھرم اور فرائض کا اُپدیش کرتے تھے - ان لوگوں میں بڑے بڑے عالم مہاتما اور سادھو ہوتے تھے جو اب تک ہندوؤں میں رشیوں کے نام سے مشہور ہیں - یہ لوگ وید اور شاستروں کو پڑھتے تھے اور تپسیا کرتے تھے - ان لوگوں نے ویدک یعنی حکمت - جوتش - علم کیمیا - درشن شاستر - فلسفہ (علم الہیہ) - بیدانت - منطق - دھرم شاستر وغیرہ مضمونوں پر مختلف کتابیں تصنیف کی ہیں جو اب تک مشہور ہیں اور پڑھی جاتی ہیں ؁

باب ۴

آریوں کا علم و ادب

شرتی اور سمرتی

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ ہندو لوگ ویدوں کو الہامی کتب مانتے ہیں اُن کا یہ عقیدہ ہے کہ دُنیا کی ابتدا میں ایشور بذریعہ الہام اپنے گیان کو ظاہر کرتے ہیں اس لئے سنسکرت لٹریچر میں ویدوں کو سب سے بالا درجہ دیا گیا۔ چنانچہ علم و فضل کی باقی کتب سے ہمیشہ کے لئے تمیز کرنے کے خیال سے ویدوں کو شرتی شبد سے نامزد کیا گیا ہے۔ شرتی کے لفظی معنی ہیں "سنا ہؤا" بعض بعض ویدوں کے علاوہ برہمن گرنتھ اور اُپنشدوں کے لئے بھی شرتی شبد (لفظ) استعمال کیا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ باقی تمام متبرک کتابیں مثلاً منوسمرتی اور دوسرے دھرم شاستر کی کتب کو سمرتی کہتے ہیں۔ سمرتی کے لفظی معنی ہیں "یادداشت"۔

وید برہمن گرنتھ اور اُپنشدوں کی بابت ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اس لئے یہاں صرف علوم کی ان شاخوں کا مختصر ذکر کیا جائیگا۔جن میں قدیم آریوں نے قابلِ قدر ترقی کی۔اور جن پر اُن کے علمی خزانے میں آج تک کتنی ہی بیش قیمت کتب دستیاب ہوتی ہیں۔سائنس کی چند نئی معلوم شدہ شاخوں کے علاوہ انسان کے موجودہ علمی خزانے میں شاید ہی کوئی ایسا مضمون ہو جس پر قدیم آریوں کی کوئی نہ کوئی قابلِ قدر تصنیف نہ ہو۔ ویدک یعنی علم طب۔جوتش۔ریاضی۔علم کیمیا۔ویدانت۔منطق۔ویاکرن۔علم تلفظ۔علم موسیقی۔فن حرب اور دھرم شاستر پر اُن کی بڑی بڑی عالمانہ تصنیفات موجود ہیں جو ہندو قوم کے لئے باعثِ فخر ہیں۔

سوتر لٹریچر

اس زمانہ کی تصنیفات کی بابت جو ایک خاص بات قابلِ غور ہے وہ ان کی مختصر بیانی ہے۔تصنیف کا یہ ایک نیا طریقہ اُس وقت کے رشیوں نے ایجاد کیا تھا جس کی مثال دنیا بھر کے لٹریچر میں کہیں نہیں ملتی۔اس طریقۂ بیان کو سنسکرت میں "سوتر" کہا گیا ہے۔سوتر ایسے جملہ کو کہتے ہیں جس

ہیں بہت مضمون کو نہایت ہی مختصر عبارت میں ادا کیا گیا ہو۔ سوتروں کے تصنیف کرنے والوں کی ہمہ تن یہ کوشش ہوتی تھی کہ سوتر میں کوئی بیکار لفظ استعمال نہ ہو۔ روایت مشہور ہے کہ سوترکار یعنی مصنّف اگر سوتر بنانے میں ایک لفظ کی بھی کمی کرنے میں کامیاب ہو جاتے تھے تو اُن کو اس قدر خوشی محسوس ہوتی تھی جس قدر والدین کو ایک لڑکا پیدا ہونے پر خوشی ہوتی ہے۔ چنانچہ قدیم آریوں کا تمام علمی خزانہ سوتروں کی ہی شکل میں ہے ۞

دھرم شاستر

ہندوؤں کے دھرم شاستر کی کتب ان کی دھارمک یعنی مذہبی۔ سوشل اور خانگی زندگی پر روشنی ڈالتی ہیں۔ یہ تمام سوتروں کی شکل میں ہیں۔ ان میں روزانہ زندگی کے لئے زیادہ مشہور دھرم سوتر اور گرِیھ سوتر ہیں۔ دھرم سوتروں میں وہ قوانین درج ہیں جن کے مطابق قدیم زمانے میں ہندو سوسائٹی میں عملدرآمد ہوتا تھا بلکہ کم و بیش آج تک بھی ہندوؤں کے مابین جو وراثت و دیگر تقسیم جائداد کے مقدمات ہوتے ہیں۔ ان کا فیصلہ انہیں اصولوں پر کیا جاتا ہے۔ دھرم سوتروں

میں راج نیتی کے قواعد بھی دیئے ہوئے ہیں۔ ان میں صاف طور پر یہ بتا دیا گیا ہے کہ راجہ کو اپنی رعایا سے کس کس چیز پر اور کس قدر محصول لینا چاہیئے اور راجہ کو انصاف کس طرح کرنا چاہیئے ٭

دھرم سوتروں میں چار ذاتوں کی مکمّل تفریق کی ہوئی ہے اور برہمن۔ کھشتری۔ ویش اور شودروں کے فرائض اَور حقوق جُداگانہ بتائے گئے ہیں۔ انہیں دھرم سوتروں میں جہاں ذاتوں کی تفریق درج ہے وہاں ہر ایک آدمی کی زندگی کے چار آشرم یعنی حصّے بتائے گئے ہیں جن کا بیان پہلے کیا جا چکا ہے۔ ان سوتروں میں سب سے قدیم سوتر منو مہاراج کے نام سے مشہور ہیں جن کو کسی بعد کے زمانہ میں اکٹھا کر کے منوسمرتی کی شکل میں تصنیف کیا گیا ٭

گریھ سوتر میں آریوں کے سولہ سنسکار درج ہیں جو ہر ایک آریہ گھرانے میں کئے جاتے تھے اور جن میں سے کئی آج تک رائج ہیں۔ مثلاً جات کرم یعنی وقتِ پیدائش کا سنسکار۔ نام کرن یعنی بچے کے نام رکھنے کا سنسکار۔ چوڑا کرم یعنی سر مونڈنے کا سنسکار۔ اُپ نین یعنی جنیؤ

ڈالنے کا سنسکار۔ وِواہ یعنی شادی اور مرتک یعنی مرنے کے وقت جسم کو جلانے کا سنسکار +

کھٹ درشن یا ہندوؤں کا فلسفہ

جیسا کہ دھرم سوتر قدیم آریوں کی روزانہ زندگی کا نقشہ کھینچتے ہیں ویسے ہی کھٹ درشن اُن کی علمیّت کو ظاہر کرتے ہیں۔ درشنوں میں بھی اُپنشدوں کی طرح ایشور کی ہستی دنیا کی پیدائش۔ انسان کی زندگی اور موت وغیرہ کے متعلق مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ان میں چھ درشن زیادہ مشہور ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔ سانکھیہ اور یوگ۔ نیائے اور ویشیشک۔ پورو میمانسا اور اُتر میمانسا +

اوّل۔ سانکھیہ درشن کپل مُنی کی تصنیف ہے۔ اور غالباً سب سے پُرانا درشن ہے۔ اس میں کپل نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آتما (روح) اور پرکرتی (مادہ) دو انادی (قدیمی) چیزیں ہیں جو شروع ہی سے چلی آتی ہیں اور کبھی فنا نہیں ہوتیں۔ مادہ مختلف صورتوں میں تبدیل ہوتا رہتا ہے اور انہیں تبدیلیوں کا نام دُنیا ہے۔ بعض لوگوں نے کپل مُنی کو ناستک کہا ہے۔ مگر ایسا کہنا بالکل درست معلوم نہیں ہوتا

کیونکہ کپل نے اپنی تصنیفات میں اگر ایشور کی ہستی کو ثابت نہیں کیا تو رد بھی نہیں کیا۔ بلکہ سانکھیہ میں ویدوں کو پرمان یعنی سند مانا گیا ہے۔ کپل نے زیادہ زور کرموں کے پھل اور پُنر جنم یعنی تناسخ پر دیا ہے +

دوئم۔ یوگ درشن پتنجل رشی کی تصنیف ہے۔ اس میں پرمیشور کے گُن اور اُس کی عبادت کے طریقے بتائے گئے ہیں۔ اور اس بات پر تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے کہ جیو آتما (روح) پرکرتی یعنی جسم وغیرہ کی قید سے رہا ہو کر مکتی حاصل کر سکتا ہے +

سوئم۔ نیائے اور ویشیشک درشنوں میں بھی اسی بات پر زیادہ بحث کی گئی ہے کہ زندگی کا سب سے بڑا مقصد نجات یعنی مُکتی حاصل کرنا ہے اور یہ مُکتی کیونکر حاصل ہو سکتی ہے۔ نیائے درشن گوتم مُنی کا بنایا ہُوا ہے۔ اور سنسکرت لٹریچر میں علمِ منطق پر غالباً سب سے قدیمی کتاب یہی ہے۔ سنسکرت فلسفہ کی تاریخ میں گوتم مُنی کا وہی درجہ ہے جو کہ یورپ کی تاریخِ فلسفہ میں حکیم ارسطو کو دیا جاتا ہے +

چہارم۔ کناد رشی کا بنایا ہُوا ویشیشک درشن

ہے یہ بھی نیائے درشن کی طرح علم منطق سے زیادہ تعلق رکھتا ہے۔ کناد مُنی نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ دنیا میں جو چیز ہم دیکھتے ہیں وہ چھوٹے ذرّوں یعنی پرمانوؤں سے بنی ہوئی ہے۔ اس پر گوتم منی کی بنائی ہوئی تفسیر (ٹیکہ) مستند مانی جاتی ہے +

پنجم۔ پورو میمانسا جیمنی رشی کی تصنیف ہے۔ یہ درشن کرم کانڈ یعنی انسان کے فرائض سے زیادہ تعلق رکھتا ہے۔ یگیہ وغیرہ کرنے کے طریقے جو برہمن گرنتھوں میں بیان کئے ہوئے ہیں۔ جیمنی جی نے اس درشن میں ان پر فلسفانہ بحث کی ہے۔ پورو میمانسا میں ویدوں کو الہامی ثابت کرنے کی بھی کوشش کی گئی ہے +

ششم ویاس جی کا اتر میمانسا ہے جس کو ویدانت بھی کہتے ہیں۔ یورپین فلسفہ دان اتر میمانسا کو بڑا اونچا درجہ دیتے ہیں۔ ویاس منی نے ایشور کی ہستی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور پھر اُن کے گُن یعنی اوصاف کا بیان کرکے پُر زور دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ پرماتما ہی ساری دنیا کے بنانے والے ہیں۔ اس درشن پر سوامی شنکر اچاریہ کا بھاشیہ اس وقت مُستند مانا جاتا

ہے +

گو ظاہرا طور پر چھ درشنوں کے خیالات ایک دوسرے سے مختلف معلوم ہوتے ہیں مگر غور سے دیکھنے پر یہ صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ بہت سے ایسے خیالات ہیں جو ہر ایک درشن میں ملتے ہیں اور جن کو ہر ایک ہندو مانتا ہے - کرم اور اُس کا پھل یعنی فعل اور اُس کا اثر - یہ بھی ایک ایسا خیال ہے جس کو ہر ایک درشن کار نے تسلیم کیا ہے - یہ خیال کہ آتما انادی اور امر ہے یعنی روح غیر فانی ہے نہ کبھی پیدا ہوتی ہے اور نہ کبھی مر سکتی ہے ہر ایک ہندو کے دل میں مستحکم ہے ساتھ ہی اس کے ہر ایک درشن کے مصنف نے شرتی یعنی ویدوں کو سند مانا ہے اور ان کا سہارا لیا ہے - ہر ایک درشن کار نے وہ طریقہ بتانے کی کوشش کی ہے جس سے انسان کی روح (آتما) کو ان دنیوی جھگڑوں سے آزادی ہو +

باب ۵

رامائن

آریوں کی فتوحات

جیسا کہ پیشتر بیان کیا جا چکا ہے آریہ لوگ شجاعت اور فنِ سپاہگری میں دراوڑ وغیرہ ہندوستان کی قدیم اقوام سے بدرجہا بہتر تھے اس لئے باوجود سخت مقابلہ کے جو ان اقوام نے کیا آریہ لوگ ان پر غالب آئے ان کو جنگلوں میں دھکیل دیا اور خود اپنے لئے گنگ و جمن کے زرخیز دوآبہ اور نیز پنجاب وغیرہ میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم کر لیں۔ جب یہاں ان کے پاؤں پورے طور پر جم گئے تو آریوں نے اپنی فتوحات کو اور بھی بڑھایا اور رفتہ رفتہ تمام شمالی ہند پر ان کا قبضہ ہو گیا۔ اس زمانہ کو مؤرخ لوگ ہندو قوم کا زمانۂ شجاعت کہتے ہیں۔ اور اس زمانہ کے حالات رامائن اور مہابھارت سے بہت کچھ دستیاب ہوتے ہیں۔ وادیِ گنگ میں جو

اُس وقت سلطنتیں قائم ہو چکی تھیں اُن میں مفصلۂ ذیل مشہور ہیں - ہستناپور کی سلطنت جس پر کورو راج کرتے تھے - یہ شہر دریائے گنگا کے کنارے دہلی سے شمال مشرق میں قریب ۶۰ میل کے فاصلے پر واقع تھا - کوروں کی ریاست کے قریب ہی دوسری ریاست پنچالوں کی تھی - جس کا دار الخلافہ قنوج تھا - تیسری مشہور ریاست بنارس کی تھی جس پر کاشی لوگ حکمران تھے - اسی لئے ہندو لوگ بنارس کو آج تک کاشی جی کے نام سے یاد کرتے ہیں - اس سے دور چل کر بنگال کی طرف مگدھ اور بہار کی بڑی ریاست تھی - جس پر ودیہا لوگوں کا راج تھا - کورو اور ودیہا کے درمیانی علاقہ میں موجودہ اودھ کے قریب کوشل ذات کے لوگ حکمران تھے - ان کا دار الخلافہ اجودھیا دریائے سرجو کے کنارے ایک نہایت ہی خوبصورت شہر تھا ۔

رامائن کی کتھا

کوشل خاندان میں جس کا ذکر اُوپر آچکا ہے ایک راجہ دشرتھ نامی ہوئے ہیں - ان کی تین رانیاں تھیں - کوشلیا - سومترا اور کیکئی - ان رانیوں

کے بطن سے چار لڑکے پیدا ہوئے جن میں سے رام چندر سب سے بڑے تھے اور مہارانی کوشلیا کے بطن سے تھے۔ دوسری رانی سومترا کے دو لڑکے ہوئے جن کا نام لچھمن اور شترگھن تھا اور تیسری رانی کیکئی کے لڑکے کا نام بھرت تھا۔

رام چندر کی شادی متھلا کے راجہ جنک کی بیٹی سے ہوئی۔ اس شادی کا قصہ رامائن میں یوں بیان کیا ہے کہ راجہ جنک نے یہ عہد کر لیا تھا کہ وہ اپنی راج کماری سیتا جی کی شادی اس نوجوان سے کرینگے جو شیوجی کی کمان[1] کو اُٹھا کر چڑھا دیگا۔ اس مقصد کے لئے سوئمبر رچا گیا اور دور دراز سے آئے ہوئے راجہ مہاراجہ لوگ اپنی طاقت آزمائی کے لئے جلسہ میں موجود تھے۔ چنانچہ رام چندر اور لچھمن دونوں بھائی اجودھیا سے آئے اور جلسہ میں شریک ہوئے۔ جب بہت لوگ طاقت آزمائی کر چکے تو رام چندر جی آگے بڑھے اور اپنی طاقت لگا کر کمان کو زمین

[1] یہ کمان ایک بڑی بھاری کمان تھی جو کسی سے نہ اُٹھتی تھی اور راجہ جنک کے خاندان میں عرصہ دراز سے موجود تھی۔

سے اُٹھایا اور ایک جھٹکا دے کر اس کے دو ٹکڑے کر دئے - اس طرح رام چندر نے شرط کو جیت لیا اور سیتا جی سے ان کی شادی ہو گئی +

راجہ دشرتھ اب بوڑھے ہو گئے تھے - سلطنت کا کام اُن سے نہیں ہو سکتا تھا اس لئے وہ اپنے بڑے لڑکے رام چندر کو ولی عہد بنانا چاہتے تھے - یہ بات اُن کی رانی کیکئی کو بُری معلوم ہوئی وہ یہ چاہتی تھی کہ تخت اُس کے لڑکے بھرت کو ملے - چنانچہ اُس نے راجہ سے کہا کہ ایک بار آپ نے مجھ سے دو وعدے کئے تھے اُن وعدوں کو آج تک آپ نے پورا نہیں کیا - اب آپ اپنے دونوں وعدوں کے مطابق میری دو باتوں کو پورا کیجئے - ایک یہ کہ رام چندر کو ۱۴ برس کے لئے جنگل میں بھیج دیجئے اور دوسرے بھرت کو سلطنت دیجئے - یہ سُن کر راجہ کے ہوش اُڑ گئے اور اُس کے دل پر رنج و غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا - اور اُس کی حالت دن بدن خراب ہونے لگی - ایک جانب اپنے وعدوں کا پورا کرنا اور سچائی کا قائم رکھنا تھا اور دوسری طرف لڑکے کی محبت ستا رہی تھی - مگر رام چندر بڑے

فرمانبردار لڑکے تھے یہ بات سنتے ہی خود بخود
جنگل جانے پر تیّار ہو گئے - لوگوں نے بہتیرا
سمجھایا مگر اُنھوں نے ایک نہ سُنی - لچھمن ان کا
چھوٹا بھائی اور سیتا اُن کی بیوی ان کی ہمراہی
کے لئے تیّار ہو گئے - اجودھیا سے چل کر رَام
سِیتا اور لچھمن بھاردواج کے آشرم (جائے قیام)
پر پہنچے اور وہاں کچھ دیر ٹھیر کر ڈنڈک بن کو
روانہ ہوئے +

ادھر راجہ دشرتھ کے لئے اپنے بیٹے کی جدائی
کے غم میں جینا محال ہو گیا - چنانچہ رام چندر
کے اجودھیا چھوڑنے کے تھوڑی دیر بعد راجہ
دشرتھ اس جہان سے کوچ کر گئے - بھرت جو
اپنے نانا کے ہاں گیا ہوُا تھا یہ تمام ماجرا سُن کر
واپس اجودھیا آیا اور اپنی ماتا کی حرکت پر بہت
ناراض ہوُا - فوراً بڑے بڑے درباریوں کو ساتھ
لے کر رام چندر کے پیچھے گیا اور جب اُنھوں
نے واپس آنے سے انکار کیا تو اُن کی کھڑاؤں
ساتھ لایا اور کھڑاؤں کو تخت پر رکھ کر خود
بطور نائب کے سلطنت کرنے لگا +

جب رام لچھمن اور سیتا ڈنڈک بن میں پہنچے
تو اُن کو راکھشسوں سے واسطہ پڑا - ایک روز

لنکا کے راجہ راون کی بہن سروپ نکھا ان کے پاس آئی اور طرح طرح کے داؤ پیچ سے ان کو ورغلانے لگی آخر رام چندر کے ساتھ شادی کرنے پر اصرار کیا جب بھائیوں نے اُس سے بچنے کا کوئی چارہ نہ دیکھا تو اُس کے ناک اور کان کاٹ لئے اور اُس کو واپس بھیج دیا۔ اس پر راون کو غصہ آیا اور بدلا لینے پر تیار ہوگیا ایک دن موقع پاکر دونوں بھائیوں کی غیر حاضری میں سیتا کو زبردستی اُٹھا کر لے گیا۔ جب رام چندر شکار سے واپس آئے اور سیتا کو اپنے آشرم میں نہ دیکھا تو سخت پریشان ہوئے۔ یہ ایک نئی مصیبت تھی۔ ڈنڈک بن میں راکھشس لگ رہتے تھے اور یہ دونوں شہزادے اکیلے بے سر وسامان تھے تاہم اُنھوں نے صبر واستقلال کو ہاتھ سے نہ چھوڑا اور سیتاجی کی تلاش میں ادھر اُدھر گھومنے لگے۔ آخر کھوج مل گیا کہ لنکا کا راجہ راون اُن کو زبردستی اُٹھا کر لے گیا ہے۔ چنانچہ اُس کے ساتھ جنگ کرنے کی تیاری شروع کر دی۔ داتروں اور دیگر جنوبی قوموں کے آدمیوں کو اکٹھا کرکے رام اور لچھمن نے فوج مرتب کرنی شروع کی اور سگریو

نامی راجہ کی مدد سے سمندر پر پل باندھا گیا اور لنکا پر چڑھائی کی گئی۔ جنگ میں راون مارا گیا۔ لنکا کا راج راون کے بھائی بھبھیشن کے حوالے کرکے اور خود سیتا جی کو ہمراہ لے کر دونوں بھائی وہاں سے واپس ہوئے۔

بن باس کے دن ختم ہو چکے تھے اس لئے رام۔ لچھمن اور سیتا سب واپس اجودھیا آ گئے۔ لوگوں نے بڑی محبت اور عزت سے ان کا استقبال کیا اور اس خوشی میں شہر کے ہر ایک گھر اور کوچے میں چراغاں کر دیا۔ دیوالی کا تہوار اسی دن کی یادگار ہے۔ بھرت نے تخت اُن کے حوالے کیا اور رام نے راج کرنا شروع کیا۔ رامائن کے آخری حصے میں لکھا ہے کہ جب رام چندر کو راج کرتے عرصہ گزر گیا تو ایک دفعہ ان کو یہ علم ہوا کہ لوگ سیتا جی پر راون کے ساتھ رہنے کا طعن کرتے ہیں۔ گو رام چندر کو خود اُن کی پاک دامنی پر پورا یقین تھا۔ تاہم رعایا کو خوش رکھنے کے لئے سیتا جی کو دوبارہ اجودھیا سے باہر جانا پڑا۔ سیتا بیچاری نے بالمیک رشی کے آشرم میں جا کر پناہ لی۔ آخرکار سیتا جی کی پاک دامنی ثابت ہو گئی اور

وہ اس جہاں سے رخصت ہوئیں ✦

ہندو رام چندر جی کو ایشور کا اوتار مانتے ہیں اور راماین کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ تاریخی لحاظ سے بھی راماین بڑی قابلِ قدر کتاب ہے۔ ایک طرف تو اس کے مطالعہ سے آریوں کی جنوبی ہند میں فتوحات کا پتہ چلتا ہے اور دوسری طرف سے راماین اور مہابھارت اس قدیم زمانے کے آریوں کے دھرم اور اخلاق کی تصویر کھینچتے ہیں۔ مثلاً رام چندر لچھمن اور سیتا نے جو مثالیں نفس کشی کی ہمارے سامنے رکھی ہیں ان کی نظیر دنیا کے کسی دوسرے حصہ میں نہیں ملتی۔ رام چندر کی فرمانبرداری۔ لچھمن کی وفاداری اور سیتا جی کا پتی برتا بھاؤ اور ان کی عقیدت کا جو عکس راماین میں اُتارا گیا ہے وہ ہم کو آریوں کے اعلےٰ اخلاق اور اُن کی پاکیزگی کا نمونہ بتاتا ہے۔ بھرت کا رام کے پیچھے جنگل میں جانا اور اُس کی واپسی کے لئے اصرار کرنا اور اُن کے انکار پر رام چندر کی کھڑاویں لاکر تخت پر رکھنا آریوں کے پولٹیکل اخلاق پر روشنی ڈالتا ہے۔ اجودھیا کا راج ایک گیند کی طرح ٹھوکریں کھا رہا ہے۔ کیونکہ ایک

بھائی دوسرے کی حق تلفی کرنے پر تیار نہیں ہے +

رامائن کی کتابیں دو ہیں - ایک تو بالمیک جی کی تصنیف کی ہوئی جو سنسکرت زبان میں ہے - اور دوسری تلسی داس کی بنائی ہوئی جو ہندی زبان میں ہے - تلسی داس ہندی زبان کے بڑے شاعر ہوئے ہیں - یہ سولھویں صدی کے آخر میں اکبر بادشاہ کے زمانہ میں ہوئے تھے - مگر یہ یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ بالمیک نے اپنی رامائن کس زمانہ میں لکھی تھی - ہندو لوگوں کا عقیدہ ہے کہ رامائن آج سے پانچ ہزار برس پیشتر تصنیف کی گئی تھی گو یوروپین مورخ اس راے سے اتفاق نہیں رکھتے +

باب ۶

مہابھارت

ہندوؤں کی دوسری مشہور مذہبی کتاب مہابھارت

ہے جس کو ہندو بڑی تعظیم کی نگاہ سے دیکھتے ہیں - مہابھارت سنسکرت زبان میں ہے اور رشی وید دیاس کی تصنیف کی ہوئی ہے جو بہت ہی بڑے عالم تھے - اس کتاب میں اُس جنگ عظیم کے واقعات درج ہیں جو کوروں اور پانڈوں کے درمیان ہوئی تھی +

اس لڑائی کا قصہ یوں بیان کیا جاتا ہے - کہ ہستناپور کے راجہ شانتنو کے دو بیٹے تھے - بڑے کا نام بھیشم اور چھوٹے کا نام وچتر دیریہ تھا - شانتنو کے بعد اُس کا چھوٹا لڑکا وچتر ویریہ تخت نشین ہوا - قاعدے کے مطابق راج بھیشم کو ملنا چاہیئے تھا مگر اُس نے اپنی سوتیلی ماں سے عہد کیا تھا کہ نہ میں خود تخت کا دعوے کرونگا اور نہ میں بیاہ کرونگا تاکہ میرے مرنے کے بعد میری اولاد کی طرف سے بھی کسی قسم کا اندیشہ نہ رہے - نفس کشی کی ایسی بے نظیر مثال شاید ہی دنیا کی تاریخ میں کسی اور جگہ ملتی ہو چنانچہ بھیشم نے تمام عمر شادی نہیں کی اور اسی لئے آج تک تاریخ میں یہ مہاپرش بال برہمچاری کے لقب سے مشہور چلے آتے ہیں - بھیشم بڑے بہادر اور جاں باز سپاہی تھے اور

مہابھارت کی جنگ میں کوروں کی طرف سے یہی سپہ سالار تھے - آخر میدان جنگ میں ہی کام آئے - مرنے سے پیشتر بھیشم نے یدھشٹر کو راج نیتی اخلاق اور دھرم پر جو اُپدیش کیا وہ مہابھارت کے ایک خاص حصّے میں دیا ہوُا ہے +

وچتر ویریہ کے بھی دو بیٹے تھے - دھرتراشٹر اور پانڈو - دھرتراشٹر جنم سے اندھا تھا اس لئے اُس کا چھوٹا بھائی پانڈو ہستناپور کے تخت پر بیٹھا - پانڈو کی دو رانیوں سے پانچ بیٹے پیدا ہوئے - پہلی بیوی کُنتی سے یدھشٹر - بھیم اور ارجن - اور دوسری بیوی مادری سے نکل اور سہدیو مگر ابھی پانچوں بھائی کم سن ہی تھے کہ راجہ پانڈو اور اُس کی بیوی مادری کا انتقال ہو گیا - اب دھرتراشٹر اپنے چچا بھیشم کی مدد سے سلطنت کا انتظام کرنے لگا +

دھرتراشٹر اور پانڈو کے لڑکے جب بڑے ہوئے تو بھیشم کو فکر ہوُا کہ ان کو کسی لائق اُستاد کے سپرد کرنا چاہئے - چنانچہ ان سب کو درونا چاریہ کے سپرد کیا گیا - درونا چاریہ بڑا عالم تھا - ہتھیاروں کے استعمال اور فن جنگ میں اس کو بڑا کمال حاصل تھا - یہ شخص پنچال کے راجہ دروپد کے

دربار سے کسی بات پر راجہ سے ناراض ہو کر وہاں سے چلا آیا تھا اور ان ایام میں ہستنا پور کی ریاست میں رہتا تھا۔ درونا چاریہ نے شہزادوں کو بڑی محنت سے پڑھایا اور اُن کو تیر اندازی کے وہ طریقے بتائے جو اُس وقت کسی اور کو معلوم نہ تھے۔ پانڈو کوروں کی نسبت زیادہ ذہین تھے۔ چنانچہ ہر فن میں چچا زاد بھائیوں سے سبقت لے گئے اس سے ان میں آپس میں بڑا حسد پیدا ہو گیا۔

پانڈو پتر جوان ہوتے جاتے تھے اور راجہ دھرتراشٹر بوڑھا ہوتا جاتا تھا۔ اس لئے رواج کے مطابق راجہ نے یدھشٹر کو اپنا ولی عہد مقرر کر لیا۔ اس سے دھرتراشٹر کے بڑے بیٹے دریودھن اور اس کے بھائیوں کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ انہوں نے اس انتخاب کو منظور نہ کیا اور اپنے بوڑھے باپ کو بہکا کر پانڈوں کو ایک طرح سے جلا وطن کرا دیا۔ یہ بچارے اپنے چچا کے کہنے پر ہستنا پور کو چھوڑ کر شہر ورناوات[1] میں جا کر آباد ہوئے۔ مگر دریودھن نے وہاں بھی اُن کا پیچھا نہ چھوڑا۔ معماروں اور مستریوں کو رشوت

[1] یہ شہر موجودہ الہ آباد کے نزدیک تھا۔

دے کر لاکھ چربی اور سن وغیرہ کے مصالحہ سے پانڈوں کے رہنے کے لئے مکان تیار کرایا۔ اس سے غرض یہ تھی کہ جب پانڈو وہاں جائیں تو مکان کو آگ لگا کر اُن کی زندگی کا خاتمہ کر دیا جائے۔ چنانچہ ایک دن مکان میں آگ لگوا دی مگر پانڈوں کی قسمت اچھی تھی وہ جان بچا کر بھاگ گئے اور برہمنوں کا بھیس بدل کر اِدھر اُدھر گھومنے لگے۔ گھومتے گھومتے پنچال دیش میں پہنچے اور وہاں راجہ دروپد کی لڑکی دروپدی کے سوئمبر میں جا شامل ہوئے۔

سوئمبر میں بڑی بڑی دور سے راجہ مہاراجہ لوگ آئے ہوئے تھے اور سب درجہ بدرجہ اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھے تھے درمیان میں ایک لمبا ستون تھا۔ جس کے سرے پر ایک چکر گھوم رہا تھا۔ اس چکر کے وسط میں ایک سونے کی بنی ہوئی مچھلی لگی تھی۔ سوئمبر کی شرط یہ تھی کہ جو بہادر اس مچھلی کی آنکھ کو اپنے تیر کا نشانہ بنا سکے گا اسی سے دروپدی کی شادی کی جائیگی۔ یہ سُن کر یکے بعد دیگرے راجاؤں نے کمان سے تیر مارنے کی کوشش کی مگر ناکامیاب رہے۔ یہ دیکھ کر ارجن کو جوش آیا اور وہ بھی برہمنوں

کی صف میں سے آگے بڑھا کمان اُٹھا کر ایک تیر پھینکا جو مچھلی کی آنکھ میں جا لگا۔ تماشائیوں نے خوشی کے نعرے بلند کئے اور دروپدی نے شرط کے مطابق جے مالا ارجن کے گلے میں ڈال دی اور ارجن کے ساتھ اس کی شادی ہو گئی +

اب تو پانڈوں کو پنچال کے راجہ کی مدد تھی چنانچہ اُنہوں نے واپس ہستناپور آکر دھرتراشٹر کو مجبور کیا کہ وہ آدھا راج ان کو دے۔ دریودھن اور اُس کے بھائی مان تو گئے مگر اس تقسیم میں بھی اُنہوں نے بڑی خود غرضی سے کام لیا۔ جو سب سے نکما حصہ سلطنت کا تھا وہ اُن کے حوالے کیا۔ پانڈوں نے اپنی محنت سے کھانڈو پرست کے جنگل کو صاف کر کے وہاں اندر پرست شہر آباد کیا جس کے کھنڈر اس وقت شہر دہلی کے متصل موجود ہیں۔ پھر اپنی بہادری سے پانڈوں نے اور بھی علاقہ فتح کر لیا اور اپنی ریاست کو بڑی وسعت دی۔ یہ دیکھ کر دریودھن کے سینہ میں حسد کی آگ پھر بھڑک اُٹھی اور اس موقع کی تلاش میں ہوا کہ کسی نہ کسی طرح پانڈوں کو تباہ کرے۔ بد قسمتی سے یدھشٹر کو جوا کھیلنے کی نامراد عادت تھی چنانچہ وہ دریودھن کی چال

میں آگیا اور جوئے کی بازی میں راج پاٹ اور دروپدی کو بھی ہار دیا۔ آخر فیصلہ یہ ہوا۔ کہ پانڈو بارہ برس کے لئے جلا وطن کئے جائیں اور تیرھویں سال ایسی حالت میں رہیں کہ دریودھن ان کا پتہ نہ پا سکے۔ اگر وہ پہچانے گئے تو بارہ برس کی جلا وطنی پھر شروع ہو جائیگی ؛

لاچار پانڈو دوسری دفعہ بن باس ہوئے اور جوں توں کرکے بارہ برس کاٹ دئے۔ تیرھویں سال بھیس بدل کر انہوں نے راجہ ویراٹ کے ہاں ملازمت کر لی۔ اب تیرھواں سال ختم ہونے پر اُنہوں نے دھرتراشٹر سے کہلا بھیجا کہ ہمارا راج ہمیں واپس ملنا چاہئیے۔ دریودھن نے صاف جواب دیا اس لئے پانڈوں کو قدرتی طور پر غصہ آگیا۔ دونو طرف سے جنگ کی تیاری شروع ہوگئی۔ کورو کشیتر کے میدان میں جو آج کل دلی کے شمال میں تھانیسر کے قریب ہے دونو فوجیں مقابل ہوئیں۔ ہمالیہ سے لے کر دکھن تک سب راجہ اس جنگ میں شامل ہوئے۔ اٹھارہ دن تک متواتر جنگ ہوئی۔ دونو طرف سے ہزاروں بہادر سپاہی مارے گئے۔ درونا چاریہ۔ بھیشم اور کرن جیسے یودھا بھی لڑائی میں کام آئے۔ دریودھن

اور اُس کے ایک سو بھائی بھی لڑائی میں کھیت ہوئے - میدان یدھشٹر اور اُس کے بھائیوں کے ہاتھ رہا - اور یدھشٹر شان و شوکت سے راج کرنے لگا +

بھگوت گیتا مہابھارت کا یُدھ ہندو تاریخ میں دھرم یُدھ کہلاتا ہے - پانڈو راستی پر تھے اور اسی لئے آخر اُن کی فتح ہوئی - مگر پانڈوں کی فتح کا ایک بڑا بھاری راز یہ بھی ہے کہ وہ سری کرشن جی کی سرپرستی میں لڑائی کرتے رہے - سری کرشن جی دوارکا پوری (گجرات) کے راجہ تھے - یہ بڑے عالم - بڑے زیرک اور بڑے مدبر تھے - گیتا کا اُپدیش جسے ہر روز لاکھوں ہندو اپنی نجات اور ثواب کے لئے پڑھتے اور سنتے ہیں وہ سری کرشن جی کا ہی اُپدیش ہے جو اُنہوں نے مہابھارت کی جنگ شروع ہوتے ہی ارجن کو سنایا تھا - اس واقعہ کا ذکر یوں کیا جاتا ہے - جب جنگ شروع ہوئی دونو طرف سے فوجیں جمع ہوئیں - ارجن نے جس وقت اپنے گرو - بزرگوں اور رشتہ داروں کو مقابل کی صف میں دیکھا تو اُس کا دل ہل گیا اور اُس نے لڑنے سے انکار کر دیا اور سری کرشن

جی سے مخاطب ہو کر کہا مجھے ایسے راج سے غرض نہیں جو ان بزرگوں کو مارنے سے ملتا ہو۔ اُس وقت سری کرشن نے وہ اُپدیش دیا جو بھگوت گیتا میں درج ہے۔ کرشن جی نے کہا۔ ارجن! اگر تیرا یہ خیال ہے کہ وہ تجھ سے مارے جا سکتے ہیں تو تُو غلطی پر ہے۔ دراصل یہ آتما (روح) تو مر ہی نہیں سکتی۔ نہ آگ سے جلائے جل سکتی ہے۔ نہ تلوار سے کاٹے کٹ سکتی ہے۔ مارنے مرنے والا تو فقط یہ جسم ہے ایک جسم کو چھوڑ کر روح دوسرے میں داخل ہو جاتی ہے اس لئے آدمی کو چاہئے کہ دھرم پر چلے اور اس بات کی پروا نہ کرے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے +

بھگوت گیتا دنیا کی اُن لاثانی کتابوں میں سے ہے جس کو ساری دنیا شوق سے مطالعہ کرتی ہے۔ اس وقت دنیا کی شاید ہی کوئی زبان ہوگی جس میں گیتا کا ترجمہ نہ ہُوا ہو +

مہابھارت کی تاریخ +

ہندو لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مہابھارت کی لڑائی کل جُگ کے شروع میں ہوئی جس کو آج تقریباً پانچ ہزار برس گزرے۔ مگر یورپین

مورخ اس کے ساتھ اتفاق نہیں کرتے ان کا یہ خیال ہے کہ اس جنگ کو ہوئے آج صرف ساڑھے تین ہزار برس گزرے ہیں۔ درحقیقت تحقیق سے یہ کہنا کہ وہ واقعات جو رامائن اور مہابھارت میں درج ہیں کب وقوع میں آئے اور کب یہ کتابیں لکھی گئیں بہت مشکل ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ زمانۂ شجاعت جس کے یہ واقعات ہیں بہت ہی قدیم زمانہ تھا۔

باب ۷

گوتم بُدھ

۵۵۷ سے ۴۷۷ قبل مسیح تک

شروع زندگی کوشلوں کی سلطنت کے مشرق میں شاکیہ خاندان کے کھشتری بستے تھے کپل وستو اُن کا دار السلطنت تھا۔ گوتم بُدھ کا لڑکپن کا نام سدھارتھ تھا وہ کپل وستو

کے مہاراجہ شدھودن کے بیٹے تھے - مہاراجہ شدھودن اولاد نہ ہونے کی وجہ سے رنجیدہ خاطر رہتے تھے -۔ یہاں تک کہ اُن کی عمر چالیس سال کی ہو گئی - بہت سی خیر خیرات کے بعد ۴۵ سال کی عمر میں ان کے ہاں لڑکا پیدا ہُوا - جس کا نام گوتم رکھا گیا - بچپن میں گوتم کو ہر فن کی اچھی تعلیم دی گئی - اٹھارہ سال کی عمر میں والدین نے ایک نہایت خوبصورت شاہزادی سے ان کی شادی کر دی - شادی کے بعد شاہزادہ ایک شاندار محل میں رہنے لگا - اور کچھ زمانہ کے بعد ان کے ایک لڑکا بھی پیدا ہُوا +

دنیا ترک کرنے کے خیالات +

اگرچہ راجہ شدھودن نے عیش و آرام کی تمام چیزیں مہیا کر دی تھیں - لیکن گوتم کو کچھ بھی اچھا نہ لگتا تھا - وہ ہمیشہ اسی خیال میں ڈوبے رہتے تھے کہ دنیا کے لوگوں کی تکلیف کیسے دُور ہو - عیش و آرام سے زندگی بسر کرنے کی انھیں بالکل پروا نہ تھی - وہ محل میں بیٹھے یہی سوچا کرتے تھے کہ یہ کیا ماجرا ہے کہ دنیا میں جدھر نگاہ ڈالو مصیبت ہی مصیبت نظر آتی ہے - جب شکار کو جاتے تو بھولے بھالے ہرنوں

کو جنگلوں میں چرتے دیکھ کر انہیں رحم آ جاتا تھا اور کہتے تھے کہ اس بے گناہ جانور کو مارنے سے کیا فائدہ ؟ تیر ترکش میں رکھ لیتے اور گھر واپس چلے آتے ۔ جب کسی لنگڑے لُولے اندھے یا بھوکے کو دیکھتے تو رحم سے اُن کا دل پگھل جاتا اور سوچنے لگتے کہ آیا میں اس مصیبت کو دُور کرنے کی کوئی تدبیر کر سکتا ہوں یا نہیں +

راجہ شدھودن شاہزادہ کی یہ حالت دیکھ کر نہایت پریشان ہوئے ۔ اُنہوں نے گوتم کا دل بہلانے کے لئے نوکر چاکر بھی رکھ دئے ۔ لیکن ان کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی ۔ ایک دن موسمِ بہار میں باپ بیٹے سیر کے لئے باہر گئے ۔ ہرے ہرے درختوں اور سرسبز و شاداب باغوں کو دیکھ کر دونو کی طبیعت بڑی خوش ہوئی لیکن تھوڑی دیر بعد گوتم نے ایک کسان کو دیکھا کھیت میں ہَل جوت رہا ہے ۔ اس کا بیل ضعیف و ناتواں ہے اور اُس کی پیٹھ پر زخم ہے مگر کسان ہے کہ نہایت بیدردی سے بیل کو پیٹے جا رہا ہے ۔ اس نظارہ سے گوتم کو سخت تکلیف ہو رہی تھی ۔ لیکن وہ کیا کر سکتا تھا ۔

ایسے ہی اور بھی نظارے دیکھنے میں آئے جن
سے گوتم کو بہت صدمہ ہُوا +

ایک مرتبہ گوتم خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ
ایک بوڑھا آدمی ہے اس کا جسم اتنا دُبلا اور
کمزور ہے کہ وہ چلنے پھرنے سے معذور ہے۔
اس کی کھال میں جھُریاں پڑ گئی ہیں۔ کمر جُھک
گئی ہے اور آنکھوں سے بھی کم دکھائی دیتا ہے۔
گوتم کو یہ دیکھ کر بڑا رنج ہُوا اور دل میں کہا
کہ ایسی جوانی پر ہزار لعنت ہے جس کے تھوڑے
ہی عرصہ بعد بڑھاپا آ دبائے گا"۔ انہیں ایسا معلوم
ہُوا کہ خواب میں ان سے کوئی کہ رہا ہے۔ "گوتم
کسی دن تم بھی ایسے ہی ضعیف اور کمزور ہو
جاؤ گے" اس خواب کا گوتم پر بڑا اثر پڑا اور
وہ پہلے کی نسبت اور بھی زیادہ غور و خوض کرنے
لگے۔ مریضوں کو دیکھ کر گوتم خیال کرتے تھے کہ
اس جسم کی فکر فضول ہے جو ہزاروں امراض
کا شکار ہو رہا ہو +

فقیری

گوتم کی عمر اب تیس سال کی تھی کہ
اُنہوں نے فقیری اختیار کرنے کی ٹھان
لی۔ ایک رات کو جب محل میں سب سو رہے تھے
گوتم اُٹھے اور دبے پاؤں وہاں گئے جہاں ان کی

بیوی سو رہی تھی - اُسے اس ڈر سے نہ جگایا کہ کہیں محبت نہ ستائے دور ہی سے بیوی اور بچے کو دیکھ کر لوٹ آئے اور رتھ میں بیٹھ کر شہر کے باہر چلے گئے - مدت تک اِدھر اُدھر جنگلوں میں اس فکر میں سرگردان رہے کہ لوگوں کی تکلیف دور کرنے کی معقول تدبیر کیا ہو سکتی ہے وہ برہمن سادھوؤں سے بھی ملے -لیکن انھوں نے انہیں نجات کا کوئی طریقہ نہ بتایا- کچھ دن بعد وہ گیا پہنچے اور وہاں کے گھنے جنگلوں میں تپ کرنے لگے - ۶ سال تک گوتم نے سخت ریاضتیں کیں اور جسم کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں اور بہت دنوں تک فاقہ کیا لیکن اُن کی مراد پوری نہ ہوئی - اب اُنہوں نے سمجھ لیا کہ صرف جسم کو تکلیف دینے سے نجات حاصل نہیں ہو سکتی +

جب اتنی عبادت کے بعد بھی نجات کا سچا راستہ نظر نہ پڑا تو گیا میں ایک بڑے درخت کے نیچے سمادھی لگا کر (مُراقبہ میں) بیٹھ گئے بعد کو اس درخت کا نام بُودھ برکش (بدھ کا درخت) پڑا -یہاں گوتم کو جلوہ سا نظر آیا اور گیان (معرفت) ملا -اب انہیں اطمینان ہُوا اور یقین ہو گیا کہ دُنیوی اور ابدی آرام حاصل کرنے

کا طریقہ محض فاقہ کشی کرنا اور جسم کو تکلیف دینا ہی نہیں ہے اگر آدمی دنیاوی خواہشوں کو ترک کر دے نیک خصلت بن جائے اور دوسرے لوگوں کے ساتھ رحم دلی سے پیش آئے تو اُسے نجات حاصل ہو سکتی ہے اور فی الحقیقت سچائی رحم اور نیک نیتی ہی نجات حاصل کرنے کے صحیح ذریعے ہیں +

گوتم اب بُدھ کہلانے لگے اور دُنیا کو نجات کا راستہ بتلانے لگے - بہت سے لوگ آ آ کر ان کا وعظ سُننے لگے اور اُن کے مرید ہو گئے - اس کے بعد وہ بنارس گئے - اور سارناتھ کے مقام پر جاکر اُپدیش کرنا شروع کیا اور وہاں تین مہینے ٹھیرے - بنارس سے چل کر بُدھ جی راج گڑھ پہنچے - وہاں اُن کی بڑی تعظیم ہوئی - یہاں تک کہ راجہ بمبسار نے بھی اُن کی نصیحتیں سُنیں - اس کے بعد بُدھ جی نے کئی مقامات میں جاکر اپنے مذہب کی تلقین کی اور بہت سے لوگ اُن کے مذہب کے پیرو ہو گئے - بُدھ جی کا جسم دُبلا اور کمزور ہو گیا تھا - اُنہوں نے اپنے چیلوں کو بُلا کر کہا - "اے بھکشو لوگو! میرا آخری وقت نزدیک آ گیا ہے - تمہارا فرض ہے کہ

اپنے اصول اور فرائض کی پابندی کرو اور دُنیا کی تکلیف دور کرنے کی فکر کرو"۔ کوشی نگر میں جو راپتی اور گنڈک کے سنگم پر نیپال میں واقع ہے ۸۰ برس کی عمر میں بُدھ جی نے انتقال فرمایا۔ اُن کے اصولوں کی اشاعت برابر ہوتی رہی اور آہستہ آہستہ بُدھ مذہب مگدھ۔ کوشل یعنی بہار۔ ممالک متحدہ وغیرہ ملکوں میں پھیل گیا اور چین۔ تبت۔ برما۔ لنکا وغیرہ ملکوں میں بھی ان کے چیلے دھرم پرچار کے لئے جانے شروع ہو گئے۔ بعد میں مہاراجہ اشوک کے عہد میں ان سب ممالک میں بُدھ مذہب بہت وسیع پیمانے پر پھیل گیا اور اب تک بھی وہاں قائم ہے۔ لیکن ہندوستان میں اس مذہب کے معتقدوں کی تعداد اب زیادہ نہیں ہے +

بُدھ مذہب کی تعلیم +

بُدھ جی کی تعلیم ایسی سیدھی سادی تھی کہ اُسے ہر امیر و غریب نے گوشِ دل سے سُنا اور اس پر عمل کیا۔ بُدھ جی کا خاص اصول یہ تھا کہ انسان کو اپنے اعمال کا نتیجہ ضرور ملتا ہے۔ جو جیسا بوئیگا ویسا کاٹیگا۔ اچھے کام کرنے سے آرام ملتا ہے اور بُرے کام کرنے سے تکلیف ان کا

مقولہ ہے کہ ”خدا کی عبادت یا ریاضت وغیرہ بغیر دل کی صفائی کے بے سود ہے یگیہ اور قربانیاں بھی بے فائدہ ہیں جب تک روح ناپاک رہے گی گناہوں سے رہائی نہیں ہو سکتی“۔ وہ کہتے تھے کہ مرنے کے بعد ہر مرنے والے کی روح اُس کے اعمال کے مطابق دوسرے جسم میں جاکر دوبارہ جنم لے کر عالم ظہور میں آتی ہے۔ اس بار بار کی پیدائش (آواگون) سے اُسی وقت رہائی ممکن ہے جب انسان کا دل صاف ہو جائے اور وہ غصہ۔ لالچ اور دیگر خواہشات کے پھندے سے چھوٹ جائے اور آرام و تکلیف کو برابر سمجھے۔ اسی کو نروان یعنی مخلصی کہتے ہیں۔ جب روح اسے حاصل کر لیتی ہے تو انسان زندگی میں اور موت کے بعد عذاب سے رہائی پا جاتا ہے۔ اور اسے اطمینان حاصل ہو جاتا ہے +

بُدھ جی کا یہ خاص اصول تھا کہ نروان یعنی مخلصی انسان کے اعمال پر منحصر ہے۔ انسان کی پیدائش اس کے فائدے کے لئے ہوئی ہے۔ اس لئے اس کو لازم ہے کہ خود غرضی کو چھوڑ کر اور اپنے نفس کو قابو میں لاکر دنیا کے ہر جاندار کے ساتھ رحم دلی سے پیش آئے بُدھ

جی نے یہ بھی بتایا کہ نجات کا حاصل ہونا کسی خاص مذہب پر منحصر نہیں ہے۔ اور نہ کوئی مذہب حصولِ نجات کے راستہ میں رکاوٹ ڈال سکتا ہے جو آدمی اچھے کام کریگا وہی نجات کا مستحق ہوگا چاہے وہ کسی مذہب کا کیوں نہ ہو۔ اپنے چیلوں کو بُدھ جی نے تعلیم دی کہ کسی کو تکلیف نہ دینی چاہیئے۔ جھُوٹ نہ بولنا چاہئے اور حسد۔ بُغض۔ چوری۔ بدکرداری وغیرہ گناہوں سے بچنا چاہئے۔ سچائی اور اہنسا (یعنی کسی کو نہ مارنا نہ ایذا پہنچانے کے راستہ پر چلنا ناممکن نہیں ہے)

بُدھ جی کی تعلیم کا لوگوں پر بڑا اثر ہوا اُس کے دو سبب تھے۔ ایک تو یہ کہ اُن کی تعلیم عام فہم زبان میں تھی اور اس وقت ہندو دھرم یعنی برہمنوں کی تعلیم سنسکرت میں ہوا کرتی تھی جس کا سمجھنا عوام الناس کے لئے بہت مشکل تھا۔ دوسرے ایک خاص بات اُنہوں نے یہ بتائی کہ مذہب اور قوم کا اختلاف نجات حاصل کرنے میں حائل نہیں ہو سکتا۔ اس تعلیم کا اثر قدرتی طور پر چھوٹی ذاتوں کے لوگوں پر ہُوا جن کو برہمن اپنے دائرہ میں نہیں لیتے تھے۔ یہ بخوشی بُدھ جی کے چیلے ہو گئے۔

مہاتما بُدھ کی تعلیم ہندوؤں کے لئے کوئی نئی تعلیم نہ تھی اور نہ وہ خود ہندو دھرم کے دشمن تھے۔ بلکہ وہ ایک ہندو تھے۔ باپ کے مرنے پر اُنھوں نے ہندو رسوم کے مطابق اُسے جلایا۔ گو وہ پرماتما کی ہستی کو تسلیم نہ کرتے تھے لیکن اس کے خلاف بھی مہاتما بُدھ نے کچھ نہیں کہا۔ ہندوؤں کی طرح مہاتما بُدھ کرموں کے مسئلہ اور تناسخ (آواگون) کے قائل تھے۔ ہندو دھرم کی طرح بُدھ مذہب میں بھی ہر ایک آدمی کے سامنے مکتی یعنی موکش ہی بڑی معراج رکھا گیا ہے۔ باقی اخلاقی تعلیم جو مہاتما بُدھ لوگوں کو دیتے تھے اس کے متعلق بھی ہندو شاستروں میں سینکڑوں منتر اس قسم کے موجود تھے جو نیک اعمال اور دوسروں سے محبّت کرنے کی ہدایت کرتے ہیں۔

بُدھ مذہب کی اشاعت

بُدھ مذہب کی اشاعت کے لئے بہت سے مٹھ اور وہار بنائے گئے جہاں بُدھ جی کے چیلے رہتے تھے اور اپنے مذہب کی اشاعت کرتے تھے۔ مرد بھکشو اور عورتیں بھکشنی کہلاتی تھیں۔ ان کا وقت زیادہ تر پڑھنے لکھنے اور وعظ و

نصیحت میں صرف ہوتا تھا۔ بڑے بڑے سادھو۔
مہاتما۔ راجہ۔ مہاراجہ ان کا وعظ سننے آتے تھے
اور وہاروں میں کچھ عرصہ تک ٹھیرتے تھے +

بُدھ جی کی وفات کے بعد ان کے چیلوں
نے اُن کی مختلف نصیحتوں کو اکٹھا کیا اور اُن
کے تین حصّے کیے جنہیں ترٹپک کہتے ہیں۔
پہلے حصّے میں وہ نصیحتیں ہیں جو بُدھ جی نے
اپنے چیلوں کو دی تھیں۔ دوسرے میں یہ بتایا
گیا ہے کہ انسان کا فرض کیا ہے اور اُس کا
چلن کیسا ہونا چاہیئے۔ اور تیسرے میں بُدھ دھرم
کے تمام مسائل درج ہیں۔ جس قدر بُدھ مذہب
کے پیرووں کی تعداد بڑھتی گئی اسی قدر مذہبی
مسائل میں اختلاف بھی پیدا ہوتا گیا۔ اس کو
طے کرنے کے لئے مجلسیں قائم ہوئیں جن
میں اُن کے اصلی اصولوں پرو بحث و مباحثے
ہوئے +

پہلی مجلس تو وہی تھی جو بدھ مہاراج کی
وفات کے بعد فوراً ہی منعقد ہوئی اور جس
میں ان کے مختلف عقائد اور اقوال کو اکٹھا کرکے
تین حصّوں میں منقسم کیا گیا۔ دوسری مجلس اس
کے ایک سو سال بعد ۳۷۷ قبل مسیح میں

منعقد ہوئی - اس مجلس میں مذہبی عقائد پر بڑی بحث ہوئی اور اختلاف اتنا بڑھ گیا کہ اس مذہب کے پیرو دو فرقوں میں تقسیم ہو گئے جو مابعد کبھی آپس میں اتفاق نہ کر سکے اور آج تک ایک کا نام شمالی بُدھوں کا فرقہ اور دوسرے کا نام جنوبی بُدھوں کا فرقہ چلا آتا ہے - تیسری مجلس کا انعقاد مہاراجہ اشوک کے عہد میں ہوا اس میں صرف جنوبی فرقہ کے بُدھ لوگ شامل ہوئے اور چوتھی مجلس مہاراجہ کنشک کے وقت میں منعقد ہوئی اس میں صرف شمالی فرقہ والے لوگ شامل ہوئے ٭

بُدھ مذہب کا زوال ٭

چھٹی صدی کے بعد بُدھ مذہب کا زوال شروع ہوا - اس کے کئی وجوہ تھے مگر ان وجوہ کو سمجھنے کے لئے ہمیں ایک بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے وہ یہ کہ بُدھ مذہب کے عروج کے زمانہ میں بھی ہندو مذہب کمزور نہیں ہوا تھا اور اُس کے ماننے والے بے شمار موجود تھے - البتہ مہاراجہ اشوک اور دوسرے بُدھ مذہب کے ماننے والے بادشاہوں کے عہد میں ہندو دھرم دب ضرور گیا تھا - لیکن چوتھی صدی عیسوی کے

شروع میں جب یہ دباؤ اُٹھ گیا اور مہاراجہ چندر گپت اور بکرما دیتہ کے زمانہ میں برہمنوں کو فروغ حاصل ہؤا تو ہندو دھرم نے از سرِ نو ترقی کی۔ اور بُدھ مذہب کے ساتھ بڑی سرگرمی سے مقابلہ شروع کر دیا۔ اصل میں تو بُدھ مت ہندو دھرم کی ایک شاخ تھا۔ جس کا زیادہ انحصار سانکھیہ درشن پر تھا۔ مگر ہندوؤں کے پاس سانکھیہ درشن کے علاوہ کئی اور درشن شاستر بھی تھے اس لئے بدھ کی تعلیم گو غیر ملک کے لوگوں کو نئی معلوم ہوتی تھی۔ مگر ہندوؤں کے لئے اس میں کوئی نئی بات نہ تھی۔ چنانچہ جس وقت اُن کے اپنے شاستروں کی تعلیم ہندوؤں کے سامنے رکھی گئی تو ان کے لئے بُدھ مذہب میں کوئی خاص رغبت باقی نہ رہی۔ دوسری بات جو اس بُدھ دھرم میں برہمنوں کے حق میں ثابت ہوئی۔ وہ یہ تھی کہ بودھوں نے اس زمانہ میں وید اور شاستر کی عظمت کو تسلیم کرنا چھوڑ دیا تھا۔ مگر عوام الناس کے دل سے ویدوں کی عزت۔ قدیم آریہ تہذیب اور رام اور کرشن جیسے قومی رہنماؤں کے وقار کو ایک دم مٹا دینا ناممکن

امر تھا۔ چنانچہ یہ تمام باتیں قوم کے سامنے پھر رکھی گئیں۔ اور ان کو اپنے دھرم میں واپس لانے کی کوشش کی گئی۔ اس دھارمک یعنی مذہبی جدوجہد میں سوامی شنکر آچاریہ اور کمار بھٹ نے بہت حصہ لیا۔

باب ۸

جین مت

وردھمن مہابیر جس زمانے میں بھگوان بُدھ اپنے دھرم کا اپدیش کر رہے تھے اُنہیں ایام میں شری وردھمن مہابیر بھی اپنے جین مت کا پرچار کرنے میں مصروف تھے جینیوں کا یہ دعویٰ ہے اور اس کی بعض مؤرخین بھی تائید کرتے ہیں کہ اس مذہب کے اصل بانی شری پارس ناتھ جی تھے جو مہاتما بُدھ سے قریباً اڑھائی سو برس پہلے ہوئے ہیں۔ وردھمن چھوی خاندان کے راجہ سدھارتھ کے

لڑکے تھے - ان کا بچپن بھی گوتم بُدھ کی طرح گزرا اور جب بڑے ہوئے تو تیس برس کی عمر میں دنیا کو چھوڑ کر اُنہوں نے سنیاس لے لیا اور شری پارس ناتھ کے قدیم فرقے میں داخل ہو گئے - سخت سے سخت تپ کرنے شروع کئے اور تپسیا میں اتنے محو ہو گئے کہ اپنے تن بدن کی خبر نہ رہی - آخر ان کو گیان ہُوا اور اپنے خیال کے مطابق نجات کا راستہ معلوم کر لیا اور دوسرے لوگوں میں اُس کی اشاعت کرنی شروع کی - چالیس برس تک وہ بہار کے شمال و جنوب کے صوبوں میں چکر لگاتے رہے - بہت سے لوگ مہابیر جی کے شاگرد ہو گئے اور اُن کے اصولوں کو ماننے لگے - آخر ۷۳ برس کی عمر میں مہاتما بُدھ سے دس سال پیچھے ۴۶۷ء قبل مسیح میں اُن کا انتقال ہُوا - اس مذہب کی اشاعت بُدھ مذہب سے کم ہوئی لیکن اس کے پیرو اب تک بھی ہندوستان میں پائے جاتے ہیں اور اچھی حالت میں ہیں - بُدھ مذہب کی طرح بعد میں جینیوں کے بھی دو فرقے ہو گئے جو کہ آج تک سویتامبر اور دگامبر کے نام سے مشہور چلے آتے ہیں - پہلے گروہ کے لوگ سفید کپڑے پہنتے ہیں

اور دوسرے فرقے والے کپڑا پہننے کی نسبت ننگا رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں +

جین مذہب کے اصول +

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ جین مت اور بُدھ مت دونو ہندو دھرم کی شاخیں ہیں۔ چنانچہ یہ دونو آپس میں بہت ملتے جُلتے ہیں۔ بُودھوں کی طرح جینیوں کی زندگی کا مقصد بھی آواگون کے چکر سے چھُوٹ کر نروان حاصل کرنا ہے۔ بودھ مذہب والوں کی طرح جینی بھی ایذا رسانی کی بُرائی پر بہت زور دیتے ہیں۔ بلکہ ان سے یہ لوگ ایک درجہ آگے چلے جاتے ہیں۔ ان کے عقیدے کے مطابق روح نہ صرف آدمی میں ہے بلکہ ہر ایک جانور۔ درخت۔ پودے اور پتھر وغیرہ میں بھی موجود ہے۔ کرم یعنی اعمال کے نتیجہ کو دونو مانتے ہیں کہ مرنے کے بعد انسان کی روح اس کے اعمال کے مطابق دوسرے جسم میں داخل ہوتی ہے۔ مگر بُدھ نے کرم پر زور دیا ہے۔ اُس کے خیال کے مطابق نیک کردار ہونے اور اپنی خواہشوں کو روکنے اور حیوانات کے ساتھ مہربانی کا سلوک کرنے سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ مہابیر نے کرموں کے ساتھ تپ اور

عبادت پر بھی بہت زور دیا ہے ان کی اپنے پیروؤں کو یہ نصیحت تھی کہ نیک اعمال بے شک ضروری ہیں مگر ساتھ ہی عبادت اور تپسیا نروان حاصل کرنے کے لئے نہایت ضروری ہے۔ گو کئی ایک مذہبی اصولوں پر جین اور بُدھ دھرم کا ہندو دھرم سے اختلاف تھا تو بھی ہندو سوسائٹی کی بناوٹ میں ان مذاہب کے لوگوں نے کوئی انقلاب آمیز تبدیلیاں کرنے کی کوشش نہ کی نہ ذات پات کو اُکھاڑا اور نہ ہندوؤں کے دیوی دیوتاؤں کو جواب دیا چنانچہ آج تک اُن کی روزانہ زندگی ہندوؤں سے ملتی جُلتی ہے +

جین مت کی موجودہ حالت

جیسا پہلے بیان کیا جا چکا ہے مہاراجہ اشوک کے عہد میں بُدھ مذہب کو بڑی ترقی ہوئی راج دھرم ہونے کی وجہ سے یہ مذہب نہ صرف تمام ہندوستان میں ہی پھیل گیا بلکہ ہند سے باہر بھی کئی ممالک میں اس کی اشاعت کے لئے بھکشو لوگ روانہ کئے گئے۔ مگر جین مذہب کو اتنی ترقی نصیب نہیں ہوئی۔ تاہم آج کل جبکہ ہندوستان میں بُدھ مذہب کے پیرو نہایت ہی قلیل تعداد میں نظر آتے ہیں۔ جینیوں کی تعداد

اس وقت تقریباً ۱۵ لاکھ ہے۔ ان کی آبادی زیادہ تر صوبہ بمبئی میں ہے اور تجارت پیشہ ہونے کی وجہ سے یہ لوگ اکثر مالدار ہیں۔ ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں ان کے بنائے ہوئے بہت سے مندر ہیں جن میں وہ تیرتھنکروں کی عبادت کرتے ہیں۔ گجرات میں جینیوں کے بہت خوبصورت مندر بنے ہوئے ہیں۔ ان کو دیکھنے ہر سال سینکڑوں زیارت کرنے والے (جاتری) جاتے ہیں۔ ان کے مندروں میں تیرتھنکروں کی پوجا ہوتی ہے اور کہیں کہیں لمبی لمبی مورتیاں ہوتی ہیں۔ دکن کے کناڑا ضلع میں کارکل ایک مقام ہے۔ وہاں جینیوں کی بہت بڑی مورت ہے۔ اس کی اونچائی تقریباً ۴۲ فٹ ہے۔

جینی لوگ دیا کا اتنا خیال رکھتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے جانوروں (جیؤں) کی بھی جان لینے سے ڈرتے ہیں یہاں تک کہ پانی بھی چھان کر پیتے ہیں۔ یہ لوگ دان بھی بہت کرتے ہیں اور انہوں نے انسانوں کی دوا دارو اور جانوروں کی حفاظت کے لئے ہسپتال اپنے روپے سے کھلوا دئے ہیں۔

باب ۹

ہندوستان پر ایرانیوں اور یونانیوں کے حملے

آریہ ورت کی ریاستیں

مسیح سے ۶۰۰ برس قبل آریہ ورت میں بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں۔ اُن میں ایک ریاست گاندھار (قندھار) تھی۔ اُس کا دار السلطنت ٹیکسلا (تکشلا) تھا۔ یہ ریاست پشاور کے قریب تھی۔ دوسری ریاست اونتکا (مالوہ) کی تھی۔ اُس کا پایہ تخت اُجین تھا۔ تیسری ریاست شمالی اودھ کی تھی۔ اُس کا دار السلطنت سرسوتی تھا۔ کوشلوں نے مشرق میں کاشی کی ریاست کو اور شمال میں شاکیہ قوم کی سلطنت کو فتح کر کے اپنی سلطنت کو نیپال کی ترائی تک بڑھا لیا تھا۔ چوتھی ریاست مگدھ یعنی بہار کی تھی۔ اس ریاست

کی بنیاد راجہ بمبسار نے ۵۰۰ برس قبل مسیح ڈالی تھی اور پاٹلی پتر (پٹنہ) کو دار السلطنت بنایا تھا اسی کے زمانہ میں گوتم بُدھ اور مہابیر نے اپنے اپنے مذاہب کی اشاعت کی تھی - بمبسار کے بعد اُس کے بیٹے اجات شترو نے وِدیہہ کی جمہوری ریاست کو بھی فتح کر کے اپنی قلمروِ میں شامل کر لیا تھا اور وہ کوشلوں کو شکست دے کر اودھ پر بھی قابض ہو گیا تھا اب اودھ کی سلطنت ہمالیہ تک پھیل گئی تھی اور مگدھ کی ریاست کا نام بہت مشہور ہو گیا تھا +

دارا گشتاسپ کا ہند پر حملہ +

جس وقت وادیٔ گنگ بہار اور بنگال وغیرہ میں یہ سلطنتیں قائم ہو رہی تھیں - اس وقت دریاے سندھ اور اُس کے آر پار کا علاقہ غیر ممالک کے حملہ آوروں کی زد میں آ رہا تھا - ایران کے بادشاہ دارا گشتاسپ کو اپنی سلطنت بڑھانے کی دُھن سما رہی تھی - چنانچہ اوّل تو اُس نے افغانستان و بلوچستان وغیرہ پر ہاتھ مارا اور اُنہیں اپنی سلطنت سے ملحق کر لیا - اس کے بعد ۵۱۶ء قبل مسیح کے قریب اپنے امیر البحر سکائی لیکس کو پنجاب کی طرف بھیجا - اور دادی

سندھ پر اپنا تسلط جما لیا - یہاں سے ہر سال ایک معقول رقم بطور خراجِ فارس کے شاہی خزانہ میں داخل ہونے لگی - قریباً دو سو برس تک یہ علاقے ایران کے شہنشاہ کے زیرِ حکومت رہے +

سکندر اعظم

سکندر اعظم یونان کا ایک نہایت ہی باوقار عالی ہمت بادشاہ گزرا ہے - یہ دنیا کے اُن چند فاتحوں میں سے ہے جنہوں نے دنیا کی تاریخ پر اپنا نمایاں اثر چھوڑا ہے - سکندر کا ارادہ تھا کہ وہ تمام دنیا کو فتح کر کے اپنے ماتحت کر لے - چنانچہ جب وہ اپنے والد فیلقوس کے مرنے پر تخت نشین ہوا تو اسی نیت سے اُس نے پہلے یونان کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو اپنی ریاست مقدونیہ کے تابع کیا پھر ایشیا کی طرف رُخ کیا - ایران اور یونان میں مدت سے دشمنی چلی آتی تھی اور ایران کی سلطنت اس وقت کچھ کمزور ہو رہی تھی - سکندر نے پہلے تو فارس کے مقبوضات پر ہاتھ صاف کیا اور بعد میں اُس کے دار الخلافہ پر ۳۳۰ سنہ قبل مسیح میں قبضہ کر لیا - افغانستان اور پنجاب کا کچھ علاقہ شاہانِ فارس کے زیرِ حکومت رہ چکا تھا نیز سکندر نے بھی اس ملک کی دولت کی

داستانیں سُنی تھیں اس نے اب ہندوستان کا قصد کیا۔ پہلے کوہ ہندوکش سے ہو کر کابل کا قلعہ فتح کیا۔ وہاں سے چل کر سوات اور بجور کی گھاٹیوں میں جو جنگلی لوگ رہتے تھے ان پر فتح حاصل کی۔ ایک سال کے بعد ۳۲۶ھ قبل مسیح میں وہ دریائے سندھ کے کنارے آ پہنچا اور اٹک نامی مقام پر پُل بنا کر دریائے سندھ کو عبور کیا۔ وہاں سے ٹیکسلا کی طرف بڑھا جو اس وقت ایک بہت بڑا اور بارونق شہر تھا۔ ٹیکسلا کے راجہ نے سکندر کی بہت تعظیم کی اور یونانی فوج کی دریا سے پار اُترنے میں بھی امداد کی اور اُن کی رسد رسانی کے لئے بھی خاطر خواہ انتظام کیا اس زمانہ میں ٹیکسلا ہندوستان کا تعلیمی مرکز تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہاں لوگ بہت دور دور سے تحصیل علم کے لئے آتے تھے۔ سکندر نے یہاں کچھ روز آرام کیا اور اُس کی فوج نے بھی آرام کیا۔ پھر مشرق کی جانب بڑھا تاکہ راجہ پورس پر جو دریائے جہلم اور چناب کے درمیانی علاقہ کا حکمران تھا حملہ کرے۔

پورس پر حملہ

اب راجہ پورس کا حال سُنئے پورس بڑا شہ زور اور عالی حوصلہ

شخص تھا۔ سکندر کے آنے سے کچھ عرصہ پیشتر یہ اپنی ریاست کو بڑھانے کی کوشش میں لگا ہُوا تھا اور اسی وجہ سے ٹکسلا کے راجہ سے اُس کی دشمنی ہوگئی تھی۔ بلکہ محض اس غرض سے کہ وہ اپنے دشمن راجہ پورس کو نیچا دکھلائے۔ ٹکسلا کے راجہ نے سکندر کو پورس پر حملہ کرنے کی دعوت دی اور فوج وغیرہ کے ساتھ اُس کی امداد کی جب سکندر نے پورس کو اطاعت قبول کرنے کے لئے کہلا بھیجا تو پورس نے سکندر کو اطلاع دی کہ وہ جہلم کے کنارے اس کا مقابلہ کرے گا۔ چنانچہ پورس غنیم کو آتا دیکھ کر اپنی فوج لے کر لڑائی کے لئے روانہ ہُوا۔ مورخین کا بیان ہے کہ پورس کی فوج میں تیس ہزار پیدل سپاہی اور چار ہزار سوار تھے اور تین سو رتھ اور دو سو ہاتھی تھے بڑے گھمسان کا رن پڑا +

پورس کے ہاتھی لڑائی کے وقت بگڑ گئے۔ ان کو کوئی سنبھال نہ سکا۔ ان بے لگام حیوانوں نے اپنی ہی پیادہ فوج کو روندنا شروع کیا جس سے پورس کی فوج کا بہت نقصان ہُوا اور پیدل سپاہی اپنی بہادری دکھانے کا موقع نہ پا سکے۔ پورس نے شکست کھائی اس کے تمام ہاتھی مارے گئے

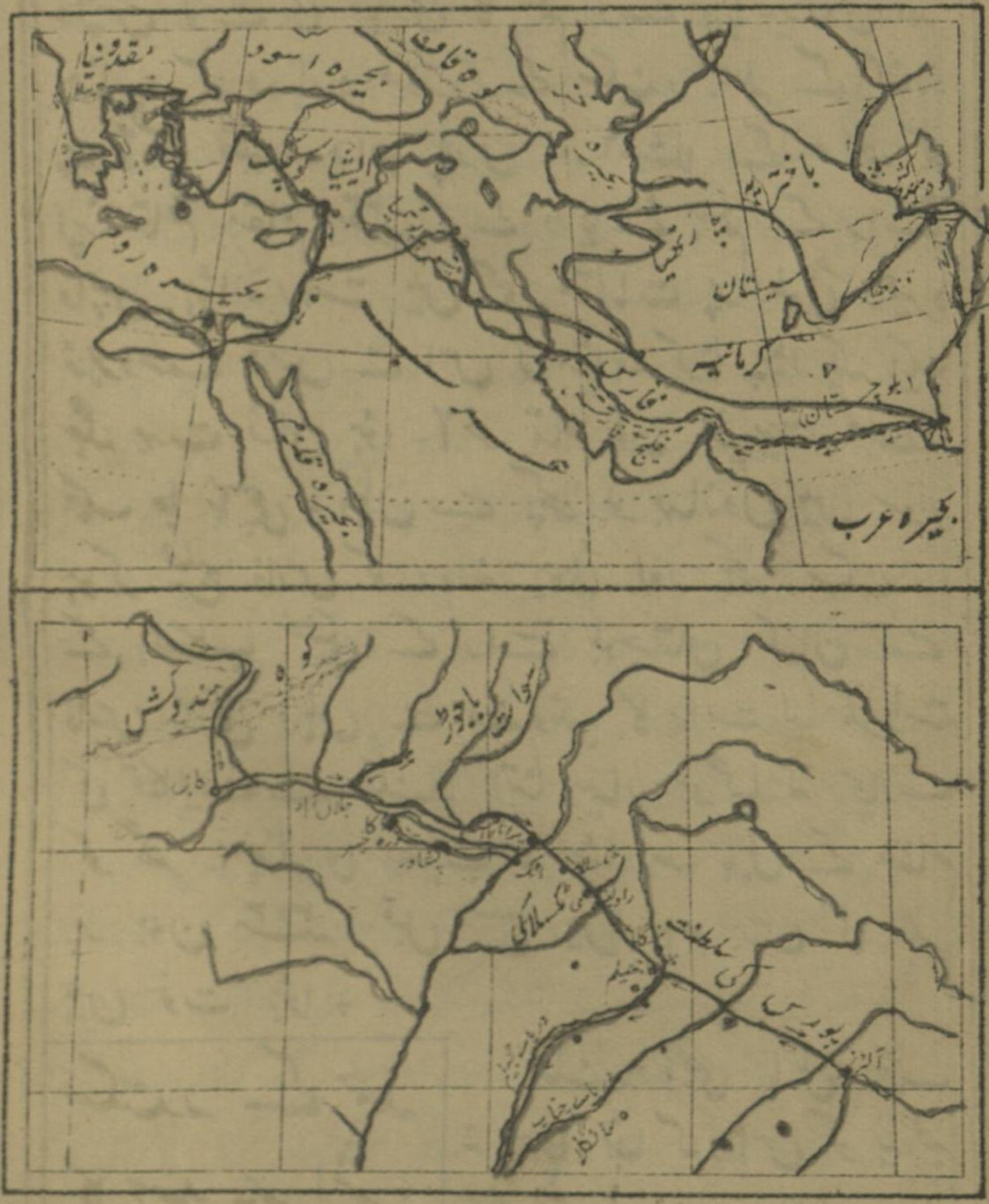
رتھ وغیرہ بھی برباد ہو گئے - بہت سے سپاہی کام آئے اور بہت سے زخمی ہوئے - پورس خود بھی بڑی بہادری سے لڑا اور نو زخم کھائے آخر میں دشمن نے اُسے گرفتار کر لیا - پورس نے سکندر کے سامنے پہنچ کر کہا کہ میرے ساتھ وہی برتاؤ ہونا چاہئے جو بادشاہ کو بادشاہ کے ساتھ کرنا مناسب ہے - سکندر اس کی بہادرانہ جنگ سے پہلے ہی دنگ رہ گیا تھا اس پر اس مردانہ جواب نے اس کے دل پر اَور بھی گہرا اثر کیا - سکندر دانا جرنیل تھا اُس کو یہ بھی خیال ہو گیا کہ پورس جیسے بہادر دشمن کو پیچھے چھوڑ کر اپنی فوج کو لے کر آگے بڑھنا حکمت عملی سے بعید ہوگا - مبادا کہ دشمن پھر موقع پا کر پیچھے سے آ پڑے اس لئے سکندر نے پورس کی جان بخشی کر کے اس کا ملک بھی واپس کر دیا - اور اس طرح سے دشمن کو دوست بنا کر خود غالباً مگدھ کی ریاست پر حملہ کرنے کی غرض سے چناب کے پار ہؤا - یہاں دریائے راوی کے کنارے رہنے والی چند زبردست قوموں نے سکندر کی فوج کا جان توڑ کر مقابلہ کیا - اس پر یونانی فوج نے آگے جانے سے دل چھوڑ دیا - جوں توں کر کے سکندر

دریائے بیاس تک پہنچا مگر یہ دیکھ کر کہ اُس کی فوج آگے جانے کا نام تک نہیں لیتی اُس نے واپس لوٹنے کی تیاری کا حکم دے دیا۔ راوی اور چناب کو دوبارہ عبور کر کے سکندر جہلم کے کنارہ پر آکر ٹھیرا۔ راجہ پورس اور ٹیکسلا کے راجہ کو اپنا قائم مقام مقرر کر کے دریائے جہلم کے راستے واپس ہوا۔ راستہ میں کئی مقامات پر ملوئی وغیرہ زبردست قوموں سے اس کو مقابلہ کرنا پڑا بلکہ ایک جگہ بہت زخمی ہوا۔ آخر تمام فوج بخیریت سمندر تک جا پہنچی۔ وہاں سے کچھ تو جہازوں میں سوار ہو کر خلیج فارس کو روانہ ہوئی اور کچھ سکندر کے ہمرکاب خشکی کے راستے بلوچستان مکران سے فارس پہنچی وہاں سے مقدونیہ کا راستہ لیا مگر راستہ کی تکالیف سے سکندر اتنا بیمار ہو گیا کہ بچارے کو گھر پہنچنا ہی نصیب نہ ہوا بلکہ بابل کے مقام پر جون ۳۲۳ قبل مسیح میں ۳۲ برس کی عمر میں فوت ہوا ؎

سکندر کے حملہ کا ہند پر اثر ؎

سکندر ابھی بابل تک نہ پہنچا تھا کہ اس کو یہ خبر پہنچی کہ پنجاب والوں نے بغاوت کر دی ہے۔ اُس کی موت کی خبر آنے کے

سکندر اعظم کا ہندوستان پر حملہ ۳۲۶ قبل از مسیح



جتنی بچی کھچی یونانی فوج یہاں پر تھی سب کو ملک چھوڑ کر جانا پڑا اور ہندوستان میں اُس کے اقتدار کا خاتمہ ہو گیا +

سکندر کے حملہ کے تعلق میں یہ اکثر سوال کیا جاتا ہے کہ یونانی تہذیب کا ہندوستان پر کس قدر اثر ہُوا - کئی مورّخوں کا خیال ہے کہ ہندو تہذیب اس حملہ کے ذریعہ یونانی تہذیب سے ضرور متاثر ہوئی ہے - مگر یہ کہنا بہت حد تک درست نہیں معلوم ہوتا - کیونکہ اوّل تو سکندر اور اُس کی فوج پنجاب سے پار ہی نہیں ہوئے تھے - دوم جتنا عرصہ پنجاب میں رہے جنگ میں ہی مصروف رہے ان کو تبادلۂ خیالات کی مہلت ہی نہ ملی - یہاں تک کہ اس زمانہ کے کسی ہندوستانی مورّخ نے اس حملہ کا ذکر تک نہیں کیا - ہندو مذہب جیسا تھا ویسا ہی قائم رہا اور اس پر کچھ بھی اثر نہ پڑا فن سپہ گری بھی بدستور جاری رہا - البتّہ اتنا ضرور ہُوا کہ سکندر کی موت کے بعد جب ہندوستان کے پڑوس میں باختریہ میں یونانی لوگوں کا تسلط ہو گیا تو ہندوؤں اور یونانیوں کے درمیان میل جول پیدا ہُوا اور ایک دوسرے کی تہذیب اور خیالات سے یہ دونو قومیں فائدہ اُٹھانے لگیں +

باب ۱۰

موریہ خاندان

چندر گپت ۳۲۱؁ ق م سے ۲۹۷؁ ق م تک

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ سکندر کی وفات کی خبر پہنچنے پر پنجاب میں ہل چل شروع ہو گئی چندر گپت نامی ایک منچلے سردار نے اس موقع سے فائدہ اُٹھاکر یونانی افسروں کو شکست دی اور ملک سے باہر نکال دیا اور بعد میں اپنے حُسنِ لیاقت اور جوہرِ انتظام سے تمام شمالی ہندوستان کو سر کرکے ایک عالیشان سلطنت کی بنیاد رکھی ؞

چندر گپت کا باپ مگدھ کے شاہی خاندان سے تھا لیکن اس کی ماں مُورا نامی ایک شودر کی لڑکی تھی اور غالباً اسی کے نام پر چندر گپت کے خاندان کا نام موریہ خاندان پڑا۔ چندر گپت کی اوائل عمر کا حال ابھی تک پورے طور پر معلوم نہیں ہُوا صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ مگدھ

کے راجہ مہاپدم نند نے کسی وجہ سے ناراض ہو کر اس کو وہاں سے نکال دیا اور اسی جلا وطنی کے زمانہ میں یہ پنجاب میں آیا اور یہاں سکندر سے اُس کی ملاقات ہوئی۔ پنجاب میں چانک نامی ایک مدبر برہمن سے اُس کی واقفیت ہوئی جو کہ بعد میں اُس کا وزیر اعظم بنا۔ چنانچہ اُس کی مدد سے چندر گپت نے پنجاب پر تسلط جمایا اور یہاں سے پھر ایک بڑی جرار فوج تیار کر کے مگدھ پر چڑھائی کی اور راجہ نند کو تخت سے اُتار کر خود بادشاہ بن گیا۔ اور رفتہ رفتہ تمام شمالی ہند کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں ملا لیا۔

سیلوکس کے ساتھ لڑائی

سکندر کی موت کے بعد مغربی ایشیا میں اس کے افسر آپس میں لڑنے لگے۔ آخر سیلوکس جو سکندر کا سب سے بڑا افسر تھا۔ اس جنگ میں کامیاب ہوا۔ اس نے سیریا میں اپنی حکومت قائم کی اور بعد میں اپنی سلطنت کو کوہ ہندوکش تک بڑھا لیا۔ ۳۰۵ء قبل مسیح دریائے سندھ کو عبور کر کے ہندوستان پر حملہ کیا۔ لیکن چندرگپت نے اس کو شکست دی اور وہ صلح کرنے پر

مجبور ہوا۔ سیلوکس نے چندر گپت سے اپنی لڑکی کی شادی کر کے کابل۔ ہرات اور قندھار جہیز میں دے دیا۔ اس طرح چندر گپت کی سلطنت کوہ ہندوکش تک پھیل گئی۔ سیلوکس نے مگاستھنیز نامی ایک سفیر کو بھی چندر گپت کے دربار میں چھوڑ دیا +

نظامِ سلطنت اور میگاستھنیز کی شہادت

میگاستھنیز نے ہندوستان کے نظامِ سلطنت اور مختلف واقعات کو قلمبند کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ اس عظیم سلطنت میں چندر گپت نے اپنے دانا اور مدبّر وزیر چاڑنکہ کے مشورہ سے نہایت ہی اعلےٰ پایہ کا انتظام کر رکھا تھا۔ کل ملک چار بڑے بڑے صوبوں میں تقسیم کیا ہُوا تھا اور اُن پر حکومت کرنے کے لئے صوبہ دار مقرّر تھے۔ ہر ایک صوبہ چھوٹے چھوٹے اضلاع میں منقسم تھا اور ہر ایک میں علٰحدہ علٰحدہ افسر مقرر تھے۔ رعایا سے کل پیداوار کا چوتھائی حصّہ بطور مالگزاری وصول کیا جاتا تھا۔ زراعت کی ترقی کے لئے نہریں اور سڑکیں بھی بنوائی گئی تھیں اور اُن کا انتظام ایک علٰحدہ محکمہ کے سپرد تھا۔ مسافروں کی آسانی کے لئے سڑکوں پر میلوں کے نشانات موجود تھے۔ سلطنت کے دارالخلافہ پاٹلی پُتر کے

انتظام کی نسبت میگاستھنیز نے بہت واضح طور پر لکھا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ بڑا وسیع اور عالی شان شہر تھا۔ اس میں ۶۴ دروازے تھے اور اس کے گرد لکڑی کی نہایت ہی مضبوط فصیل تھی۔ اور اس کے اِرد گِرد ایک چوڑی اور گہری خندق تھی جس میں ہر وقت پانی بھرا رہتا تھا۔ شہر کے انتظام کے لئے چھ کمیٹیاں تھیں۔ ایک کمیٹی ملک کی اموات و پیدائش کا اندراج کرتی تھی۔ دوسری کمیٹی چُنگی کا محصول جمع کرتی تھی۔ تیسری صنعت و حرفت کی ترقی کا انتظام کرتی تھی۔ چوتھی غیر ملک کے مسافروں کی حفاظت کرتی تھی۔ پانچویں تجارتی انتظامات کرتی تھی اور ناپ تول اور تولنے کے باٹوں کی جانچ پڑتال کرتی تھی۔ چھٹی کمیٹی دستکاروں کی بنائی ہوئی چیزوں کی فروخت کا انتظام کرتی تھی۔ میگاستھنیز کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں سزا بہت سخت دی جاتی تھی۔ مجرموں کے ہاتھ پیر کٹوا دئے جاتے تھے کبھی کبھی جرمانہ دینے پر اس سزا سے معافی بھی ہو جاتی تھی۔ قتل کرنا۔ تالابوں کے پشتے توڑنا۔ سرکاری مال یا جائداد کو نقصان پہنچانا۔ نقب لگانا وغیرہ وغیرہ جرائم کے لئے پھانسی کی سزا دی

جاتی تھی - میگاستھنیز نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی سرکاری دستکار کو نقصان پہنچاتا تھا تو اُس کو بھی پھانسی کی سزا ملتی تھی - اسی وجہ سے ملک دستکاری میں بڑا مشہور تھا - چنانچہ حال ہی میں ٹیکسلا کے کھنڈرات میں دبے ہوئے موریہ زمانے کے نہایت ہی خوبصورت اور مرصّع سونے چاندی کے زیورات دستیاب ہوئے ہیں - میگاستھنیز نے ہندوؤں کے خصائل کی بابت بڑی اعلےٰ رائے تحریر کی ہے - وہ لکھتا ہے - "یہ لوگ بڑے راستباز اور نیک کردار ہیں - جھوٹ ہرگز نہیں بولتے - ایک دوسرے پر اتنا اعتبار ہے کہ تمام اقرار اور وعدے زبانی ہوتے ہیں - تحریر کی ضرورت ہی نہیں پڑتی - چوری ملک میں بہت کم ہوتی ہے اور اسی لئے عام طور پر ان لوگوں کو اپنے گھروں میں قفل لگانے کی بھی ضرورت نہیں پڑتی - یہ لوگ شراب نہیں پیتے ہیں - ان کے مرد بہادر اور عورتیں پاکباز ہیں - ان کی زندگی نہایت ہی سادہ ہے"۔

بندوسار

چندرگپت کے بعد اس کا بیٹا بندوسار حکمران ہوا اُس نے بھی اپنے باپ کی طرح اور ریاستوں کو فتح کرکے اپنے

قلمرو میں شامل کیا۔ بندوسار نے ۲۵ برس کے قریب حکومت کی مگر ابھی تک اس کے عہدِ حکومت کے مفصّل حالات کا پتہ نہیں چلا ٭

اشوک ۲۷۲-۲۳۲ قم

بندوسار کے بعد اس کا چھوٹا بیٹا اشوک وردھن تخت نشین ہؤا۔ باپ نے سب بھائیوں میں سے لائق سمجھ کر اپنی زندگی میں ہی اشوک کو ولی عہد قرار دے دیا تھا اور یکے بعد دیگرے اپنی سلطنت کے دو بڑے صوبوں کا حاکم بنایا تھا۔ ایک ٹکشلا اور دوسرے اُجین کا اور ان دونو میں اس کی حُسنِ لیاقت کا سکّہ جم چکا تھا۔ اشوک کی حکومت کے متعلّق بہت سے جھوٹے افسانے مشہور ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ سلطنت حاصل کرنے کے لئے اس نے اپنے ۸۰ یا ۹۰ بھائیوں کو قتل کرا دیا تھا۔ لیکن یہ سب باتیں محض فرضی اور بناوٹی ہیں۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ اس کو اپنے بڑے بھائی سوساما سے لڑنا پڑا ہو ٭

اشوک ۲۷۲ برس قبل مسیح مسندِ حکومت پر بیٹھا تھا ٭

کالنگا کی فتح

جس وقت مہاراجہ اشوک اپنے باپ کا جانشین ہؤا اس وقت موریہ

سلطنت یوں تو موجودہ مدراس پریسیڈنسی تک پھیلی ہوئی تھی مگر صوبہ مگدھ کے نیچے اور دریائے مہاندی اور گوداوری کے درمیان کی ریاست کالنگا ابھی تک خود مختار تھی۔ اس کو اپنی سلطنت میں شامل کرنے کی غرض سے ۲۶۱ قبل مسیح اشوک نے ریاست کلنگ (اُڑیسہ) پر حملہ کیا اور ایک بہت بڑی لڑائی کے بعد اُس کو فتح کر لیا۔ اس لڑائی میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ آدمی قید اور ایک لاکھ قتل ہوئے۔ اشوک کے دل پر اس کا بہت گہرا اثر ہوُا۔ اور اُس نے عہد کر لیا کہ آئندہ کبھی جنگ نہ کرونگا۔ اس کے بعد اشوک نے اپنی توجّہ مذہب کی طرف پھیر دی اور اپنی زندگی کا یہ اصول بنا لیا کہ سچّی فتح صرف دھرم کی فتح ہی ہے اور اسی اصول پر باقی ماندہ زندگی میں عمل درآمد کیا اور خود بُدھ مذہب کا پیرو ہوگیا۔

اشوک کی سلطنت کی حدود۔

اشوک کے عہد میں سلطنت موریہ کی حد شمال میں ہندوکش پہاڑ تک تھی جس میں کشمیر۔ نیپال اور افغانستان بھی شامل تھے مغرب میں بلوچستان۔ سندھ۔ گجرات اور

مالوہ کے صوبجات تھے۔ مشرق میں کلنگ اور بنگال اور جنوب میں بنگلور تھا۔ کرشنا ندی کے جنوب میں دراوڑوں کی خود مختار ریاستیں چیرا۔ چولا اور پانڈیا موجود تھیں۔ آندھرا دیش کے اضلاع بھی اشوک کی سلطنت میں شامل تھے +

بُدھ مذہب کی ترقی +

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ جنگ کالنگا کے بعد اشوک بُدھ مذہب کا پیرو ہو گیا تھا۔ اب اس مذہب کے ایک لائق اُپ گپت نامی سادھو کی نصیحت کا اُس پر اور بھی اثر پڑا جس سے اشوک نے بُدھ کے اصولوں پر پورے طور پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ اپنی رعایا اور سرکاری ملازمین کے لئے انہی اصولوں پر ہدایات جاری کیں۔ اور اپنی سلطنت کے کونہ کونہ میں اُن کو پہاڑ کی چٹانوں اور پتھر کے ستونوں پر عام فہم زبان میں کندہ کرا دیا۔ ان میں سے کثیر تعداد اب تک موجود ہے اور یہی اشوک کے عہد کی تواریخ کے ماخذ ہیں +

مہاراجہ اشوک کی زندگی کا سب سے بڑا کام بُدھ مذہب کی اشاعت تھا۔ اس نے نہ صرف ہندوستان میں ہی بُدھ مذہب کو پھیلایا بلکہ باہر

کے ملکوں میں بھی اس کی اشاعت کے لئے واعظ اور مشنری بھیجے چنانچہ لنکا۔ مصر۔ شام اور مقدونیہ وغیرہ میں جاکر بھکشو لوگوں نے بُدھ مذہب کی اشاعت کی۔ خود اشوک کے بھائی مہندر نے لنکا میں اس مذہب کی اشاعت کی اور اس کی لڑکی چارومتی نے نیپال میں کام کیا خود اشوک نے بھی اپنے گرو اُپ گپت کے ہمراہ بُدھ مذہب کے مقدّس مقامات کی زیارت کی۔ مثل مشہور ہے "جیسا راجا ویسی پرجا" راج دھرم ہونے کی وجہ سے راجہ اشوک کے عہد میں بُدھ مذہب کو بہت ہی عروج حاصل ہوُا اور ملک کا بیشتر حصّہ اس مذہب کا پیرو ہوگیا۔ بُدھ مذہب کے اصولوں کو طے کرنے کی غرض سے ۲۴۲ء قبل مسیح میں پٹنہ کے مقام پر ایک بڑا جلسہ بھی منعقد کیا گیا +

اشوک کی تعلیم

اپنے عہدِ حکومت میں اشوک کا زیادہ زور اس بات پر رہا کہ اس کی رعایا کے اخلاق اس کے اپنے عقیدہ کے مطابق بڑے اعلےٰ پایہ پر ہوں۔ اس کی تعلیم کے امتیازی (خاص) اصول مفصلۂ ذیل تھے:-

(۱) اہنسا۔ بُدھ مذہب کی تعلیم کے مطابق کسی

جاندار کو ذبح کرنا گناہِ عظیم تھا - مہاراجہ اشوک نے بھی جانوروں کا ذبح کیا جانا قطعاً بند کر دیا اور خود بھی شکار کرنا اور گوشت کھانا موقوف کر دیا +

(۲) ہر شخص کا یہ فرض ٹھیرایا گیا کہ وہ ماتا - پتا - اُستاد و دیگر بزرگوں کی عزت کرے نیز یہ بھی قرار دیا گیا کہ کوئی شخص دوسرے کے مذہب کی توہین نہ کرے +

(۳) اس کی تعلیم کا تیسرا زرین اصول سچ بولنا تھا - راست گوئی اور صداقت شعاری ہر شخص کے لئے ضروری تصوّر کی جاتی تھی +

اشوک کی نگاہ میں دوسروں کے ساتھ ہمدردی اور عزّت سے پیش آنا ہی زندگی کا اصلی مدّعا تھا - خود اُس نے رعایا کے آرام کے لئے سڑکوں کے دونو طرف سایہ دار درخت لگوا دئے تھے اور تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر مسافروں کے آرام کے لئے کوئیں اور مسافرخانے بھی بنوا دئے تھے - اس نے شفاخانے اور یتیم خانے بھی کُھلوائے تھے اور غریبوں کی پرورش کا اچھا بندوبست کیا تھا - وہ جانوروں پر بہت رحم کرتا تھا - اس کی سلطنت میں جانوروں کے آرام کا معقول انتظام تھا +



اشوک کی سلطنت

سنہ ۲۶ قبل از مسیح

نظامِ سلطنت اور اشوک کا چلن ؛

جو نظام سلطنت چندر گپت نے قائم کیا تھا اور جس کا ذکر پہلے آ چکا ہے اس میں مہاراجہ اشوک نے کوئی نمایاں تبدیلی نہیں کی۔ البتہ اپنے اصولوں کی اشاعت کی غرض سے کئی نئے سرکاری افسر مقرر کئے جن کا کام یہ تھا کہ نئے مقرر کئے ہوئے قواعد کی اشاعت کرنے اور پابندی کرانے میں کوشش کریں۔ مہاراجہ خود بڑا محنتی تھا اور وہ ہر وقت مصیبت زدہ لوگوں کی فریاد سُننے کے لئے تیار رہتا تھا۔ سرکاری جاسوسوں کو حکم تھا کہ رعایا کے کاموں کی فوراً خبریں پہنچایا کریں۔ اس کو رفاہِ عام کا بڑا خیال تھا اور رعایا کے آرام کی نئی نئی تدبیریں ہمیشہ سوچا کرتا تھا۔ اس کی حکومت کا زمانہ امن و امان میں گزرا اور رعایا آرام سے زندگی بسر کرتی تھی۔ صنعت و حرفت میں بھی نمایاں ترقی ہوئی اور تعلیم کا بھی معقول انتظام تھا۔ بدھ مذہب کے مندروں میں بہت سے پنڈت اور عالم تعلیم دینے کے لئے مقرر تھے۔ مختلف میناروں کے کتبوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانہ کے لوگ نوشت و خواند میں

کافی مہارت رکھتے تھے ؛

بُدھ مذہب کی کتابوں میں اشوک پیاداسی کے نام سے مشہور ہے۔ بعض کے نزدیک اشوک کے برابر عظیم الشان بادشاہ ہندوستان میں نہیں ہوا ؛

سنہ ۲۳۲ قبل مسیح میں اشوک نے وفات پائی۔ اس کی وفات کے بعد خاندان موریہ کا زوال شروع ہوا اور دو سو برس کے بعد آندھر خاندان والوں نے موریہ سلطنت پر قبضہ کر لیا ؛

باب ۱۱

خاندان سنگا۔ کنو اور اندھرا

خاندان سنگا سنہ ۱۸۵ ق م سے سنہ ۳۰ ق م تک ؛

مہاراجہ اشوک کی وفات کے بعد سلطنتِ موریہ کا شیرازہ بکھرنا شروع ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اس کے کمزور جانشینوں کے زمانہ میں ملک کے مختلف حصوں میں بہت سی خود مختار ریاستیں وجود میں آ گئیں۔ چنانچہ سنہ ۱۸۵ قبل مسیح میں اس خاندان کا آخری

بادشاہ برداتھ اپنے سپہ سالا پشپ متر کے ہاتھ سے قتل ہؤا۔ پشپ متر نے مگدھ کے تخت پر قبضہ کر لیا اور نئے خاندان کی بُنیاد ڈالی۔ جس کو سنگا خاندان کہتے ہیں +

پشپ متر کے عہد کے مشہور واقعات دو ہیں۔ ایک یہ کہ باختریہ کے بادشاہ مینڈر نامی نے جس کا مفصل ذکر آگے کیا جائے گا ۱۵۳ء قبل مسیح کے قریب ہندوستان پر حملہ کیا۔ مگر پشپ متر نے اُس کا مقابلہ کر کے اُس کو پسپا کیا اور بھگا دیا۔ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ بہت سے راجاؤں کو مطیع کر کے پشپ متر نے اشومیدہ یگیہ کیا۔ بہت سے اس قسم کے یگیہ جن میں جانوروں کی قربانی کی جاتی تھی مہاراجہ اشوک کے وقت میں حکماً بند کئے گئے تھے۔ اس بادشاہ نے اپنے عہد میں اس رسم کے علاوہ ہندو مذہب کی اور کئی پُرانی رسموں کو از سرِ نو رواج دیا +

خاندان کنوا ۷۳ء ق م سے ۲۸ء ق م تک +

پشپ متر کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا اگنی متر حکمران ہؤا مگر اس کے یا اس کے دیگر جانشینوں کے عہد کے مفصل حالات دستیاب نہیں ہوئے۔ اس خاندان

کا آخری بادشاہ دیو بھومی تھا جس کو ۷۳ء قبل مسیح کے قریب اُس کے وزیر واسدیو کنو نے قتل کیا اور ایک نئے خاندان کی بنیاد رکھی۔ اس خاندان نے ۴۵ برس مگدھ پر حکومت کی مگر اُن کے عہد کا کوئی کارنامہ قابل ذکر نہیں ہے*

خاندان آندھرا

سلطنت آندھرا اس زمانہ میں بہت عروج پر تھی۔ آندھر خاندان والے آریہ نسل سے تھے۔ وہ زمانہ قدیم میں گنگا کی وادی کو چھوڑ کر مہاندی اور گوداوری کی وادی میں جا بسے تھے۔ وہاں اُنھوں نے اپنی سلطنت قائم کر لی تھی جس میں دکن کا مشرقی حصہ اور تلنگانہ بھی شامل تھے۔ یہ سلطنت سینکڑوں برس تک قائم رہی۔ خاندانِ آندھر کے ایک راجہ نے ۲۸ سال قبل مسیح ایک بڑی فوج لے کر مگدھ کے مُلک پر چڑھائی کی اور کنو خاندان کے آخری بادشاہ سے مُلک چھین لیا۔ خاندان آندھر کی ایک شاخ تقریباً تین سو برس تک مگدھ اور مشرقی ہندوستان پر حکومت کرتی رہی اور دوسری شاخ دکن میں حکمراں تھی۔ ان کی حکومت بہت دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس خاندان کا ایک مشہور بادشاہ

پہلا شاعر گزرا ہے۔ اس خاندان کا دوسرا نام ست داہن خاندان تھا +

باب ۱۲

پارتھین اور باختریں خاندان کے حملے اور خاندان کشان کی ہند میں حکومت

جس زمانہ میں خاندان سنگا۔ کنو اور آندھرا کا سلطنت مگدھ میں دور دورہ تھا۔ قریباً اسی زمانہ میں پنجاب اور دریائے سندھ کے پار کے علاقہ میں کئی قسم کے انقلابات ہو رہے تھے اور وہاں غیر اقوام کے حملہ آور اپنا سکّہ جا بجا بٹھا رہے تھے۔ اُن کا مختصر حال اس باب میں درج کیا جائے گا +

پارتھیا اور باختریہ کی بغاوت +

سنہ ۲۶۱ قبل مسیح کے قریب سلطنت باختریہ پر سیلوکس (جس کا ذکر چندر گپت کے بیان میں آچکا ہے) کا پوتا

فرمانروا ہؤا۔ اس کے عہد کے آخری حصّہ میں اُس کی سلطنت کے دو مشہور علاقے آزاد ہو گئے یعنی پارتھیا اور باختریہ۔ اُن دونوں صوبوں میں اب خود مختار حکومتیں قائم ہو گئیں۔ اور کچھ عرصہ کے بعد جب اشوک کے مرنے پر پنجاب اور کابل کے سرداروں نے سلطنت مگدھ کی اطاعت سے مُنہ موڑ لیا تو باختریہ کے حکمرانوں نے کوہ ہندوکُش کو عبُور کر کے ان پر حملے کرنے شروع کر دئے اور رفتہ رفتہ کابل اور پنجاب کو اپنے زیر حکومت کر لیا۔ مینینڈر جس کا ذکر پشپ متر کے عہد میں آچکا ہے اسی خاندان کے فرمانرواؤں میں سے تھا۔ اس خاندان کے آخری بادشاہ کا نام ہرمیکس تھا جسے اہل پارتھیا نے تخت سے اُتار دیا +

پارتھیا سیلوکس کی سلطنت کا دوسرا صوبہ تھا جس کے باشندوں نے ۲۵۰ قبل مسیح کے قریب اپنی خود مختار ریاست قائم کر لی تھی۔ اس خاندان کے بھی چند بادشاہوں نے کوہ ہندوکُش اور دریائے سندھ کو عبُور کر کے پنجاب کے کچھ علاقہ پر اپنا تسلط جما لیا تھا۔ مگر ان لوگوں کے عہد کے حالات کا کچھ ٹھیک پتہ نہیں

چلتا - صرف چند سکے ملے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ علاقہ اُن کے زیر حکومت تھا۔

شاک ۔یوچی خاندان کشان

باختریہ اور پارتھیا قوموں کی حکومت کا خاتمہ شاک ۔یوچی قبیلوں کی یورش سے ہُوا - یہ لوگ ۱۵۰ سنہ قبل مسیح کے قریب قریب اپنے اصلی وطن چین کے شمال مغربی حصّہ سے نکل کر جنوب میں پھیل گئے اور اوّل اوّل سلطنت باختریہ کو شاک قوم نے تاخت و تاراج کیا - اُن کے بعد ۱۶۰ سنہ قبل مسیح کے قریب قبیلہ یوچی نے ادھر کا رُخ کیا جس سے شاک قوم کو آگے بڑھنا پڑا - اُنہوں نے آگے بڑھ کر سلطنت پارتھیا کو تباہ کیا - اور خود اس علاقہ میں بسنے شروع ہوئے - کچھ مدّت بعد یوچی لوگ بھی وہاں آ پہنچے - غرض کچھ عرصہ تک ایسا ہی ہوتا رہا - آخر ۱۵ سنہ ع کے قریب یوچی لوگوں کی ایک شاخ جسے کشان یا کش بھی کہتے تھے - ایسی طاقتور ہو گئی کہ اُنہوں نے اپنی ایک بادشاہت قائم کر لی - ان کے پہلے بادشاہ کا نام کیڈفیس اوّل اور دوسرے کا کیڈفیس ثانی تھا - اُن کی سلطنت ایران کی حد سے لے کر دریائے سندھ تک

پھیل گئی - اس خاندان کا سب سے مشہور بادشاہ کنشک تھا جو کیڈفیس دوم کے بعد ۱۲۰ء میں تخت نشین ہوا - اس کا دارالسلطنت پشپ پور تھا جسے آج کل پشاور کہتے ہیں +

یہ حکمران بھی مہاراجہ اشوک کی طرح بُدھ مذہب کا بڑا معتقد تھا اور اُس نے بھی اپنے عہد میں اس مذہب کے پیروؤں کا ایک دربار منعقد کیا اور مذہب کے قواعد میں کچھ ترمیم بھی کر دی - اُس کے زمانۂ حکومت میں کُشن سلطنت بہت زیادہ دور تک پھیل گئی - اُس نے کشمیر کو بہت جلد اپنی قلمرو میں شامل کر لیا اور چینی ترکستان پر بھی اپنا قبضہ جما لیا - پھر جب اُس کے پاس سامانِ جنگ کافی ہو گیا تو اُس نے خُتن - کاشغر اور یارقند وغیرہ مُلکوں کو بھی فتح کر لیا - جنوب میں اس کی سلطنت کوہ بندھیاچل تک پھیل گئی اور دور دور کے راجہ اس کے ماتحت ہو گئے +

تقریباً ۱۴۰ء میں کنشک نے وفات پائی - اس کے دو لڑکے تھے - دِشنک اور ہُوشک

وشِشک اپنے باپ سے پہلے ہی مر گیا تھا اس لئے کنشک کی وفات کے بعد اُس کا چھوٹا لڑکا تخت نشین ہؤا ۔

ہُوشک کے زمانہ کے صحیح حالات پر تاریکی چھائی ہوئی ہے ۔ لیکن اتنا پتہ ضرور چلتا ہے کہ وہ خاندان کشن کا آخری اور زبردست بادشاہ تھا ۔ اس کی وفات کے بعد سلطنت کشن کی حالت روز بروز ابتر ہوتی گئی اور بہت سے صوبے ان کے ہاتھ سے نکل گئے ۔

کنشک کے زمانہ میں چرک نامی ایک بہت بڑا وید یا طبیب ہؤا ہے جس نے علم طبابت کی بہت اچھی کتاب تصنیف کی ہے جو اب تک مشہور ہے ۔ اس زمانہ سے بُدھ مذہب کا اثر کم ہونے لگا اور (پورانک) برہمنوں کے مذہب کی ترقی شروع ہو گئی ۔ کنشک کے زمانہ میں بُدھ مذہب میں بہت سی آمیزش ہو گئی تھی ۔ اور شمال مغربی ممالک کے تمام لوگ اس نئی شاخ کے جس کو مہایانہ مت کہتے تھے معتقد تھے ۔ مہاتما بُدھ نے نہ کچھ خدا کی بابت کہا اور نہ کچھ اگلی دنیا کی بابت بتایا لیکن ان لوگوں نے اپنے بُدھ ہی

کو خدا اور اپنی نجات کا ذریعہ سمجھ لیا اور پتھر کے بت بنا کر اُس کی پرستش شروع کر دی ۔

باب ۱۳

خاندان گپت

چندر گپت اوّل
۳۲۰-۳۳۵ء

خاندان کشان اور خاندان اندھرا کا خاتمہ قریباً ایک ہی وقت یعنی ۲۲۷ء کے قریب قریب ہؤا ۔ اس کے بعد ایک سو سال تک کوئی ایک زبردست سلطنت ہندوستان میں قائم نہ ہوئی ۔ اس لئے اس زمانہ کی تواریخ کا کچھ پتہ نہیں چلتا ۔ مگر جونہی ہم چوتھی صدی عیسوی سے آگے نکلتے ہیں تو یہ دقت دور ہونی شروع ہو جاتی ہے ۔ کیونکہ اب گپت خاندان کے بادشاہوں کا دور دورہ شروع ہو جاتا ہے ۔

اس خاندان کی بُنیاد چندر گپت نے رکھی تھی جو ۳۲۰ء میں پاٹلی پُتر یعنی پٹنہ میں تخت نشین ہُوا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اُس نے اپنی سلطنت کو ترہت۔ اودھ اور بہار تک وسیع کر لیا۔ اس خاندان نے تقریباً تین سو برس تک حکومت کی۔ چندر گپت نے اپنا نیا سمت جاری کیا جس کا آغاز ۳۲۰ء سے ہوتا ہے۔

سمدر گپت
۳۲۵ء-۳۷۵ء

چندر گپت کے بعد اس کا بیٹا سمدر گپت ۳۲۵ء سے ۳۷۵ء تک حکمران رہا۔ اُس نے ۴۰ یا ۵۰ برس تک حکومت کی اور تھوڑے ہی زمانہ میں دور دراز کے ملکوں پر بھی قبضہ کر لیا اور وسط ہند کو فتح کر کے وہاں کی صحرائی اقوام کو شکست دی۔ اس سے اُس کی سلطنت نربدا تک پھیل گئی اور بہت سے راجہ اس کے ماتحت ہو گئے۔ اُس نے دکن میں جن مقامات کو فتح کیا انہیں اپنی سلطنت میں شامل کر لینے کے بجائے مفتوح حکمرانوں سے بہت سا روپیہ وصول کیا۔ جب اُس کی سلطنت پورے طور پر قائم ہو گئی تو اُس نے (اشومیدہ یگیہ)

گھوڑے کی قربانی کی اور اس میں بڑے بڑے راجہ مہاراجہ شریک ہوئے۔ سمدر گپت بڑا قابل اور طاقتور بادشاہ تھا اور غیر ملکوں کے بادشاہ بھی اس کو مانتے اور اُس کی عزت کرتے تھے۔

الہ آباد کے قلعہ میں جو اشوک کی لاٹ (مینار) ہے اس پر ایک کتبہ سمدر گپت کا بھی کندہ کرایا ہؤا موجود ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شمالی ہندوستان کے حکمران اور دکن کے راجہ اُس کو اپنا شہنشاہ تسلیم کرتے تھے۔

سمدر گپت شہنشاہ ہونے کے علاوہ بہت بڑا شاعر بھی تھا۔ علم موسیقی کا بھی اُسے خاص شوق تھا اور بین باجا بھی اچھی طرح بجا سکتا تھا۔ وہ عالموں سے بہت محبت رکھتا تھا۔ اور اُن سے مذہبی کتابوں کی تشریح کراتا تھا۔ اگرچہ وہ خود ہندو مذہب کا پیرو تھا لیکن پھر بھی بُدھ مذہب کو وہ بڑی عزت کی نظر سے دیکھتا تھا۔

چندر گپت بکرماجیت
۳۷۵-۴۱۳ء

تقریباً ۳۷۵ء میں سمدر گپت کا بیٹا چندر گپت دوم تخت نشین ہؤا۔ اور اُس نے ۴۱۳ء تک سلطنت کی۔ کچھ عرصہ کے بعد

اس نے بکرماوت کا خطاب اختیار کیا جس کے معنی ہیں (آفتاب کی طاقت والا) اُس نے مالوہ - گجرات - سوراشٹر وغیرہ ممالک کو جہاں پر قوم شاک کے راجہ سلطنت کرتے تھے۔ فتح کر لیا اور شاکوں کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔ مالوہ کو فتح کرنے کے بعد بجائے پٹنہ کے اجودھیا کو اپنا دار السلطنت بنایا، اور اس کے بعد ۴۰۹ء کے قریب سابھی نامی مقام کو راجدھانی قرار دیا تاکہ مفتوحہ علاقوں کا انتظام بخوبی کر سکے۔ گجرات کاٹھیاواڑ وغیرہ کے فتح کرنے سے سمندر کی تجارت جو ان بندرگاہوں پر ہوتی تھی تمام اس کے ہاتھ میں آ گئی۔ اور اس طرح سلطنت کی آمدنی میں بڑا اضافہ ہوا +

فاہیان اسی راجہ کے عہد حکومت میں ایک چینی سیّاح جس کا نام فاہیان تھا بُدھ مذہب کی کتابوں کی تلاش میں ہندوستان آیا اور تقریباً چھ سال تک سیر و سیاحت اور دریافت حالات میں مصروف رہا۔ اُس نے جو کچھ مختصر حال ہندوستان کا لکھا ہے اس سے اُس زمانہ میں اس ملک کے

رسم و رواج اور طرز حکومت کا اچھا پتہ چلتا ہے - فاہیان لکھتا ہے کہ انتظام سلطنت بہت عمدہ تھا - رعایا بہت خوشحال تھی - سرکاری مالگذاری بہت کم تھی - مسافروں کے آرام کے لئے سڑکوں پر مسافرخانے اور سرائیں تھیں اور دار الحکومت میں ایک بہت بڑا شفاخانہ تھا جہاں لوگوں کا علاج مُفت کیا جاتا تھا - پاٹلی پُتر بہت بڑا شہر تھا اور اس میں دو بڑے بڑے مٹھ تھے جہاں ہزاروں طالب علم تعلیم پاتے تھے - لوگ بلا خوف ایک جگہ سے دوسری جگہ آجا سکتے تھے - معمولی جرموں کی پاداش میں محض جرمانہ کی سزا دی جاتی تھی - پھانسی بہت کم دی جاتی تھی اور ہاتھ پیر وغیرہ کاٹنے کی سزائیں صرف باغیوں اور ڈاکوؤں ہی کو دی جاتی تھیں - سرکاری ملازموں کی معقول تنخواہیں مقرر تھیں - وہ رعایا کو تکلیف نہیں دے سکتے تھے - مذہبی معاملات میں رعایا کو پوری پوری آزادی حاصل تھی - مختلف مذہب کے لوگ اپنے اپنے پیشواؤں کی پیروی کرتے تھے - بعض کہتے ہیں کہ چندر گپت بکرماجیت وہی ہے جو بیر بکرماجیت سے

نام سے مشہور ہے جس کا دار السلطنت شہر اُجّین تھا۔ یہ راجہ ہندو مذہب کا معتقد تھا اور زبان سنسکرت کا بہت دلدادہ تھا۔ مؤرخین کی بھی یہی رائے ہے کہ یہ وہی بکرماجیت ہے +

چندر گپت بڑا دلیر تھا اور عالموں کی بڑی قدر کرتا تھا۔ اس کے دربار میں بہت سے عالم اور پنڈت موجود رہا کرتے تھے۔ ان میں ۹ اشخاص سب سے بڑھے ہوئے اور افضل تھے یہ لوگ نورتن کہلاتے تھے۔ ان میں کالیداس کا درجہ سب سے اونچا تھا۔ اُنہوں نے رگھوبنس شکنتلا۔ میگھ دُوت۔ کمار شمبھو وغیرہ کتابیں تصنیف کی تھیں جو آج تک رائج ہیں۔ امر سنگھ کی تصنیف کردہ کتاب امرکوش اب تک مدارس سنسکرت میں جاری ہے۔ دھنونتر نامی ایک طبیب بھی انہیں نورتنوں میں سے تھے جن کے نام سے ہر ایک ہندوستانی بخوبی واقف ہے۔ ورروچی بھی ایک رتن تھے جنہوں نے پراکرت زبان کی قواعد تیار کی تھی۔ وراہ مہر بڑے مشہور نجومی تھے اور اُن کی مصنّفہ کتابیں اب تک پڑھی جاتی رہیں +

چندر گپت بکرماجیت نے تقریباً چالیس سال امن و امان کے ساتھ حکومت کی۔ اس کی جرأت اور بہادری کے قصّے اب تک تمام ہندوستان میں مشہور ہیں۔

کمار گُپت ۴۱۳ء-۴۵۵ء

۴۱۳ء میں کمار گُپت تخت نشین ہوا۔ کمار گُپت کی وفات کے بعد ۴۵۵ء میں اسکند گُپت حکمراں ہوا اسکند گُپت کے زمانہ میں گُپت سلطنت کا زوال شروع ہو گیا۔

ہندو مذہب کی حالت

مہاراجہ اشوک کے زمانہ سے لے کر تقریباً چار سو سال تک شمالی ہندوستان میں بُدھ مذہب کا دور دورہ رہا۔ اس زمانہ کی عمارات اور کتبوں کے جتنے نشانات ملتے ہیں وہ اسی بات کی شہادت دیتے ہیں۔ مگر گُپت خاندان کے راجاؤں کے زمانہ میں بُدھ مذہب کا تنزل شروع ہوگیا تھا اور ہندو مذہب آہستہ بڑھ رہا تھا۔ اور برہمنوں کی عزّت بڑھتی جاتی تھی۔ برہمنوں کے رسم و رواج اور سنسکرت زبان کی بڑی ترقّی ہوئی جیسا کہ کالی داس اور دیگر مصنّفوں کی کتابوں سے

پتہ چلتا ہے۔ بہت سے شوالے اور مندر بن گئے۔ جن میں ہندوؤں کے دیوتاؤں کی پرستش ہوتی تھی۔ راجہ خود شیو یعنی مہادیو کی پوجا کرتا تھا۔ لیکن وہ بُدھ مذہب والوں کے ساتھ بھی مہربانی سے پیش آتا تھا۔ خاندان گپت کے زمانہ میں علم کی بڑی ترقی ہوئی۔ علمِ ریاضی اور علمِ نجوم کے بڑے بڑے عالم اسی زمانے میں ہوئے۔ یہ بھی خیال کیا جاتا ہے۔ کہ پُران اور سمرتی وغیرہ بھی اپنی موجودہ حالت میں اسی زمانہ میں لکھی گئیں۔ صنعت و حرفت میں بھی کافی ترقی ہوئی۔ اس زمانہ کی مورتوں اور میناروں وغیرہ سے جو اب بھی موجود ہیں پتہ چلتا ہے کہ پانچویں صدی میں ہندوستان میں بڑے بڑے عقلمند کاریگر اور دستکار موجود تھے۔ غرض جس پہلو سے ہم دیکھیں گپت خاندان کا عہد حکومت ہندوستان کی تواریخ میں سنہری زمانہ شمار کیا جاتا ہے ٭

باب ۱۴

گُپت خاندان کا زوال
ھون قوم کے حملے
ہرش یا شیلادت

اسکند گُپت کے زمانہ میں جو خاندان گُپت کا آخری اور طاقتور بادشاہ تھا منگولیا کی ھون قوم نے ہندوستان پر حملہ کیا - اس خونخوار قبیلہ کے لوگ چوتھی صدی عیسوی کے قریب وسط ایشیا سے اُٹھ کر یورپ اور ایشیا میں پھیل گئے - یورپ میں اُنھوں نے سلطنت روما کے کئی ایک مقبوضات کو تباہ کیا اور ہندوستان میں گُپت خاندان کی حکومت کے زوال کا باعث ثابت ہوئے - ہندوستان پر اس قوم کا پہلا حملہ ۴۵۵ء میں ہُوا لیکن انہیں کامیابی حاصل نہ ہوئی - تھوڑے ہی عرصہ بعد

جب فارس کا زوال شروع ہُوا تو ان غیر مہذب قوموں نے بڑی تیزی سے دوبارہ حملہ کرنا شروع کیا اور ۵۰۰ء کے قریب اس قبیلہ کا ایک سردار جس کا نام تورمان تھا مالوہ کا راجہ بن گیا +

تورمان کے بعد اُس کا لڑکا مہرگُل راجہ ہُوا - مہرگُل بڑا ظالم - بے رحم اور موذی تھا - آخر جب اُس کا ظلم حد سے بڑھ گیا تو ملک میں بغاوت پھیلنے لگی اور ۵۲۷ء کے قریب مالوہ کے راجہ یشودھرمن نے مگدھ کے راجہ بالادت کی مدد سے مہرگُل کو ملتان کے نزدیک شکست دی - مہرگُل کشمیر کی طرف چلا گیا اور وہیں مر گیا - چھٹی صدی عیسوی میں ترکوں کے حملوں کی وجہ سے قوم ہون کی طاقت ایشیا میں بھی بہت کم ہو گئی اور ہندوستان میں بھی مہرگُل کی شکست کے ساتھ ہی ہون قوم کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا +

پربھاکر وردھن

ہندو تواریخ میں مہاراجہ ہرش وردھن کا نام بڑی عزت اور محبت کے ساتھ لیا جاتا ہے - چندرگُپت بکرماجیت کے تقریباً دو سو برس پیچھے اس

نے تمام شمالی ہند میں ایک زبردست ریاست قائم کی اور ہون وغیرہ غیر اقوام کے بچے کھچے لوگوں کو یہاں سے نکال دیا۔

ہرش وردھن تھانیشر کے راجہ پربھاکر وردھن کا چھوٹا لڑکا تھا۔ تھانیشر کا راج مالوہ کی ریاست کے ماتحت تھا۔ مگر ۵۸۷ء میں پربھاکر وردھن نے اپنے آپ کو خود مختار قرار دے لیا۔ ۶۰۵ء کے شروع میں پربھاکر وردھن فوت ہؤا اور اُس کا بڑا بیٹا راج وردھن تخت پر بیٹھا۔ راج وردھن نے ہون قوم کو شکست دے کر قنوج پر چڑھائی کی اور مالوہ کے راجہ کو شکست دے کر قنوج کو جو اُس کی ریاست کا ایک صوبہ تھا اپنی قلمرو میں شامل کر لیا۔ پھر اُس نے بنگال پر چڑھائی کی لیکن یہاں وہ فریب دے کر مار ڈالا گیا۔

ہرش وردھن
۶۰۶-۶۴۷ء

اس کے مرنے کے بعد ۶۰۶ء میں اس کا چھوٹا بھائی ہرش حکمراں ہؤا اور اس نے فوراً بنگال پر حملہ کیا اور وہاں کے راجہ کو شکست دی اور اسی طرح سارے ہندوستان میں نربدا تک اپنی حکومت قائم کر لی۔ نیپال

اور کامروپ وغیرہ ممالک بھی اس کے زیر فرمان ہو گئے۔ وہ دکن کو فتح کرنے کی تدبیریں کرنے لگا اور ۶۲۰ئ کے قریب اُس نے دکن کے چالوکیہ خاندان کے راجہ پُل کیشن دوم پر حملہ کیا۔ لیکن اس حملہ میں وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ اُس نے قنوج کو اپنا دارالسلطنت قرار دیا اور بہت سی عالی شان عمارتیں تعمیر کرا کے اُسے آراستہ کیا۔ اُس نے بہت سے تالاب اور مندر بنوائے۔ باغ لگوائے اور بدھ مذہب کی خانقاہوں کی تعداد بھی بڑھائی ۔

ہوان سانگ

اس راجہ کے دور حکومت میں ایک چینی سیّاح ہوان سانگ نامی ہندوستان میں آیا تھا۔ اس سیّاح نے راجہ ہرش کے زمانہ کی کیفیت قلمبند کی ہے۔ شاہی پنڈت بان کی کتاب ہرش چرتر (سوانح عمری ہرش) سے بھی اس راجہ کے دور حکومت کے حالات پر اچھی روشنی پڑتی ہے ۔

ہوان سانگ پندرہ سال یعنی ۶۳۰ئ سے ۶۴۵ئ تک ہندوستان میں رہا۔ وہ لکھتا ہے

کہ افغانستان میں بدھ مذہب کے پیرو بہت زیادہ تھے۔ یہ لوگ بدھ کی مورتی بنا کر اُس کی پرستش کرتے تھے۔ لیکن کشمیر میں بدھ مذہب کا تنزّل اور ہندو مذہب کی ترقی تھی۔ قنوج میں جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ بدھ مذہب کے سو وہار (خانقاہیں) تھے۔ ہرش ہندو مذہب اور بُدھ مذہب دونوں کو مانتا تھا اور ہندوؤں کے دیوتاؤں کی بھی پوجا کرتا تھا۔ ۶۴۴ء میں ہرش نے ایک بہت بڑا دربار کیا۔ اس دربار میں بیس راجہ شریک ہوئے اور اُنھوں نے ہرش کو اپنا شہنشاہ تسلیم کیا۔ پہلے دن دربار میں بُدھ جی کی مورت نصب کی گئی۔ دوسرے اور تیسرے دن سورج اور شیو کی پوجا کی گئی اور پھر ستتر دن تک راجہ نے سب کو دعوت دی۔ بہت سا سامان جس میں خلعت اور زیورات وغیرہ تھے اُس نے بغیر امتیاز ہندو اور بُدھ دونوں مذہب کے مقلدوں میں تقسیم کئے اس کے بعد اُس نے شاہانہ لباس اُتار کر معمولی فقیرانہ کپڑے پہن لئے۔

ہرش کا انتظام سلطنت

مہاراجہ ہرش نے ۶۴۷ء میں وفات

پائی - اس کا انتظام سلطنت موریہ کے راجاؤں سے مختلف تھا - لیکن رعایا خوشحال تھی - یہ ہر پانچویں سال پریاگ (الہ آباد) جاتا اور وہاں گنگا اور جمنا کے سنگھم پر جین - بدھ اور ہندو مذہب کے سادھوؤں کو روپیہ اور کپڑے بطور خیرات تقسیم کرتا تھا - چینی سیّاح لکھتا ہے کہ ہرش کے قوانین گپت راجاؤں کے قواعد سے سخت تھے مجرموں کو سزائیں بھی سخت دی جاتی تھیں - کارکنانِ سلطنت ہر صوبہ میں علٰحدہ علٰحدہ نظامِ سلطنت مرتب کرکے حکومت کرتے تھے - تعلیم کی اشاعت اچھے پیمانہ پر تھی - گیا سے کچھ فاصلہ پر مقام نالند میں ایک بہت بڑا مٹھ تھا - جہاں پر تقریباً پندرہ ہزار طالب علم مذہبی تعلیم حاصل کرتے تھے - ہرش خود بھی ایک عالم شخص تھا اور شاعر بھی تھا - اس کی تصنیف کردہ کتابیں اب تک پڑھی جاتی ہیں +

ہرش کی وفات

ہرش نے ۶۴۷ء میں وفات پائی اور اس کے بعد کوئی ایسا شخص اُس کا قائم مقام نہ ہوا جو اُس کی سلطنت کو سنبھال لیتا - تمام ملک میں بدنظمی پھیل گئی جس کی وجہ سے رعایا سخت تکلیف میں پڑ گئی +


کابل
غزنی
بیکانیر
جودھپور
مالوہ
پاٹلی پتر
کاشی
مہا کوشل
کالنگا
دریائے مہاندی
چولا
ہرش کی سلطنت
۶۴۵ء کے قریب

باب ۱۵

راجپوتوں کا زمانہ

راجپوتوں کا زمانہ
۶۵۰ء سے ۱۲۰۶ء تک

مہاراجہ ہرش کی وفات کے بعد کوئی ایسا شخص اس کا قائم مقام نہ ہوا جو اس کی سلطنت کو سنبھال لیتا - نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی وسیع سلطنت کا شیرازہ بکھر گیا اور تمام ملک میں بدنظمی پھیل گئی - یہ بد نظمی عرصہ تک جاری رہی اور اُس کا پورا فائدہ بہادر اور من چلے راجپوتوں نے اُٹھایا - تمام ملک میں جگہ جگہ اُن کی خود مختار ریاستیں قائم ہوگئیں یہاں تک کہ پانچ سو سال تک متواتر ان کا سکہ تقریباً تمام شمال و دکن میں قائم رہا - اس عرصہ میں ہندوستان بھر میں کوئی ایسی مشہور ریاست نہ ہوگی جس میں راجپوت نسل کے لوگ حکمران نہ ہوں - چنانچہ اسی لئے اس

زمانہ کو تاریخ ہند میں راجپوتوں کے زمانہ سے نامزد کیا گیا ہے۔ ان ریاستوں کا ذکر ہم آگے چل کر کریں گے ۔

راجپوتوں کی اصلیّت ۔

یہاں اس بات کا مختصر ذکر کر دینا ضروری ہے کہ یہ راجپوت کون ہیں۔ خود راجپوت یہ دعوے کرتے ہیں کہ وہ قدیم آریوں کی اولاد ہیں۔ ان میں سے بعض اپنے آپ کو سورج بنسی یعنی مہاراجہ رام چندر کی نسل سے بتلاتے ہیں اور بعض چندر بنسی یعنی سری کرشن جی سے اپنا شجرۂ نسب ملاتے ہیں۔ چنانچہ عام طور پر ہندو بھی ایسا ہی مانتے ہیں مگر انگریزی مورخ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے ان کا خیال ہے کہ زیادہ تر راجپوت۔ جاٹ۔ گوجر۔ شاک اور سیتھین قوم کی اولاد ہیں۔ یہ شاک اور سیتھین لوگ جیسا ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں۔ سن عیسوی کی ابتدائی صدیوں میں اس ملک میں آئے اور یہیں پر بود و باش اختیار کر کے ہندو سوسائٹی میں داخل ہو گئے اور چونکہ یہ لوگ بہادر۔ دلیر اور جنگجو تھے اس لئے بعد میں جب

برہمنوں کو بُدھ مذہب کے خلاف جنگ کرکے اپنے دھرم کو دوبارہ ترقی دینے کی ضرورت پڑی تو اُنہوں نے ان لوگوں کو اپنے دائرہ میں لے کر کھشتری ذات کا اونچا رتبہ دے دیا اس میں شک نہیں کہ راجپوت راجاؤں کی مدد سے برہمنوں نے ہندو مذہب کو قائم کرکے اس ملک میں سے بُدھ مذہب کو خارج کردیا۔ راجپوتوں کا سلسلہ خاندان چاہے درست ہو یا غلط۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ ہندو اُن کو کھشتری سمجھتے ہیں اور اُن کے کارناموں پر فخر کرتے ہیں ٭

راجپوت سلطنتیں جیسا اوپر ذکر ہو چکا ہے اُس زمانہ میں شمالی ہند اور دکن میں راجپوتوں نے بہت سی خود مختار سلطنتیں قائم کر لی تھیں۔ مگر یہاں ہم صرف چند بڑی بڑی ریاستوں کا ذکر کرینگے ٭

قنوج مہاراجہ ہرش کے عہد حکومت کے بیان میں یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ اس نے قنوج کو اپنا دارالخلافہ بنایا اور شہر کو بڑی رونق دی۔ ہرش کے بعد ریاست قنوج

کے تعلق میں بڑے اور با اقتدار راجاؤں میں
صرف راجہ بھوج کا ذکر آتا ہے۔ راجہ بھوج
کے بہت سے قصّے کہانیاں ہندوؤں میں مشہور
ہیں۔ اس نے ۸۴۰ء سے ۸۹۰ء تک حکومت
کی تھی۔ ۱۰۹۰ء کے قریب قنّوج کی ریاست
راجپوتوں کے راٹھور خاندان کے قبضہ میں آئی
اور ایک سو برس یعنی ۱۱۹۴ء تک اسی خاندان
کے زیر حکومت رہی۔ جب محمد غوری نے
اس کو فتح کیا۔ اس وقت جے چند راٹھور
اس پر حکمران تھا۔

دلّی موجودہ دلّی کو غالباً ۹۹۳ء میں تنوار
خاندان کے راجپوتوں نے آباد کیا تھا۔
بعضوں کا خیال ہے کہ دلی کا پہلا راجہ
انگ پال تھا جو کہ ۱۰۴۵ء میں یہاں حکمران
تھا۔ ۱۱۷۰ء میں اس خاندان کا اخیر راجہ
انگ پال ثانی لاولد مر گیا اس لئے اس کے بعد
اس کا نواسا پرتھی راج چوہان تخت کا وارث
ہوا۔ اپنے والد کے مرنے پر اجمیر کی ریاست
بھی پرتھی راج کے ہاتھ آئی۔ یہ بڑا بہادر اور
دلیر راجہ تھا اس کی شجاعت کے قصّے اب تک
زبان زد خلائق ہیں۔ جب محمد غوری نے ۱۱۹۱ء

ہیں دلّی پر حملہ کیا تو پرتھی راج نے اُس کو شکست فاش دی مگر دوسری بار شکست کھائی اور لڑائی میں مارا گیا +

راجپوتانہ راجپوتانہ میں راجپوتوں کی خود مختار ریاستیں تھیں اور میواڑ اور جیسلمیر کی ریاستیں سب سے زیادہ قوی سمجھی جاتی تھیں +

گجرات گجرات میں بھی راجپوتوں کی حکومت تھی گجرات کو سوراشٹر بھی کہتے تھے +

چینی سیاح ہوانگ سانگ لکھتا ہے کہ اس زمانہ میں سوراشٹر ایک بہت بڑی طاقتور سلطنت تھی - اور اس وقت وہاں بلبھی خاندان کے راجپوت راجہ حکومت کرتے تھے - انتظامِ سلطنت بہت عمدہ اور رعایا خوشحال تھی - یہ لوگ مسلمانوں کے زمانہ تک حکومت کرتے رہے اور مسلمانوں سے بھی بڑی بہادری سے لڑے ان کا دار السلطنت انلواڑا یا انہلواڑا تھا جس کو پٹن بھی کہتے تھے +

بندھیلکھنڈ اور مالوہ ممالک متوسط میں چندرگپت بکرماجیت کی اولاد نے بہت دنوں تک سلطنت کی - اُس کے بعد وہاں راجپوتوں نے اپنی حکومت قائم کی - اور مسلمانوں

کے زمانہ تک ممالک متوسط ان کے قبضہ میں رہا۔ چندیل راجپوتوں نے تمام بندھیلکھنڈ میں اپنی سلطنتیں قائم کر لیں اور مالوہ اور دھار کی مشہور ریاستوں پر پرمار خاندان کے راجاؤں نے اپنا قبضہ جما لیا۔ اس خاندان میں راجہ منج اور اُس کا بھتیجا بھوج نامی ایک مشہور حکمران گزرا ہے۔ جس نے ۱۰۱۸ء سے ۱۰۶۰ء تک حکومت کی۔ ۱۰۶۰ء کے قریب گجرات کی فوج نے دوسرے راجاؤں کی مدد سے بھوج کو جنگ میں شکست دی اور مالوہ کی حکومت کا اسی وقت سے زوال شروع ہُوا۔

بنگال بنگال میں پال اور سین خاندان کے بادشاہوں کی حکومت تھی۔ ۷۵۰ء سے لے کر مسلمانوں کے زمانہ تک یہاں پال خاندان کی حکومت رہی۔ ۱۰۲۳ء میں راجیندر چولا نے پال سلطنت پر حملہ کیا۔ اسی وقت سے پال سلطنت کی طاقت کم ہونے لگی اور ملک بنگال کا ایک حصّہ اس کے قبضہ سے نکل گیا۔ اس حصّہ پر سین خاندان کے راجاؤں نے قبضہ کر لیا۔ مشہور ہے کہ سین خاندان کے راجہ دکھنی برہمنوں کی اولاد تھے اور اُن کی ترقّی کا خاص سبب چولوں کا حملہ تھا جو ۱۰۲۳ء میں ہُوا۔

باب ۱۶

دکن کی ریاستیں

اندھرا خاندان جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے دکن کا کچھ حصہ خاندان موریہ کے زیر حکومت تھا۔ مہاراجہ اشوک کے کتبوں میں دکن کے دو مشہور خاندانوں کا ذکر بالخصوص آتا ہے جو بعد میں حکمران خاندان ہوئے۔ "ایک راشٹر کوٹ جو مہاراشٹر میں حکومت کرتے تھے اور دوسرے اندھرا خاندان"۔ اشوک کی وفات کے بعد خاندان اندھرا نے بہت ترقی کی۔ رفتہ رفتہ دریائے کرشنا اور گوداوری کے درمیان کا تمام ملک اُن کے قبضہ میں آگیا۔ ناسک اور کلیان جیسے مشہور شہر اس علاقہ میں آباد تھے۔ اندھروں کی سلطنت چار سو برس سے زیادہ تک رہی +

پہلو خاندان اندھرا خاندان کے ختم ہونے کے بعد پہلو خاندان کا دور دورہ

وغیرہ دیا کرتا تھا +

اس نے شہر دلی میں اپنے نام سے ایک مینار بنوایا۔ جس کو آج کل قطب مینار کہتے ہیں۔ لیکن کچھ مورخوں کا خیال ہے کہ اس مینار کو چوہان راجہ پرتھی راج نے تعمیر کرایا تھا۔ قطب الدین ۱۲۱۰ء میں لاہور میں چوگان کھیلتے ہوئے گھوڑے پر سے گر کر مر گیا۔ بحیثیت ایک خود مختار بادشاہ کے قطب الدین کو صرف چار سال تک سلطنت کرنی نصیب ہوئی مگر جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے ۱۱۹۲ء میں محمد غوری نے اس کو ہندوستان میں اپنا نائب مقرر کیا تھا اس بہادر شخص نے دورانِ نیابت میں بہت فتوحات کیں اور کئی علاقے دلی کی سلطنت میں شامل کئے +

آرام

قطب الدین کی وفات[1] کے بعد اس کا بیٹا آرام باپ کے تخت پر بیٹھا مگر یہ کمزور اور نالائق تھا ایک سال بعد اس کا ایک غلام جس کا نام التمش تھا اور جو بنگال

[1] لاہور کے انارکلی بازار کی ایک طرف ابھی تک ایک پرانا ٹوٹا پھوٹا مقبرہ ہے جو قطب الدین کا مقبرہ بیان کیا جاتا ہے +

کا صوبہ دار تھا۔ اس کو تخت سے اُتار کر سلطنت پر قابض ہو گیا *

التمش

خاندان غلامان میں التمش بڑا لائق بادشاہ اور بہادر سپاہی گزرا ہے۔ یہ شخص اپنے حسن لیاقت سے ایک ادنےٰ درجہ سے ترقی کر کے بادشاہت کے رتبہ کو پہنچا۔ اس کی شادی اپنے آقا قطب الدین ایبک کی لڑکی سے ہوئی تھی *

التمش کے عہد حکومت کا کثیر حصّہ ان بغاوتوں کے فرو کرنے میں صرف ہُوا جو ایبک کے مختلف صوبہ داروں نے سلطنت کے مختلف حصّوں میں برپا کر رکھی تھیں۔ مگر یہ ہونہار اور بہادر سپاہی تقریباً سب ہی میں کامیاب ہُوا۔ ۱۲۱۵ء میں اُس نے تاج الدین یلدوز کو جو پنجاب اور غزنین پر قابض تھا شکست دی۔ دو سال بعد ۱۲۱۷ء میں ناصر الدین قباجہ حاکم سندھ اور ملتان کو مطیع کیا۔ ادھر سے فارغ ہو کر اب بنگال کی طرف بڑھا اور بہار کے سرکش خلجی سردار کو زیر کیا *

ان کے علاوہ التمش ہندوؤں کی راجپوت ریاستوں کے ساتھ بھی جنگ میں پورا اُترا۔

اور رانتھم بھور۔گوالیار اور اُجین کے قلعوں کو بھی ۱۲۳۳ء کے قریب فتح کر لیا +

التمش کے عہد میں مغلوں کے ایک سردار چنگیز خاں نے وسط ایشیا کی اسلامی سلطنتوں کو فتح اور تسخیر کر کے ہندوستان پر بھی حملہ کیا۔لیکن ہرات میں بلوہ ہو جانے کی وجہ سے چنگیز خاں جلد ہی واپس چلا گیا۔ اور اس طرح یہ ہندوستان پر آئی ہوئی بلا ٹل گئی +

التمش ۱۲۳۶ء میں مر گیا۔چونکہ اُس کے بیٹوں میں کوئی انتظامِ سلطنت کی قابلیت نہ رکھتا تھا اس لئے التمش نے وصیت کی کہ میرے بعد میری بیٹی رضیہ وارثِ سلطنت ہو۔ مگر درباریوں نے عورت کا تخت نشین ہونا مناسب نہ سمجھ کر التمش کے بڑے بیٹے رکن الدین کو بادشاہ بنایا۔لیکن وہ تخت نشین ہونے کے چھ ہی مہینے بعد قتل کر ڈالا گیا +

رضیہ بیگم

رکن الدین کے بعد اس کی بہن رضیہ تخت نشین ہوئی اور اس نے بڑی ہوشیاری اور عقلمندی سے سلطنت کا کام انجام دینا شروع کیا۔مردانے کپڑے پہن کر دربار میں بیٹھتی تھی اور دوسرے بادشاہوں کی

طرح مقدمات کو سنتی اور فریادیوں کی دادرسی کرتی تھی - رضیہ باوجود عورت ہونے کے لڑائی سے بھی نہ ڈرتی تھی - وہ اپنے عہد حکومت میں ہندوؤں سے بڑی بہادری سے لڑی - اور مسلمان باغیوں کو بھی مغلوب کیا مگر بدقسمتی سے یاقوت نامی ایک حبشی غلام پر زیادہ مہربانی کرنے لگی - اس وجہ سے اس کے درباری اس سے ناخوش ہو گئے - ایک دو نے بغاوت بھی کر دی - لیکن جب اپنی فوج لے کر یہ ان کی سرکوبی کو نکلی تو دورانِ جنگ میں دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئی جنھوں نے کچھ دنوں کے بعد اس کو قتل کر ڈالا - اُس زمانہ کے ایک مسلمان مورخ نے رضیہ کی بڑی تعریف کی ہے - اس نے لکھا ہے کہ رضیہ بہت عقلمند لائق اور بہادر عورت تھی اور اس میں وہ تمام خوبیاں موجود تھیں جو بادشاہوں میں ہونی چاہئیں - رضیہ نے ۱۲۳۶ء سے لے کر ۱۲۳۹ء تک ساڑھے تین برس کے قریب حکومت کی +

بہرام اور علاؤ الدین

رضیہ کے بعد اس کا چھوٹا بھائی بہرام تخت نشین ہوا - بہرام حکومت کے قابل

نہ ثابت ہؤا اس لئے جلد ہی تخت سے اُتارا گیا اور بعد میں غالباً قتل کیا گیا۔ اس کی جگہ اس کے بھائی کا لڑکا علاؤ الدین بادشاہ ہؤا۔ مگر وہ بھی ویسا ہی نالائق تھا۔ انتظامِ سلطنت درہم برہم ہو گیا۔ مغلوں نے از سرِ نو حملے کرنے شروع کر دئے اور ہندو راجاؤں نے بھی اطاعت سے مُنہ موڑنا شروع کر دیا۔ ایسے حالات میں اراکین سلطنت نے اس کو بھی تخت سے اُتارنا ہی مناسب سمجھا اور عنانِ حکومت اس کے چچا ناصر الدین کو بُلوا کر اس کے حوالے کی ٭

ناصر الدین
۱۲۴۶ء سے ۱۲۶۶ء

ناصر الدین نے کوئی بیس سال تک حکومت کی۔ یہ صرف نام کا بادشاہ تھا۔ تمام امورِ سلطنت اُس نے اپنے سپہ سالار اور بہنوئی بلبن کے ہاتھ میں دے رکھے تھے۔ کیونکہ خود زیادہ تر یادِ الٰہی میں مصروف رہتا تھا ٭

۱۲۴۱ء میں مغلوں نے ہندوستان پر حملہ کرکے لاہور کو فتح کر لیا۔ راجپوت راجہ جنہیں قطب الدین اور التمش نے زیر کر لیا تھا

خود مختار بن بیٹھے اور دلّی کے شہنشاہ کی اطاعت سے منحرف ہو گئے۔ بلبن بہادر اور دلیر تھا۔ اس نے مغلوں کا بڑی بہادری سے مقابلہ کیا اور اُن کو ہندوستان سے مار کر بھگا دیا اور ہندو راجاؤں کو بھی زیر کر کے اُنہیں دلّی کے بادشاہ کو اپنا شہنشاہ تسلیم کرنے پر مجبور کیا +

ناصر الدین بہت نیک اور سادہ مزاج بادشاہ تھا وہ اور بادشاہوں کی طرح شان و شوکت سے نہیں رہتا تھا۔ اس کی ایک ہی بیگم تھی۔ وہی کھانا پکاتی تھی اور گھر کا سب کام کاج کرتی تھی۔ بادشاہ خود کتابیں لکھا کرتا تھا اور اُنہیں فروخت کرنے سے جو کچھ روپیہ اُسے ملتا تھا اُسی سے گزارہ اوقات کرتا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ بادشاہ کی تحریر کردہ کتاب میں کسی درباری نے کچھ غلطیاں نکالیں۔ بادشاہ نے اُس کے سامنے ان کی صحت کر دی لیکن جب وہ چلا گیا تو پھر کاٹ کر پہلی عبارت لکھ دی کسی نے پوچھا "جناب اس سے کیا فائدہ ہُوا"۔ بادشاہ نے کہا "بلا وجہ کسی کے دل

تکلیف دینا اچھا نہیں - میرے ایسا کرنے سے اُس کے دل کو تکلیف نہ ہوئی اور میری کتاب بھی خراب نہ ہوئی ٭

بلبن

۱۲۶۶ء میں ناصر الدین نے انتقال کیا - اُس کی رحلت کے بعد اس کا وزیر بلبن تخت پر متمکن ہؤا ٭

بادشاہ بلبن بڑا بہادر متین اور با رعب شخص تھا جتنے راجپوت راجہ دلی کے زیر اثر تھے - سب اُس سے ڈرتے تھے - اُس کا دبدبہ وسط ایشیا تک تھا ٭

لیکن بایں ہمہ بڑا ظالم بادشاہ تھا - خون بہانے میں اُسے ذرا بھی ملال نہ ہوتا تھا - اپنے دشمنوں کو بہت سخت سزائیں دیتا تھا - جب وہ تخت پر بیٹھا تو غلاموں کی جماعت میں سے جو چالیس اشخاص باقی تھے انہیں سب سے پہلے قتل کیا اور رفتہ رفتہ سب دشمنوں پر اپنا رعب قائم کر لیا - میواتیوں کو تو وہ پہلے ہی زیر کر چکا تھا - اب مغلوں سے بھی مقابلہ کی تیاری شروع کی - چونکہ دلی وغیرہ صوبجات کے قلعے بہت بُری حالت میں تھے اس لئے بلبن نے سب کی مرمت

کرائی اور مغلوں کے حملوں کو روکنے کے لئے صوبوں کی سرحد پر نئے نئے قلعے بنوائے جس سے مغلوں کا زور کم ہو گیا اور بلبن کے زمانہ میں اُن سے رعایا کو زیادہ تکلیف نہیں ہوئی +

بنگال کی بغاوت +

بلبن کی تخت نشینی کے ۱۵ یا ۱۶ برس بعد بنگال کے حاکم طغرل بیگ نے بغاوت کی۔ اُس نے سمجھا کہ بلبن بوڑھا ہے اور مجھ کو زیر نہ کر سکے گا۔ یہ خیال کر کے اُس نے خراج بھیجنا بند کر دیا۔ بلبن نے بغاوت کی خبر سُن کر اپنے سپہ سالار امیر خاں کو فوج کے ساتھ مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ طغرل کی سپاہ نے امیر خاں کو شکست دی۔ یہ سن کر بلبن کو سخت غصہ آیا اور وہ خود بنگال کی طرف چلا۔ وہاں اُس نے طغرل کو شکست دی۔ طغرل کے خاندان کے تمام آدمی مارے گئے۔ بلبن نے لکھنوتی کے بازار میں طغرل کے ہمراہیوں کو سخت سزائیں دیں جن کے خوف سے تمام آدمی ڈر گئے اور بلبن کے مطیع ہو گئے۔ جب بغاوت فرو ہو گئی تو بادشاہ نے اپنے بیٹے بغرا خاں کو

بنگال کا حاکم بنایا اور یہ نصیحت کی ۔ کہ
"کبھی شراب نہ پینا اور لوگوں کے بہکانے
سے کبھی دلّی کے شہنشاہ کی مخالفت نہ کرنا"
بلبن ۱۲۸۷ء میں مر گیا ۔ اُس کے بعد اُس
کا پوتا کیقباد تخت نشین ہوا ۔ کیونکہ اس کا
لائق بیٹا محمد ۱۲۸۶ء میں مغلوں کے ساتھ لڑتا
ہوا مارا جا چکا تھا ؛

بلبن کا دربار

بلبن کا دربار ایشیا کے مشہور درباروں میں سے تھا ۔
ایشیا کے مختلف حصّوں کے رئیس اور سردار
مغلوں کے ظلم کی وجہ سے ہندوستان بھاگ
آئے تھے اور بلبن کے دربار میں داخل ہو گئے
تھے ؛

بلبن نے شہر کے گلی کوچوں کے نام بدل کر
کسی محلہ کا نام کوچۂ بغداد اور کسی گلی کا
نام "غزنین کی گلی" وغیرہ رکھ دیا تھا ۔ اس
کے دربار کے قوانین بہت سخت تھے ۔ وہ نہ تو
خود کبھی ہنستا تھا اور نہ اپنے سامنے دوسروں
کو ہنسنے دیتا تھا ۔ کسی کو بغیر پوری پوشاک
پہنے اس کے دربار میں آنے کی اجازت نہ تھی
بلبن علما اور شعرا کی بڑی قدر کرتا تھا ۔

رسی زبان کا مشہور شاعر امیر خسرو دہلوی بلبن کے دربار میں رہا کرتا تھا +

کیقباد

بلبن کی رحلت کے بعد خاندان غلامان کی طاقت بہت کمزور ہو گئی۔ کیقباد اپنا تمام وقت لہو و لعب اور عیش و عشرت میں صرف کرتا تھا۔ اس میں سلطنت کے نظام کی قابلیت نہ تھی۔ بغرا خاں نے اُس کو بہت کچھ سمجھایا لیکن اُس نے ایک نہ سُنی۔ انجام کار ملک میں چاروں طرف بغاوت پھیلنے لگی اور اُس زمانہ کے راجہ اور حکمران سب خود مختار ہونے کی کوشش کرنے لگے۔ اسی زمانہ میں خلجی خاندان کے ایک سردار نے کیقباد کو قتل کر کے اس کی لاش دریائے جمنا میں پھینک دی اور ۱۲۹۰ء میں کیقباد کے خاتمہ کے ساتھ غلام خاندان کا بھی خاتمہ ہو گیا +

باب ۲۱

خاندان خلجی

۱۲۹۰ء سے ۱۳۲۰ء تک

جلال الدین خلجی

کیقباد کے بعد خلجی خاندان کا آغاز ہُوا۔ اس خاندان کا پہلا بادشاہ جلال الدین خلجی دلی کا شہنشاہ ہُوا۔ خلجی خاندان کے بادشاہ ترکوں کی نسل سے نہ تھے۔ ان کا نسب ترکوں سے مختلف تھا۔ تخت نشینی کے وقت جلال الدین کی عمر قریب ستّر برس کے تھی اور ایسے مشکل وقت میں جب مغل ہندوستان پر بار بار چڑھائی کر رہے تھے۔ یہ ضعیف العمر بادشاہ سلطنت کے قابل نہ تھا۔ تاہم یہ بہت ہی نیک اور سادہ مزاج تھا اور ہر ایک کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرتا تھا۔

دیوگری کا حملہ

۱۲۹۴ء میں علاؤ الدین نے

جو بادشاہ کا داماد اور بھتیجا تھا اور جس کو بادشاہ بیٹے کی طرح رکھتا تھا مالوہ پر چڑھائی کرنے کی اجازت حاصل کی - علاؤ الدین دکن تک پہنچا اور دیوگری کے راجہ رام دیو پر چڑھائی کی - رام دیو نے شکست کھائی اور ایلچ پور کا علاقہ اور بہت سا نقد روپیہ علاؤ الدین کی نذر کیا - اس زمانہ میں دکن بڑا دولتمند ملک تھا - کہا جاتا ہے کہ علاؤ الدین وہاں سے بے شمار دولت اپنے ہمراہ لے آیا - جب اُس کے بوڑھے چچا جلال الدین نے اس فتح کی خبر سنی تو وہ بہت خوش ہوا اور مقام کڑا ضلع الہ آباد میں اُس کے استقبال کے لئے گیا - جب جلال الدین نے اُس کو سینہ سے لگایا تو اُس نے فوراً تلوار سے جلال الدین کو قتل کر ڈالا - جلال الدین کے قتل کی خبر مشہور کرنے کے لئے اس کے سر کو نیزہ پر چڑھا کر اُس نے تمام فوج میں گھمانے کا حکم دیا +

جلال الدین کو قتل کر کے علاؤالدین دلّی آیا یہاں اس نے اپنی تاجپوشی کی تقریب میں تمام امیر اور غریب باشندگان شہر کو سرکاری

خرچ سے جشن اور خوشیاں منانے کا حکم دیا۔ تاکہ اُس کے بوڑھے چچا کے بے گناہ قتل کی یاد لوگوں کے دلوں سے جاتی رہے +

علاؤ الدین کی بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھ کر بڑے بڑے سردار اُس سے مل گئے اور دربار میں مختلف عہدوں پر ممتاز ہوئے۔ دولت کا نشہ لوگوں پر کچھ ایسا سوار ہُوا کہ وہ اپنے پہلے بادشاہ کو جلد ہی بھول گئے اور علاؤ الدین کی خوشامد کرنے لگے +

علاؤ الدین

علاؤ الدین نے ۱۲۹۵ء سے ۱۳۱۶ء تک سلطنت کی۔ وہ بڑا ضدی اور بے رحم بادشاہ تھا اور ہمیشہ اپنی رائے پر عمل کرتا تھا +

تخت نشین ہوتے ہی اُس نے ایک وسیع سلطنت قائم کرنے کا ارادہ کیا اور اس غرض سے ہر چہار طرف اپنی فوجیں روانہ کیں۔ اُس نے نصرت خاں اور اپنے بھائی الف خاں کو گجرات کی جانب روانہ کیا۔ جنہوں نے سمندر کے کناروں کو تسخیر کر لیا۔ نصرت خاں کھمبائت سے کافور نامی ایک غلام کو لایا جو کہ بعد میں کافور ہزار دیناری کے نام سے مشہور ہُوا اور

جس نے دکن کو فتح کیا +

علاؤ الدین سکندر اعظم کی برابری کا دعوے رکھتا تھا۔ اُس کی تمنّا تھی کہ وہ ایک نیا مذہب جاری کرے اور تمام روے زمین کے ممالک کو فتح کر کے اپنی حکومت میں شامل کرلے۔ اس بارہ میں اُس نے قاضی علاء الملک سے مشورہ کیا۔ قاضی نے جواب دیا کہ "ایجادِ مذہب صرف پیغمبروں کا کام ہے۔ بادشاہوں کا کام صرف ملک گیری اور ملک داری ہے۔ سکندر کی طرح روے زمین کے تمام ملکوں کو فتح کر لینا بھی ہر ایک کا کام نہیں اور ابھی تو ہندوستان ہی کی بہت سی ریاستوں نے مثلاً رنتھم بھور۔ چتوڑ۔ چندیری۔ مالوہ۔ اُجین پنجاب وغیرہ نے اطاعت قبول نہیں کی۔ لہذا پہلے ان کو فتح کرنے کی تدبیریں کرنی چاہئیں۔ ان کو فتح کرنے سے بڑی شہرت حاصل ہوگی"۔ بادشاہ نے قاضی کی اس نصیحت کو مان لیا اور بڑی بڑی فوجوں کی تیاری میں مصروف ہوا +

مغلوں کے حملے

اسی زمانہ میں مغل لوگ ہندوستان پر بڑے زور شور سے حملہ کر رہے تھے۔ ۱۲۹۹ء میں مغلوں

کے ایک سردار قطلغ خواجہ نے ایک بڑی سپاہ لے کر دلّی پر چڑھائی کی - بادشاہ نے الف خاں اور مظفر خاں کی مدد سے اُس کو شکست دے کر وہاں سے نکال دیا - اسی طرح منگلوں نے بہت سے حملے کئے اور ہزاروں آدمیوں کو قتل کیا - لیکن پھر بھی اُن کے قدم یہاں نہ جم سکے - غازی تغلق نے جو دیپال پور کا حکمران تھا ہر مرتبہ انہیں شکست دی اور ملک سے نکال دیا - اس نے کابل اور لمغان تک ان کا تعاقب کیا - مغل علاؤالدین سے اس قدر خائف ہوئے کہ اس کے بعد بھی بہت دنوں تک اُنہوں نے ہندوستان آنے کی جرأت نہ کی +

رنتھم بھور اور میواڑ کی فتح

رنتھم بھور پر خود علاؤالدین نے چڑھائی کی اور وہاں کے راجہ کو شکست فاش دے کر اُس ملک کو اپنے قبضہ میں کر لیا - پھر اُس نے چتوڑ پر چڑھائی کی جو راجپوتوں کی بڑی پُرانی اور مشہور ریاست تھی - اُس نے سُنا تھا کہ چتوڑ کے رانا بھیم سنگھ کی رانی پدمنی بہت خوبصورت ہے - اُس کی خوبصورتی کی

تعریف سُن کر علاؤالدین کے دل میں اُس سے
شادی کرنے کی ہوس پیدا ہوئی۔ اُس کی
فوج نے چتوڑ کے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ لیکن
باوجود سخت کوشش کے پدمنی ہاتھ نہ آئی
تب علاؤ الدین نے رانا بھیم سنگھ سے کہلا
بھیجا کہ اگر مجھ کو پدمنی کو دکھلا دیا جائے تو
میں مع اپنی فوج کے واپس چلا جاؤنگا۔ راجہ
پہلے اس بات پر رضامند نہ ہوُا لیکن پھر
یہ سوچ کر کہ اگر ایسا کرنے سے لڑائی رُک
جائے اور بندگان خدا کا خون نہ ہو تو بہتر
ہے۔ اُس نے علاؤ الدین کو لکھا کہ بادشاہ
کو پردہ کے پیچھے سے آئینہ میں پدمنی کے
چہرہ کا عکس دکھلایا جا سکتا ہے۔ علاؤ الدین
اسی غرض سے چتوڑ کے قلعہ میں گیا۔ جب
وہ رانی کا عکس دیکھ کر قلعہ سے واپس ہوُا
تو راجہ قلعہ کے دروازہ تک اس کو رخصت
کرنے کے لئے آیا۔ یہاں علاؤ الدین کے مسلح
سپاہی پہلے ہی موجود تھے۔ اُنھوں نے فوراً
ہی راجہ کو گرفتار کر کے بادشاہی ڈیرے
میں پہنچا دیا۔

علاؤ الدین نے قلعہ میں کہلا بھیجا کہ جب تک

رانی مجھ سے شادی نہ کریگی راجہ رہا نہ کیا جائیگا - رانی یہ سُن کر بہت بے چین ہوئی اور راجہ کو پٹھانوں کے پنجے سے نکالنے کی تدابیر سوچنے لگی - بالآخر اُس نے علاؤالدین سے کہلا بھیجا کہ میں آپ کے حرم میں آنے کے لئے تیار ہوں لیکن میں تنہا نہ آؤں گی بلکہ کچھ راجپوتنیاں اور لونڈیاں بھی میرے ہمراہ آدینگی - علاؤالدین اس بات پر رضامند ہوگیا - رانی خود ایک ڈولی میں سوار ہوئی اور اس کے ہمراہ سات سو بہادر راجپوت سپاہی بھی زنانہ لباس پہن کر ڈولیوں میں سوار ہوئے اور علاؤالدین کے خیمہ کی طرف چلے - بادشاہ ڈولیوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور ارادہ کیا کہ راجہ اور رانی دونوں میں سے ایک کو بھی نہ چھوڑے - لیکن خیمہ میں پہنچتے ہی بہادر راجپوت ڈولیوں میں سے اُتر پڑے اور راجہ اور رانی دونوں کو گھوڑوں پر سوار کرا قلعہ کی طرف چل دئے - بادشاہی فوج بالکل بے خبر تھی - کچھ سپاہیوں نے انہیں روکنا چاہا - لیکن راجپوتوں نے اُنہیں مار کر بھگا دیا -

اس کے کچھ عرصہ بعد علاؤالدین نے چتوڑ

پر چڑھائی کی - اس لڑائی میں راجپوت جی توڑ کر لڑے لیکن آخر میں اُن کو شکست ہوئی - مسلمان قلعہ میں داخل ہوئے - رانی نے جب دیکھا کہ اب بچنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہی تو راجپوت شہزادیوں کو جو وہاں تھیں ساتھ لے کر آگ میں کود پڑی اور جل کر خاک ہو گئی - علاؤ الدین کی فوج چتوڑ میں داخل ہو کر خوب قتل و غارت میں مصروف رہی اور ہزاروں آدمیوں کی جانیں تلف ہوئیں - اس طرح ۱۳۰۳ء میں چتوڑ مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا - علاؤ الدین نے چتوڑ کا نام خضر آباد رکھا اور راجہ مالدیو کو وہاں کا حاکم بنا دیا -

دکن پر حملہ شمالی ہند کو پورے طور پر فتح کر کے علاؤ الدین نے ملک دکن پر حملہ کرنے کی تیاری شروع کی - اس زمانہ میں دیوگری کا راجہ رام دیو جس کو علاؤ الدین نے پہلے شکست دی تھی خود مختار بن بیٹھا تھا - ۱۳۰۸ء میں ملک کافور ایک بہت بڑی فوج لے کر گجرات پہنچا - راجہ کرن جس کی رانی کملا دیوی کو علاؤ الدین نے اپنے

حرم میں داخل کر لیا تھا - لڑائی پر آمادہ نہ تھا
لیکن کملا دیوی نے علاؤ الدین سے فرمائش کی
تھی کہ میری ایک بہت خوبصورت لڑکی دیول
دیوی ہے اس کو میرے پاس بُلا دو۔ الف خاں
نے راجہ کرن کو بادشاہ کے ارادہ سے مطلع
کیا - یہ سُن کر راجہ بہت رنجیدہ ہُوا اور اپنی
آبرو بچانے کے لئے یہ چاہا کہ دیول دیوی کی
شادی رام دیو کے بیٹے شنکر دیو سے کر دے۔
لیکن الف خاں نے فوراً حملہ کر دیا - اور
دیول دیوی کو چھین کر دلی بھیج دیا - جہاں ولی عہد
خضر خاں سے اس کی شادی کر دی گئی - ملک
کافور رام دیو کو گرفتار کر کے دلی لے آیا - لیکن
علاؤ الدین نے اس کا قصور معاف کر دیا - اور
اس کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا - رام دیو
کے مرنے کے بعد اُس کے بیٹے شنکر دیو نے
خود مختار ہونے کی کوشش کی - لیکن کافور
نے پھر ایک زبردست فوج لے کر اس پر
حملہ کر کے اُس کو شکست دی - شنکر دیو لڑائی
میں مارا گیا - اور مہاراشٹر کے تمام علاقہ پر
مسلمان قابض ہو گئے +

۱۳۱۰ء میں کافور نے خاندان بلال کے

دار السلطنت دوار سمدر پر چڑھائی کی اور اس کو فتح کر لیا۔ اس نے تمام کرناٹک کے علاقہ کو دلّی کے ماتحت کر لیا۔ اور وہاں سے بڑی دولت لے کر دلّی واپس آیا اس نے پھر دکن پر چڑھائی کی اور تلنگانہ کے ککانی قوم کے راجاؤں کے دار السلطنت وارنگل کو بھی فتح کر لیا۔

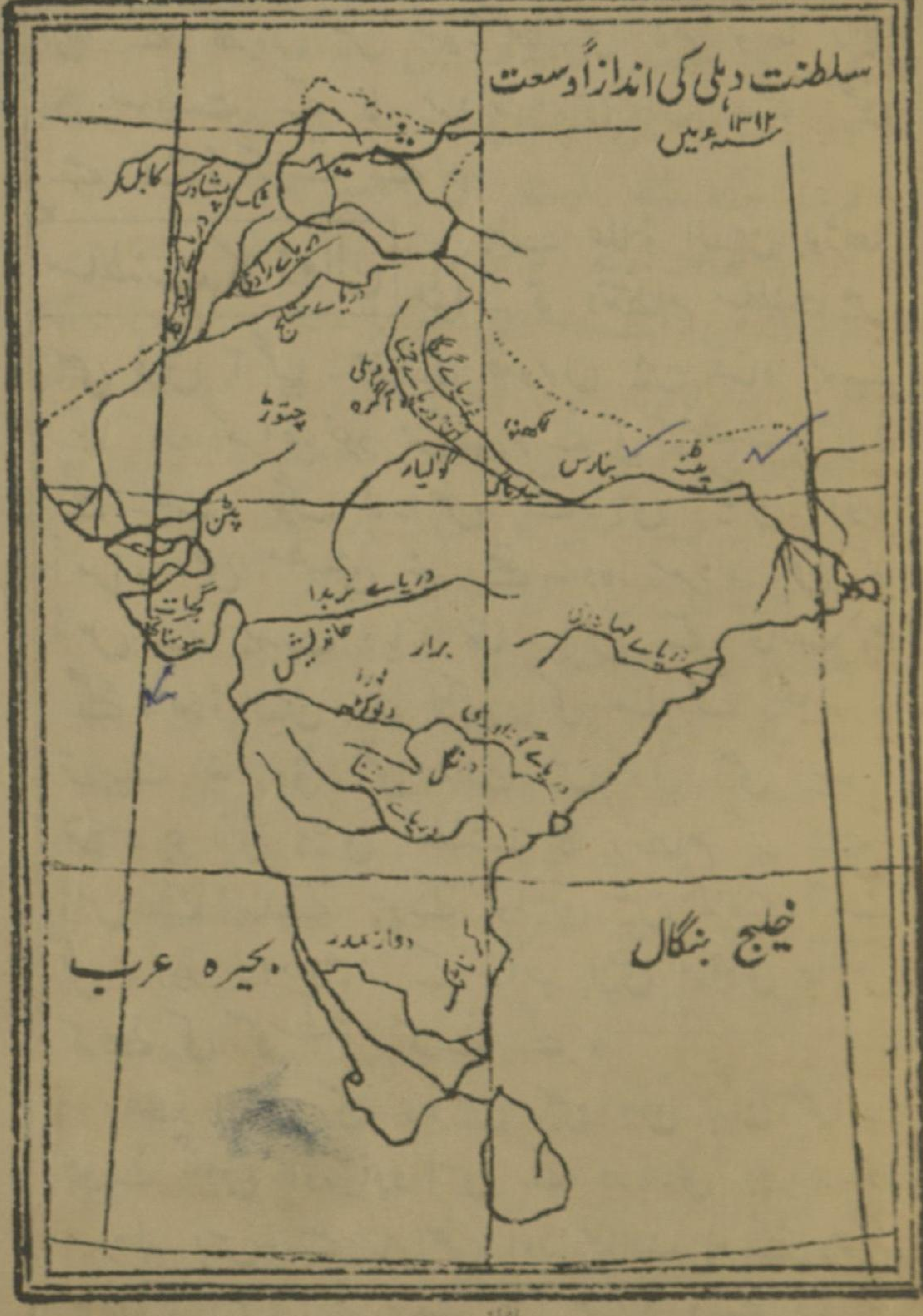
کافور نے ۱۳۱۲ء تک دکن کے تمام ممالک فتح کر لئے اور علاؤ الدین کی سلطنت راس کماری تک پھیل گئی۔ علاؤ الدین اس سے بہت خوش ہوا اور تمام دلّی میں جشن منانے کا حکم دیا۔ کافور کا عہدہ بڑھا کر اسے اپنا وزیر اعظم بنا لیا۔

علاؤ الدین کا انتظامِ سلطنت

جب علاؤ الدین نے شمال اور جنوب کے تمام ملک فتح کر لئے۔ تو اُس نے بغاوت کی بیخ کنی کے لئے بہت سے قوانین مرتّب کئے۔ یہاں تک کہ رؤساء کو ایک دوسرے کے یہاں دعوت کھانے کی بھی اجازت نہ تھی۔ اس نے شراب کی دکانیں بھی بند کرا دیں۔ اور حکم دے دیا۔ کہ "جو شخص شراب پیئے۔ اسے سخت سزا دی جائے"۔ خود بھی شراب پینا چھوڑ

دیا اور شراب کے تمام برتن توڑ ڈالے۔ جگہ جگہ جاسوس مقرر کر دئے۔ جو ہر امر کی خبریں پہنچاتے تھے۔ علاؤ الدین یہ بھی جانتا تھا۔ کہ سلطنت کی حفاظت کے لئے ایک زبردست اور باقاعدہ فوج کی ضرورت ہے۔ اس لئے اس نے ایک بہت بڑی فوج جمع کرنے کی تدبیر کی۔ اور ساتھ ہی فوجی سلسلے میں کئی قسم کے نئے نئے قواعد مثلاً سپاہیوں کی چہرہ نویسی اور داغ اسپاں وغیرہ جاری کئے جن کی وجہ سے جاگیردار سردار آئندہ کے واسطے باقاعدہ فوج رکھنے کے لئے مجبور ہو گئے لیکن چونکہ وہ زیادہ روپیہ بھی خرچ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے غلّہ کا نرخ مقرر کر دیا۔ بازار میں حاکم تعیّنات تھے۔ جو مہنگے نرخ پر غلّہ فروخت کرنے والے کو سخت سزائیں دیتے تھے۔

سرکاری آمدنی کو بڑھانے کی غرض سے زمین پر لگان بھی پہلے کی نسبت بہت زیادہ کر دیا گیا۔ اور اس کے علاوہ مکانات مال اور مویشی پر بھی ٹیکس مقرر کر دیا گیا۔ اس زمانہ میں خصوصاً ہندو رعایا پر سختی کا برتاؤ ہونے لگا۔


سلطنت دہلی کی اندازاً وسعت
۱۳۱۲ء میں
چتوڑ
گوالیار
بنارس
پٹنہ
پٹن
گجرات
دریائے نربدا
خاندیش
برار
دیوگیر
ورنگل
دوارسمدر
خلیج بنگال
بحیرہ عرب

ایک مورخ ضیاء الدین برنی نے لکھا ہے کہ ان کے گھروں میں سونا چاندی نام کو نہ رہا۔ اور سلطنت کے کار پرداز بھی ان سے سختی سے برتاؤ کرتے تھے؛

سلطنت کا زوال

جب علاؤ الدین بوڑھا ہؤا۔ تو انتظامِ سلطنت میں بھی فرق آ گیا۔ مختلف صوبوں میں فساد ہونے لگے اور اُمراء خود مختار ہونے کی کوششیں کرنے لگے۔ ہندو لوگ ناراض تھے ہی لیکن اور اُمراء بھی مطمئن نہ تھے۔ وہ سردار جن کو اُس نے بہت دبایا تھا۔ اس کے مخالف ہو گئے۔ علاؤ الدین کے لڑکوں کی مناسب تعلیم و تربیت نہ ہوئی تھی۔ ان میں کوئی بھی ایسا نہ تھا۔ جو اتنی بڑی سلطنت کا انتظام کر سکے۔ اُس کے بنائے ہوئے قوانین میں کمزوری آنے لگی۔ اور راجپوتانہ کے راجہ اپنی آزادی حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگے؛

علاؤ الدین کی عادتیں بھی دن بدن خراب ہونے لگیں اور خود اسی کے درباری امراء اور سردار اس سے ناراض اور مخالف ہو گئے چونکہ کافور کو اس نے بہت بڑا عہدہ دے دیا تھا

اس وجہ سے تمام امراء اس سے ناخوش تھے کافور کا مقصد تھا کہ میں علاؤ الدین کے بعد خود بادشاہ بن جاؤں - اُس نے اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے بہت سی خفیہ تدبیریں کیں - اور بادشاہ کے تمام بیٹوں کو قید کرا دیا - علاؤ الدین ۱۳۱۶ء میں مر گیا - بعض مورخ لکھتے ہیں - کہ کافور نے اس کو زہر دلوا دیا تھا - بادشاہ کے مرتے ہی چاروں طرف بغاوت پھیل گئی - دکن اور مہاراشٹر خود مختار ہو گئے اور شمالی ہندوستان میں بھی گڑبڑی پھیل گئی - کافور نے بادشاہ کے چھوٹے بیٹے کو بادشاہ بنا دیا - لیکن وہ کچھ زیادہ زمانہ تک زندہ نہیں رہا - انتظام سلطنت اب تک کافور کے ہاتھ میں تھا - ۳۵ یوم کے بعد کافور بھی مارا گیا - کافور کے بعد قطب الدین مبارک شاہ ۱۳۱۶ء میں تخت نشین ہوا +

قطب الدین مبارک شاہ

قطب الدین ایک کمینہ خصلت اور آوارہ شخص تھا اپنا وقت عیش و عشرت میں صرف کرتا بازاروں اور گلیوں میں زنانہ کپڑے پہن کر گھومتا اور گاتا بجاتا تھا - ان حرکتوں پر اس

کے اُمراء اور سردار اس سے سخت بیزار تھے - علاؤالدین کے زمانہ کے اُمراء کے ساتھ وہ بہت بُرا برتاؤ کرتا تھا - اُن کی توہین کے لئے اُس نے گجرات کے ایک پرداری[1] قوم کے آدمی خسرو کو اپنا وزیر بنایا - خسرو نے رفتہ رفتہ اپنی طاقت بہت بڑھائی اور اپنی قوم کے بہت سے لوگوں کو محل میں آنے کی اجازت دلوا دی - دو برس کے بعد اس نے قطب الدین کو قتل کر ڈالا - اور خود بادشاہ بن بیٹھا ؛

ناصرالدین

خسرو نے اپنا نام ناصرالدین رکھا اور مسلمانوں پر سخت ظلم شروع کیا - قرآن اور مسجدوں کی بڑی بے حرمتی کی اور مسلمانوں کو سخت تکلیفیں دیں - یہ حالت دیکھ کر پُرانے امراء اور افسر ناراض ہوئے - فخرالدین جوتا نے (جو بعد میں محمد تغلق کے لقب سے تخت نشین ہوا) اپنے باپ غازی تغلق سے جو دیپالپور کا حاکم تھا جاکر سب حال بیان کیا - غازی تغلق نے ایک بڑی فوج لے کر دلی پر حملہ کیا - خسرو نے تمام خزانہ

[1] پرداری گجرات میں ایک رذیل قوم ہے ؛

شاہی سپاہیوں اور اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا لیکن لڑائی میں اُس کو شکست ہوئی اور وہ مارا گیا۔ لڑائی ختم ہونے پر غازی تغلق نے دریافت کیا کہ علاؤ الدین کی اولاد میں کوئی ہے یا نہیں۔ لیکن جب کوئی نہ ملا تو سب امیروں کے مشورہ سے خود تخت پر بیٹھا۔

مسلمانوں کی سلطنت ہندوستان میں قائم ہوئے ابھی سو یا سوا سو برس ہوئے تھے۔ اس زمانہ میں مختلف خاندانوں کے بادشاہ تخت نشین ہوئے لیکن لڑائی کا زمانہ ہونے کی وجہ سے زیادہ تر سلطنت اُنہیں لوگوں کے پاس رہی جو بہادر اور ہوشیار تھے۔ مغلوں کے حملے اور ہندوؤں کی مخالفت کی وجہ سے اس بات کی ضرورت تھی کہ دلّی کا بادشاہ ایک زبردست فوج رکھے اور خود بھی لائق اور قابل ہو۔ خسرو کے زمانہ میں دلّی کی سلطنت کی طاقت بہت کم ہو گئی تھی لیکن کسی ہندو راجہ نے دلّی پر حملہ کرنے کی کوشش نہ کی۔ ہندو راجہ اپنی اپنی سلطنتوں کو مضبوط کرنے کی فکر میں رہتے تھے اس لئے اور طرف متوجہ نہ ہو سکے۔

باب ۲۲

خاندان تغلق

۱۳۲۰ء سے ۱۴۱۴ء تک

غیاث الدین تغلق

۱۳۲۱ء میں غازی تغلق غیاث الدین تغلق کے لقب سے تخت نشین ہؤا۔ کہتے ہیں کہ اس کا باپ تُرک نسل سے تھا۔ لیکن ماں پنجاب کی جاٹ قوم سے تھی۔ غیاث الدین نیک اور رحم دل بادشاہ تھا۔ اُس کے زمانہ میں اُس کے بیٹے جونا خاں نے وارنگل کو فتح کر کے دتی کی سلطنت میں ملا لیا۔ جب بنگال میں بغاوت ہوئی تو بادشاہ خود وہاں گیا اور امن و امان قائم کیا۔ اس کے عہد میں رعایا خوشحال تھی۔ لگان بہت معمولی لیا جاتا تھا۔ بادشاہ اپنے مذہب کا بہت پابند تھا اور بغیر وزراء کے مشورہ کے کوئی کام نہیں کرتا تھا۔ جب بادشاہ بنگال

سے واپس آیا تو اُس کے بیٹے جونا خاں نے اُس کی تعظیم و تکریم کے لئے دلّی سے کچھ فاصلے پر ایک لکڑی کا محل تعمیر کرایا۔ جب بادشاہ اس محل میں بیٹھا کھانا کھا رہا تھا تو دفعتاً مکان گر پڑا۔ بادشاہ اور اس کا ایک چھوٹا لڑکا دونوں دب کر مر گئے۔

محمد تغلق

۱۳۲۵ء میں غیاث الدین کا بیٹا محمد تغلق کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ محمد تغلق بہت قابل اور تربیت یافتہ شخص تھا۔ اس وقت تک دلّی کے تخت پر جتنے بادشاہ بیٹھے تھے ان میں یہ سب سے زیادہ عالم اور ہوشیار تھا۔ آج کل کے مؤرخوں نے اس کو پاگل بتلایا ہے لیکن یہ درست نہیں ہے۔ وہ پاگل نہیں تھا بلکہ عقلمند اور منصف مزاج تھا۔ وہ مذہب کا پابند اور بڑا نمازی تھا۔ اُس کے دربار میں عالم اور مولوی بہت رہا کرتے تھے۔ وہ اُن سے بڑی قابلیت سے بحث مباحثہ کیا کرتا تھا۔ لیکن اُس میں ایک بڑا عیب یہ تھا کہ سزا سخت دیتا تھا۔ جس بات کی دھن اُس کو سما جاتی اُسے پورا کر کے چھوڑتا تھا چاہے رعایا کو کتنی ہی تکلیف کیوں نہ ہو۔

محمد تغلق کی فتوحات

تخت نشینی کے کچھ روز بعد اُس نے تمام ملک کو تسخیر کر لیا۔ دکن کو بھی فتح کر کے اپنی قلمرو میں شامل کر لیا۔ اُس کی سلطنت میں ۲۳ کے قریب صوبے تھے اور ہر ایک کا انتظام قابل اور تجربہ کار افسروں کے سپرد تھا۔ ۱۳۲۶ء میں مغلوں نے ہندوستان پر حملہ کیا لیکن بادشاہ کی سرکار سے بہت سی دولت حاصل کر کے وہ اپنے ملک کو واپس چلے گئے۔

انتظامِ سلطنت

اگر یہ بادشاہ عقل سے کام لیتا تو اس کے عہد میں رعایا بہت خوشحال رہتی اور اسے کسی جھگڑے اور بغاوت کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ تخت نشینی سے چند ہی دن بعد اُس نے دوآبے کے زمینداروں کی مالگزاری دونی کر دی۔ جس سے رعایا کو سخت تکلیف ہوئی۔ کاشتکار اپنی زمین چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اُس کے حاکموں نے کاشتکاروں کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کئے اور بارش نہ ہونے کی وجہ سے زراعت بھی خراب ہو گئی۔ بادشاہ نے مالی کمی پوری کرنے کے لئے تانبے کا سکّہ جاری کیا اور حکم دیا کہ یہ سکّہ چاندی کے

سکے کے برابر سمجھا جائے۔ اب ہر شخص کو اپنے گھر سکہ بنانے کی خواہش ہوئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے ہزاروں سکے بنا لئے۔ تب اس نے غصہ ہوکر نیا سکہ منسوخ کر دیا اور حکم دیا کہ لوگ سرکاری خزانہ سے نئے سکوں یعنی تانبے کے سکوں کے بدلے چاندی سونے کے سکے لے جائیں۔ اس سے سرکاری روپیہ کا سخت نقصان ہوا اور بہت سا روپیہ فضول برباد ہوا۔

محمد تغلق کی سلطنت دکن میں بہت دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ چونکہ دلی دکن سے بہت دور تھی اور وہاں سے سلطنت کے تمام صوبوں کا انتظام اچھی طرح ممکن نہ تھا۔ اس وجہ سے بادشاہ نے دیوگری کو جو وسطِ سلطنت میں تھی اور جہاں سے شمال و جنوب دونوں طرف کے صوبوں کا انتظام بہت اچھی طرح ہو سکتا تھا دار السلطنت قرار دے کر دلی کے لوگوں کو حکم دیا

لہ کئی ایک مؤرخوں کی رائے ہے کہ دار السلطنت بدلنے کی وجہ یہ تھی کہ بادشاہ ایک دفعہ دلی کے لوگوں پر سخت ناراض ہوگیا تھا اور ان کو بطور سزا کے یہ حکم دیا کہ وہ لوگ دیوگری میں جاکر بسیں۔

کہ اپنا تمام مال و اسباب لے کر دیوگری یا دولت آباد چلے جاؤ۔ بہت سے لوگ تو راستے ہی میں مر گئے اور جو وہاں پہنچے پھر دلّی واپس آنے کی تمنا کرنے لگے۔ اگرچہ بادشاہ نے راہ کی آسائش کا انتظام کر دیا تھا۔ لیکن تمام تکالیف رفع نہ ہو سکیں۔ پھر بادشاہ نے واپسی کا حکم دیا اور بیچارے دلّی کے لوگ طرح طرح کے مصائب برداشت کرتے ہوئے گھر واپس ہوئے۔ دلّی کی پُرانی رونق جاتی رہی اور رعایا بھی بادشاہ سے ناخوش ہو گئی۔

یہ بادشاہ بڑا مسافر نواز تھا اس کے دربار میں چین۔ خراسان۔ ترکستان۔ فارس اور دیگر مختلف ممالک کے لوگ موجود رہتے اور انعام و اکرام پاتے تھے۔ خراسانی سرداروں نے بادشاہ کو اپنے ملک پر چڑھائی کرنے کی رغبت دلائی۔ لیکن کئی وجوہ سے بادشاہ اس مقصد کو پورا نہ کر سکا۔

بغاوت کا آغاز

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے محمد تغلق چھوٹے سے قصور پر بھی سخت سزا دے دیتا تھا۔ اس لئے بہت سے عالم اور مولوی اس سے ناخوش ہو گئے تھے۔ قحط کی وجہ سے تمام ملک میں بدامنی پھیلی ہوئی تھی۔ شمالی ہند کے لوگ

بھُوکے مرتے تھے - ملک میں ہر چہار طرف بغاوت
پھیل رہی تھی - صوبوں کے صوبہ دار خود مختار
ہونے کی کوشش کرنے لگے - پہلے تو بادشاہ نے
بغاوت فرو کرنے کی کوشش کی - لیکن جب
دکن میں بغاوت شروع ہوئی تو بادشاہ سخت
مشکل میں پڑ گیا - ادھر دیوگری اور گجرات میں
جو غیر ملکی لوگ آباد تھے - اُنہوں نے بلوہ
کر دیا اور لڑائی شروع ہو گئی - ۱۳۴۷ء
میں دیوگری کا علاقہ محمد تغلق کے قبضہ سے
نکل گیا اور وہاں حسن گنگو نے خاندان بہمنی
کی بنیاد ڈالی ۔

۱۳۳۶ء میں ہری ہر نے وجے نگر کی
ریاست کی بنیاد ڈالی اور بہت سا حصہ دکن کا
بھی اُس میں شامل کر لیا - گجرات کے بلوہ کو
فرو کرنے کے لئے محمد تغلق نے بہت سی
تدبیریں کیں لیکن ناکامیاب رہا - بالآخر محمد تغلق
۱۳۵۱ء میں سندھ کے قریب مقام ٹھٹھہ پر جب
وہ اپنے دشمن طغی کا تعاقب کر رہا تھا بیمار ہو کر
مر گیا - اس کے مرتے ہی تمام ممالک محروسہ
میں بد امنی پھیل گئی - بنگال پہلے ہی خود مختار
ہو چکا تھا - دکن بھی قبضہ سے نکل گیا -

کرناٹک اور تلنگانہ کی سلطنتیں بھی خود مختار ہو گئیں - تغلق اخیر وقت تک جابرانہ حرکات کرتا رہا - نرمی اور مہربانی سے اُس نے بالکل کام نہ لیا - اگر وہ ایسی حرکتیں نہ کرتا تو ممکن تھا کہ ملک میں بغاوت نہ پھیلتی - کسی اور قابل بادشاہ کو ایسی مصیبتوں کا کبھی سامنا نہیں کرنا پڑا *

محمد تغلق کے زمانہ میں افریقہ کا ایک سیّاح ابن بطوطہ نامی ہندوستان میں آیا تھا - اُس نے بادشاہ کے انتظام سلطنت اور دربار کی کیفیت قلمبند کی ہے - بادشاہ نے اُس کو دلّی کا قاضی بنا دیا تھا اور اسے اپنا سفیر بنا کر چین بھی بھیجا تھا - اس کے علاوہ ایک اور مصنّف ضیاء الدین برنی نے جو اسی زمانہ میں ہؤا اور جس کو دربار شاہی میں اقتدار حاصل تھا تغلق کے عہد کے حالات لکھے ہیں *

فیروز تغلق

فیروز تغلق

محمد تغلق کے بعد اُس کا چچازاد بھائی فیروز تغلق تخت نشین ہؤا - اُس نے ۱۳۸۸ء تک سلطنت کی - فیروز کی

عادات بہت اچھی تھیں - وہ ہمیشہ غریبوں اور محتاجوں کی مدد کرتا تھا - مگر اپنے مذہبی عقیدے کا اتنا پکّا تھا کہ تھوڑے سے اختلاف رائے پر بھی بگڑ بیٹھتا اور دوسروں کو سخت سے سخت سزا دینے کے لئے تیّار ہو جاتا تھا۔ ہندوؤں کے کئی نئے تعمیر شدہ مندر منہدم کرا دئے - اُن کو سخت سزائیں دیں - ان پر جزیہ لگایا۔ اور جو مسلمان ہو گیا اُس کو جزیہ معاف کر دیا - صرف ہندوؤں ہی پر اس نے سختی نہیں کی بلکہ جیسا اس کی سوانح عمری میں ایک جگہ ذکر آتا ہے مسلمانوں کے شیعہ فرقے کے لوگوں کو بھی ایک دفعہ سخت سزا دی - بعضوں کو سزائے سخت اور بعضوں کو تعزیر کی - ان کی مذہبی کتابوں کو جلایا اور آئندہ کے لئے تنبیہ کر دی ؛

بنگال کی آزادی

فیروز کے عہد میں سلطنت دلّی کی طاقت گھٹنی شروع ہو گئی - نہ تو یہ بادشاہ علاؤ الدین کی طرح بہادر تھا اور نہ ویسا دور اندیش اور مدبر تھا - اس نے اپنی زیادہ توجہ غیر جنگی کاموں میں لگا رکھی تھی اور ایسے مشکل وقت میں کہ دلّی کی حالت

بہت خراب تھی شاید ایسی طبیعت والا بادشاہ تخت نشینی کے قابل نہ تھا۔ تخت نشینی کے دو برس بعد ہی اس کو بنگال کے حاکم شمس الدین سے جنگ کرنی پڑی۔ فیروز یہ نہ چاہتا تھا کہ مسلمان لڑائی میں قتل ہوں اس لئے اُس نے جلد ہی صلح کر لی۔ شمس الدین سلطنت دلی سے علٰحدہ ہو کر بنگال کا خود مختار حاکم بن گیا۔ فیروز نے دکن کو دوبارہ فتح کرنے کا قصد کیا مگر اس میں ناکام رہا اور اس میں اس شک نہیں کہ یہ کام اُس کی طاقت سے باہر بھی تھا +

انتظامِ سلطنت مسلمان مورخوں کے قلمبند کئے ہوئے واقعات اور فیروز تغلق کی اپنی سوانح عمری پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رفاہِ عام کے کاموں میں بڑی دلچسپی لیتا تھا اور ہر کام کی نگرانی بذاتِ خود کرتا تھا۔ اپنے عہد میں اُس نے بہت سے مدرسے اور شفاخانے قائم کئے۔ نہریں کھدوائیں سڑکیں بنوائیں اور محتاجوں کے لئے خیرات خانے جاری کئے۔ جہاں اُن کو کھانا تقسیم ہوتا تھا۔ اُس نے خیرات بھی خوب کی۔ بہت سے غریب

مسلمانوں کی لڑکیوں کی شادیاں کرادیں اور بہت سے ایسے قوانین جاری کئے جن سے رعایا کو بہت فائدہ پہنچا - جن لوگوں نے محمد تغلق کے زمانہ میں مصیبتیں برداشت کی تھیں اُن کے ساتھ اُس نے بہت سلوک کئے - جن کی دولت ضبط ہو گئی تھی - اُن کو دولت دے کر مطمئن کر دیا اور سخت سزائیں دینا موقوف کر دیا +

سلطنت دلّی کا زوال +

فیروز کے زمانہ میں غلاموں کی تعداد بہت بڑھ گئی اور یہ بھی ضعف سلطنت کا ایک سبب ہؤا - مسلمان اب ویسے جنگجو بھی نہ رہے تھے جیسے کہ علاؤ الدین کے زمانہ میں تھے - فیروز خود بہادر نہ تھا بلکہ لڑائی سے جی چُراتا تھا - نتیجہ یہ ہؤا کہ مسلمانوں کی حکومت کا رُعب لوگوں کے دلوں سے جاتا رہا اور پٹھانوں کی سلطنت کا زوال شروع ہو گیا +

تیمور کا حملہ

فیروز کے بعد اس خاندان میں چار بادشاہ ہوئے (ضیاء الدین غیاث الدین ثانی - ابو بکر اور نصیر الدین) جنہوں نے تھوڑے عرصہ تک سلطنت کی -

صوبوں کے حاکم پہلے ہی خود مختار ہو چکے تھے۔ ان بادشاہوں کے زمانہ میں پٹھان صوبہ داروں اور راجپوت راجاؤں نے بھی اپنی اپنی سرحدیں بڑھالیں اور خود مختار بن بیٹھے +

سنہ ۱۳۹۸ء میں جب محمود تغلق نصیر الدین کا نابالغ بیٹا دلّی پر حکمران تھا۔ تیمور لنگ نے ہندوستان پر حملہ کیا۔ تیمور ترکستان کا بادشاہ تھا۔ وسطِ ایشیا میں اُس نے اچھی طرح اپنا سکّہ بٹھا لیا تھا۔ اب وہ ایک بہت زبردست فوج لے کر ہندوستان پر حملہ آور ہؤا +

پہلے اُس کا لڑکا پیرِ محمد پنجاب میں آیا اور اُس نے لاہور اور بھٹنیر وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ پھر خود تیمور ایک بڑی فوج لے کر ہندوستان پر چڑھ آیا۔ سلطنت دلّی کی کمزور اور ابتر حالت کی خبر اُسے پہلے ہی مل چکی تھی۔ اس موقع کو غنیمت سمجھا کہ اب ہندوستان کی بے انتہا دولت بآسانی ہاتھ آئیگی۔ دریائے اٹک کو عبور کرکے دلّی کے قریب آ موجود ہؤا۔ شہر کے دروازوں کے سامنے ہی لڑائی ہوئی۔ محمود کی فوج نے شکست کھائی اور وہ خود بھاگ کر گجرات چلا گیا +

تیمور محل شاہی میں داخل ہو کر مسند پر بیٹھ گیا۔ مگر شہر دلّی کی بدقسمتی سے تیمور کے تاتاری سپاہیوں اور شہر کے لوگوں میں کچھ تنازع ہو گیا جس کی وجہ سے تیمور کے حکم سے قتل عام شروع ہو گیا۔ سپاہیوں نے شہر کو لوٹ کر برباد کیا۔ بہت سی دولت لے کر تیمور میرٹھ اور ہردوار ہوتا ہُوا سمرقند کو واپس گیا۔ اس حملہ نے دلّی کی سلطنت کو تباہ کر دیا۔ ملک کی صرف دولت ہی غیر ملک میں نہ چلی گئی بلکہ بدامنی بھی پھیل گئی۔ جس سے باشندوں کو سخت تکلیف پہنچی۔ تاتاری سپاہی ہندوستان میں زیادہ عرصہ تک نہ ٹھیرے لیکن اُن کی وجہ سے تھوڑے ہی عرصہ میں لوگوں کو سخت مصیبتیں برداشت کرنی پڑیں۔ تمام ملک میں فتنہ و فساد برپا ہو گیا۔ حاکم اور صوبہ دار اپنی مرضی کے مطابق حکومت کرنے لگے اور خود مختار ہو گئے ❊

باب ۲۴

خاندان سادات و لودی

۱۴۱۴ء سے ۱۴۸۸ء تک

خاندان سید ۱۴۱۴ء سے ۱۴۵۱ء تک

محمود تغلق کے بعد ملتان کے صوبہ دار سید خضر خاں نے دلّی کے تخت پر قبضہ کر لیا۔ اس خاندان کے بادشاہ ۱۴۵۱ء تک سلطنت کرتے رہے۔ لیکن اُن کی سلطنت آگرہ اور دلّی تک محدود تھی۔ کیونکہ تیمور کے جانے کے بعد بہت سی چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستیں قائم ہو گئی تھیں۔ مثلاً شمال میں بنگال۔ گجرات۔ تلنگانہ۔ جون پور اور مالوہ اور دکن میں سلطنت بہمنی قائم ہو گئی تھی۔ سیّدوں کی حکومت برائے نام تھی۔ کیونکہ نہ تو اُنھوں نے اپنے نام کا سکّہ چلایا اور نہ ان میں کوئی اور بادشاہوں کی سی آن بان

تھی +

بہلول لودی
۱۴۵۱ء سے ۱۴۸۸ء

آخر ۱۴۵۱ء میں بہلول خاں لودی جو پنجاب کا صوبہ دار تھا دلّی کا بادشاہ بن بیٹھا - عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی بہلول خاں سلطنت کے رُعب داب اور اس کی وسعت کو بڑھانے میں کوشاں ہُوا آخر عرصہ دراز کی متواتر کوششوں کے بعد اُس نے جونپور کے راجہ کو شکست دی اور اس ریاست کو اپنی سلطنت میں الحاق کر لیا +

سکندر لودی

بہلول کے بعد اس کا بیٹا نظام خاں سکندر غازی کے لقب سے تخت نشین ہُوا - سکندر اپنے باپ کی طرح لائق اور بہادر سپاہی تھا - جونپور کی ریاست فتح ہو چکی تھی - اب اُس نے بہار اور ترہٹ کی ریاستوں پر بھی ہاتھ مارا اور اسی غرض سے کہ سلطنت کا مشرقی حصّہ پورے طور پر قابو میں رہ سکے اپنا پایہ تخت بھی دلّی سے آگرہ لے آیا اور اس کے پاس ہی ایک نئے شہر کی بنیاد ڈالی جس کا نام سکندر لودی کے نام پر سکندرہ رکھا گیا اس جگہ پر آج کل

اکبر کا مقبرہ بنا ہؤا ہے۔ سکندر لودی کا زمانہ بڑی خوشحالی کا زمانہ سمجھا جاتا ہے - کیونکہ اناج اور دیگر ضروری اشیاء بہت ارزاں تھیں ٭
سکندر بڑا پکّا مسلمان تھا - اُس نے متھرا کے کئی ایک مندروں کو منہدم کرکے مسجدیں تعمیر کرائیں وہ قرآن شریف کے احکام پر پورا عامل تھا - اُس نے ۱۵۱۲ء میں انتقال کیا اُس کے بعد اُس کا بیٹا ابراہیم لودی تخت نشین ہؤا ٭

ابراہیم لودی

ابراہیم اگرچہ مسلمان تھا لیکن افغان سرداروں کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کرتا تھا - جب یہ لوگ اُس کے دربار میں آتے تھے تو اُن کی بڑی بے عزّتی ہوتی تھی - وہ ابراہیم کے سامنے دست بستہ کھڑے رہتے اور بول نہ سکتے تھے - افغان لوگ اپنی عزّت کا بڑا خیال رکھتے ہیں - وہ ابراہیم کے اس برتاؤ کو برداشت نہ کرسکے بہت سے اُن میں سے قتل ہوئے اور بہت سے ناراض ہوکر ابراہیم کو نقصان پہنچانے کی تدبیریں سوچنے لگے - رانا سنگرام سنگھ والئے میواڑ اور دولت خاں لودی نے جو پنجاب کا

حاکم تھا کابل کے بادشاہ یعنی بابر کو لکھا کہ آپ ہندوستان پر حملہ کر کے تخت دلّی پر قبضہ کر لیں - بابر ایسے موقع کو کب نظرانداز کرنے والا تھا - اُس نے فوراً جنگ کی تیّاری کی اور ایک عظیم فوج ساتھ لے کر ہندوستان پر چڑھائی کر دی - پانی پت کے میدان میں ابراہیم کو شکست دی اور ایک نئے خاندان کی بنیاد رکھی جو تاریخ میں خاندان مغلیہ کے نام سے مشہور چلا آتا ہے - اس خاندان کی حکومت کے ساتھ ہندوستان کی تواریخ میں ایک نیا دور شروع ہوتا ہے - اس لئے پیشتر اس کے کہ ہم مغلیہ خاندان کی حکومت کا حال لکھیں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ملک کی پولٹیکل حالت کا ایک نقشہ کھینچا جائے +

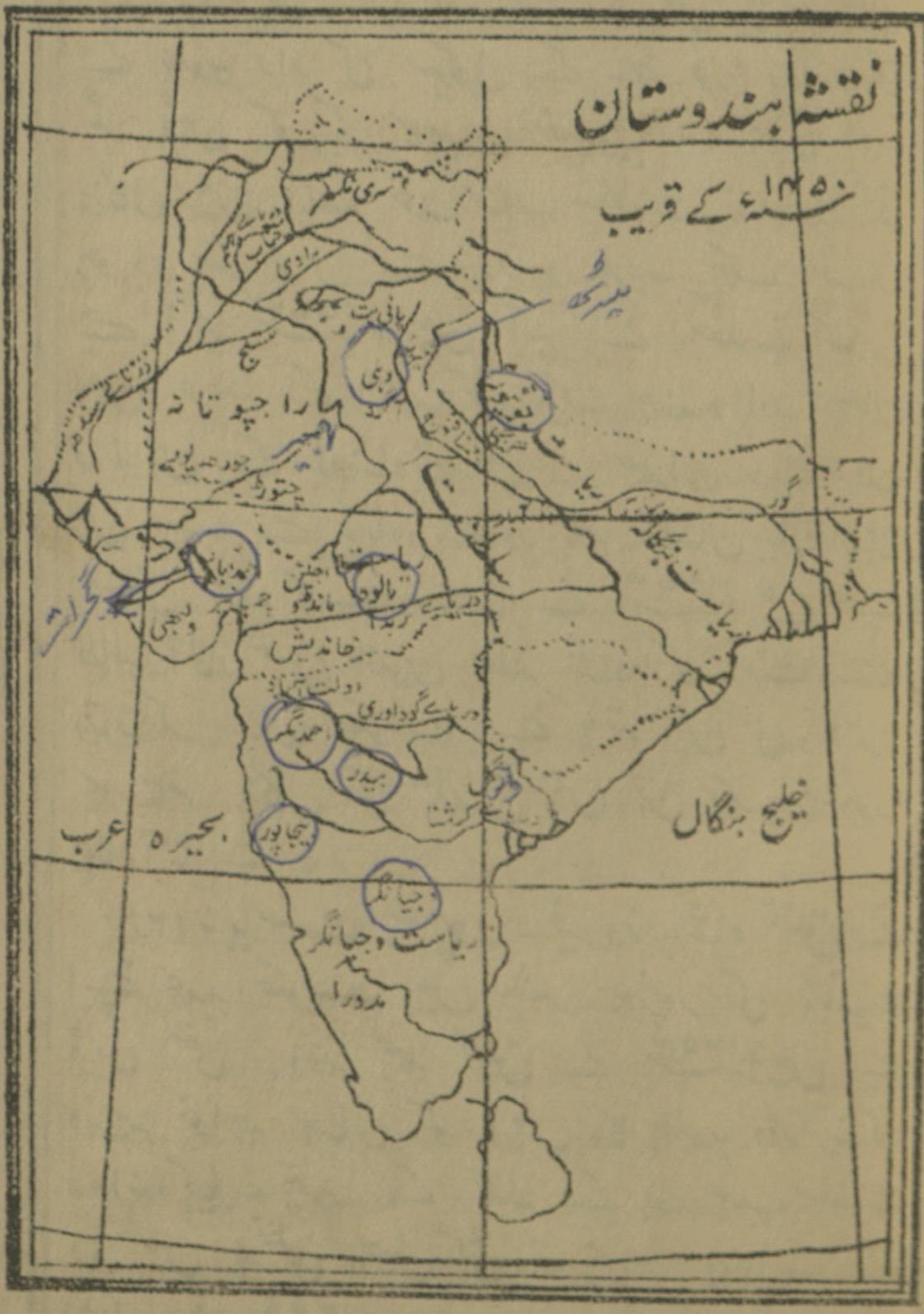
باب ۴۸

پندرھویں صدی میں ہندوستان کی ملکی حالت

شمالی ہند

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے - فیروز تغلق کے زمانہ میں سلطنت دلّی کا زوال شروع ہو گیا تھا اور ۱۳۹۸ء میں تیمور کے حملہ نے اس کی بگڑی ہوئی حالت کو اور بھی ابتر بنا دیا - نتیجہ یہ ہُوا کہ ملک میں بد نظمی پھیل گئی - مختلف صوبوں کے حاکم خود مختار بن بیٹھے اور ملک میں کئی ایک نئی ریاستیں قائم ہو گئیں - ان میں مندرجۂ ذیل شمالی ہند میں مشہور اور طاقتور تھیں :

(۱) **سلطنت بنگالہ** - محمد تغلق کے زمانہ میں فخر الدین حاکم بنگال نے بغاوت کا جھنڈا


نقشہ ہندوستان
۱۴۵۰ء کے قریب
راجپوتانہ
چتوڑ
خاندیش
دولت آباد
دریائے گوداوری
احمدنگر
بیدر
بیجاپور
وجیانگر
ریاست وجیانگر
مدورا
کرشنا
مالوہ
مانڈو
گور
بحیرہ عرب
خلیج بنگال

بلند کیا - کچھ سال بعد ۱۳۵۳ء میں فیروز تغلق نے صوبہ دار کی سرکوبی کے لئے فوج روانہ کی مگر اُس کو کچھ کامیابی نصیب نہ ہوئی اور بنگال میں ایک خود مختار سلطنت قائم ہو گئی جو دو سو برس سے زیادہ عرصہ تک رہی جسے آخر ۱۵۷۶ء میں اکبر نے مغلوب کیا۔ اس عرصہ کے اندر کئی ایک ہندو اور مسلمان خاندان کے بادشاہ یہاں پر حکمران رہے - ان میں سب سے زیادہ مشہور نام سلطان علاؤالدین حسین شاہ کا ہے - جس نے ۱۴۹۳ء میں اپنے ظالم آقا شمس الدین مظفر شاہ کو تخت سے اُتار کر عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی - اس کا نام بنگال کی تاریخ میں آج تک مشہور چلا آتا ہے ؏

(۲) **ریاست جونپور** - فیروز شاہ تغلق نے اپنے عہدِ حکومت میں شہر جونپور کی بُنیاد ڈالی تھی - اور محمد تغلق نے ۱۳۹۴ء میں اپنے وزیر خواجہ جہاں کو وہاں کا صوبہ دار بنا کر روانہ کیا - تیمور کے حملہ کے بعد جب سلطنت دلّی میں بدنظمی پھیل گئی تو خواجہ جہاں کے لڑکے نے ۱۳۹۹ء میں وہاں اپنی خود مختار ریاست

قائم کر لی - اور مبارک شاہ شرقی کا لقب اختیار کر لیا - اس خاندان کے بادشاہ قریب ۸۰ برس تک یہاں حکمراں رہے مگر انجام کار ۱۴۷۸ء میں بہلول لودی نے حسین شاہ کو شکست دے کر اس ریاست کو سلطنت دلی میں شامل کر لیا۔

(۳) **ریاست مالوہ** - مالوہ کا زرخیز علاقہ ہندو زمانہ سے بڑا بارونق چلا آتا تھا - اوّل اوّل ۱۳۱۰ء میں علاؤ الدین خلجی کے زمانہ میں فتح ہو کر سلطنت دلّی کا صوبہ بنا - تیمور کے حملہ کے بعد سلطان محمد غوری کے خاندان کے ایک شخص نے جو یہاں کا حاکم تھا ۱۴۰۱ء میں اپنی خود مختار حکومت قائم کر لی - یہ حکومت ایک سو برس سے زیادہ تک قائم رہی - آخر ۱۵۳۱ء میں گجرات کاٹھیاواڑ کے بادشاہ نے مالوہ کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا - اور بعد میں ۱۵۶۱ء میں اکبر نے شاہ گجرات کو شکست دے کر مالوہ کو دلّی کا صوبہ بنایا - اس زمانہ کا سب سے زیادہ مشہور بادشاہ حسام الدین ہوشنگ ہوا ہے - اس نے دریائے نربدا کے کنارے شہر مانڈو کی بنیاد رکھی اور اس کو

اپنا دار الخلافہ بنایا۔ اُس کے زمانہ کی خوبصورت عمارات کے کھنڈر اب تک یہاں پائے جاتے ہیں۔

(۴) ریاست گجرات۔ گجرات پر سب سے پہلا اسلامی حملہ ۱۰۲۴ء میں ہُوا جب محمود غزنوی نے سومناتھ کے مندر کو لوٹا۔ مگر اس کے بعد ہندو راجاؤں کی حکومت برقرار رہی۔ علاؤ الدین خلجی نے ۱۲۹۷ء میں گجرات کا کچھ حصہ فتح کرکے دلّی کی سلطنت میں شامل کیا۔ مگر باقی صوبہ داروں کی طرح یہاں کے حاکم ظفر خاں نے بھی بدنظمی کے زمانہ میں اپنی خود مختار ریاست قائم کر لی۔ اور مظفر شاہ کا لقب اختیار کیا۔ اس خاندان کا سب سے مشہور بادشاہ بہادر شاہ ہُوا ہے جس نے مالوہ اور دیگر علاقوں کو فتح کرکے اپنی ریاست میں ملا لیا۔ ۱۵۷۱ء میں اکبر نے اس خاندان کے آخری بادشاہ کو شکست دے کر گجرات کو اپنی سلطنت دلّی میں شامل کیا۔

(۵) ریاستِ میواڑ۔ پانچویں ریاست میواڑ کی تھی جہاں پر سسودیا قوم کے راجپوت

حکمران تھے۔ اس ریاست کے مشہور قلعہ چتوڑ کو ۱۳۰۳ء میں علاؤ الدین خلجی نے فتح کیا مگر اُس کی وفات کے بعد رانا ہمیر سنگھ نے میواڑ پر دوبارہ قبضہ کر لیا اور آہستہ آہستہ اپنے اقتدار کو اتنا بڑھا لیا کہ تمام راجپوتانہ میں اس کا سکّہ جم گیا۔ رانا سنگرام سنگھ جس کی بابر کے ساتھ ۱۵۲۷ء میں لڑائی ہوئی تھی۔ اسی رانا ہمیر سنگھ کا پوتا تھا۔ آخر اکبر نے چتوڑ کو فتح کر کے اس ریاست پر قبضہ کر لیا +

دکن کی ریاستیں

دکن میں بھی اسی زمانہ میں دو بڑی طاقتور اور با اقتدار ریاستیں قائم ہو چکی تھیں۔ ایک سلطنت بہمنی اور دوسری ریاست وجیا نگر +

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے سب سے اوّل علاؤ الدین خلجی نے ۱۲۹۴ء میں دیو گری کے راجہ رام دیو پر چڑھائی کی اور بہت سی دولت لے کر وہاں سے واپس آیا۔ اس کے بعد ۱۳۱۳ء کے قریب ملک کافور

نے وارنگل - دوار سمدر اور مدورا وغیرہ پر حملے کئے - در اصل بادشاہان دلّی کا مغل خاندان سے پیشتر دکن میں پورے طور پر تسلط کبھی نہیں ہونے پایا - جب کبھی دلّی کا بادشاہ طاقتور ہوتا تھا تو دکن کی ہندو ریاستیں اس کا رُعب مان لیتی تھیں مگر اس کے کمزور جانشینوں کے عہد میں یہاں کے راجہ اپنی طاقت کو پھر قائم کر لیا کرتے تھے۔

سلطنت بہمنی - اسی اثنا میں حسن گنگو نامی افغان نے جو محمد تغلق کا ملازم تھا ۱۳۴۷ء میں گلبرگہ پر قبضہ کر کے ایک نئی سلطنت کی بُنیاد ڈالی جو کہ سلطنت بہمنی کے نام سے مشہور ہے - حسن گنگو فارس کے بادشاہ بہمن شاہ کے خاندان سے تھا اور دلّی میں آ کر محمد تغلق کی فوج میں نوکر ہُوا - رفتہ رفتہ وہ سواروں کا سردار ہو گیا - فرشتہ کا بیان جو اگلے صفحے کے آخر میں نوٹ کی صورت میں دیا گیا ہے درست نہیں معلوم ہوتا بلکہ یہ ایک فرضی قصّہ ہے جس کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں ہے - حسن گنگو کے خاندان کی

حکومت ڈیڑھ سو برس سے زیادہ عرصہ تک رہی مگر اس خاندان کے چند آدمی فرماں روا نہایت ہی کمزور نالائق اور عیاش ثابت ہوئے ۱۴۸۱ء کے قریب امیروں نے بغاوت کر دی اور ایک طرح سے خاندان کا خاتمہ ہو گیا اور تمام سلطنت پانچ خود مختار ریاستوں میں تقسیم ہو گئی - جن کو آخر یکے بعد دیگرے شاہان مغلیہ نے فتح کر لیا - وہ ریاستیں حسب ذیل تھیں :-

احمد نگر - اس کی بُنیاد نظام شاہ نے تقریباً

نوٹ - فرشتہ نے لکھا ہے - کہ حسن دہلی کے گنگو نام برہمن کے پاس نوکر تھا - ایک دن اسے ہل جوتتے وقت کھیت میں گڑی ہوئی دولت مل گئی - اس نے سب دولت اپنے مالک کو دے دی - برہمن نجومی تھا اور بادشاہ کے دربار میں آیا جایا کرتا تھا - اُس نے بادشاہ سے حسن کی ایمانداری کی بڑی تعریف کی اور اُسے سواروں میں داخل کرا دیا - اور اس شکر گزاری کے عوض میں جب اس نے دکن میں سلطنت قائم کی تو اپنے پُرانے مربّی کی یادگار قائم رکھنے کے لئے اپنا نام حسن گنگو اور اپنی سلطنت کا نام بہمنی سلطنت رکھ دیا +

سنہ ۱۴۸۹ء میں ڈالی تھی - جب اکبر ہندوستان کا بادشاہ ہوًا تو اُس نے احمد نگر پر حملہ کیا - مگر چاند بی بی نے بڑی دلیری سے اکبر کی فوج کا مقابلہ کیا لیکن تھوڑے دن بعد جب چاند سلطانہ مرگئی تو اکبر نے پھر حملہ کیا اور احمد نگر کو فتح کر لیا اور آخر شاہجہان نے سنہ ۱۶۳۷ء میں اسے سلطنت دلّی میں شامل کر لیا +

بیجاپور - اس کی بنیاد یوسف عادل شاہ نے تقریباً سنہ ۱۴۹۰ء میں ڈالی تھی اس خاندان کی حکومت دو سو برس تک قائم رہی سنہ ۱۶۸۶ء میں اورنگ زیب نے بیجاپور پر حملہ کیا اور اُسے فتح کرکے دلّی کی سلطنت میں شامل کر لیا +

گول کنڈہ - گول کنڈہ بھی سلطنت بہمنی کا ایک حصّہ تھا - یہاں قطب نامی ایک ایرانی نے سنہ ۱۵۱۲ء میں اپنی ایک خود مختار ریاست قائم کی تھی - بیجاپور کے بعد سنہ ۱۶۸۶ء میں اورنگ زیب نے گول کنڈہ پر بھی حملہ کیا - یہاں کے بادشاہ ابوالحسن نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا مگر مغل فوج نے اُسے شکست دی +

بیدر۔ یہاں پر قاسم برید کے خاندان کے لوگ سلطنت کرتے تھے۔ قاسم نے برید شاہی خاندان کی بنیاد ڈالی تھی۔ وہ در اصل مسلمان غلام تھا۔ لیکن برید شاہی خاندان کے بانی ہونے سے پہلے رفتہ رفتہ ترقی کر کے وزارت کے رتبہ پر پہنچ گیا تھا +

برار۔ برار میں عماد الملک نامی صوبہ دار نے خود مختار ریاست قائم کی تھی اس کے خاندان کے لوگ ۱۵۷۴ء تک حکومت کرتے رہے اسی سال برار کو احمد نگر کے بادشاہ نے فتح کر کے اپنی حکومت میں شامل کر لیا +

ریاست وجیانگر۔ اس فتنہ و فساد کے زمانہ میں ہندوؤں نے بھی خود مختار ہونے کی کوشش کی۔ ۱۳۳۶ء میں ہری ہر اور بُکا رائے نام دو بھائیوں نے جو وارنگل کے راجہ کے یہاں نوکر تھے۔ بیجانگر کی بنیاد ڈالی۔ رفتہ رفتہ اُن کی سلطنت کرشنا ندی سے لے کر راس کماری تک پھیل گئی اور ہوے سالہ۔ چولا۔ پانڈیہ خاندان کی ریاستوں کا بہت سا حصہ بیجانگر کی حکومت میں شامل ہو گیا۔ بُکا کا وزیر مادھو چارج نامی ایک برہمن تھا جس نے (وجے نگر) بیجا نگر کی

بنیاد ڈالنے میں بُکا کی بہت مدد کی تھی +

بجے نگر کی ترقی

پندرھویں صدی میں بیجانگر کی سلطنت دکن کی تمام سلطنتوں سے زیادہ طاقتور تھی - اس زمانہ میں ہندوؤں کی تعلیم اور صنعت و حرفت میں بڑی ترقی ہوئی - ویشنو مذہب کی خوب ترقی ہوئی - انتظام حکومت بھی اچھا تھا - رعایا آرام سے رہتی تھی - مال گزاری زیادہ نہیں لی جاتی تھی اور سلطنت کے کارپرداز رعایا کو تکلیف نہیں دینے پاتے تھے - سنہ ۱۴۴۳ء میں مُلک فارس کا ایک سفیر عبد الرزاق دکن میں آیا - وہ لکھتا ہے کہ بیجانگر میں بڑی خوبصورت اور شاندار عمارتیں تھیں - شہر کئی میل میں پھیلا ہوا تھا اور شہر کے گِرد فصیل تھی - بازاروں میں بڑی بھیڑ رہتی تھی +

بہمنی اور بجے نگر سلطنتوں میں باہم بڑا نفاق تھا - دونوں میں اکثر لڑائی بھی ہوا کرتی تھی - سنہ ۱۴۹۰ء میں بُکا کے خاندان کا خاتمہ ہوگیا اور نرسنگھ جو وزیر تھا تخت نشین ہوا +

کرشن دیو رائے

سنہ ۱۵۰۹ء میں کرشن دیو رائے بجے نگر کا راجہ ہوا - وہ

بڑا اقبال مند تھا۔اس نے اپنی سلطنت بہت وسیع کر لی اور مسلمانوں کو لڑائی میں شکست دی۔ ۱۵۲۰ء میں اس نے عادل شاہ کو لڑائی میں شکست دی اور رائے چور دوآب کو فتح کر لیا۔

اچیوت دیو کرشن دیو رائے کے بعد اچیوت دیو تخت نشین ہوُا۔ لیکن وہ بڑا بزدل اور کمزور تھا۔ عادل شاہ نے اس پر حملہ کیا اور بہت سی دولت حاصل کی۔ ۱۵۴۲ء میں وہ مر گیا۔

رام راجا اچیوت دیو کے بعد رام راجا تخت کا مالک ہوُا۔ وہ بڑا مغرور تھا۔ اُس کے بُرے برتاؤ کی وجہ سے چاروں طرف اُس کے دشمن پیدا ہو گئے تھے۔ نتیجہ یہ ہوُا کہ دکن کی اسلامی ریاستوں یعنی بیجاپور۔ گولکنڈہ اور احمد نگر اور بیدر شاہیہ نے مل کر اس پر چڑھائی کی تمی کوٹ کے میدان میں ۱۵۶۴ء میں اس کو شکست دی جس سے بجے نگر کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

باب ۲۵

خاندانِ مغلیہ

بابر

۱۵۲۶ء سے ۱۵۳۰ء تک

مغل بابر قوم کا مغل تھا۔ مغل یا منگوں ملک منگولیا کے باشندے تھے جو وسط ایشیا میں چین اور ترکستان کے درمیان واقع ہے۔ ان لوگوں نے ہندوستان پر بہت سے حملے کئے اور خوب لوٹ مار کی۔ ان میں سے بہت سے ہندوستان میں آکر آباد ہو گئے اور رفتہ رفتہ غارت گری کی عادات ترک کر دیں۔ اور اپنی سلطنتیں قائم کر لیں۔ بابر نے سلطنت مغلیہ کی ہندوستان میں بنیاد ڈالی۔ اس خاندان میں پندرہ بادشاہ ہوئے۔ جن میں سے اوّل چھ بہت مشہور ہیں۔ ان چھ کے سوا

دوسرے بادشاہ اتنے طاقتور نہ تھے اور ان کے زمانہ میں دن بدن سلطنت مغلیہ کا زوال ہوتا گیا ۔

بابر کی ابتدائی زندگی ۔

بابر تیمور کے خاندان سے تھا اُس کا باپ عمر شیخ مرزا ریاست فرغانہ کا مالک تھا۔ باپ کے مرنے پر گیارہ برس کی چھوٹی عمر میں بابر اُس ریاست کا مالک ہوُا ۔ لیکن تخت پر بیٹھتے ہی اُس کو اپنے چچا سے بہت سخت جنگ کرنی پڑی ۔ بابر بیس سال تک متواتر فرغانہ کی سلطنت کو چھوڑ کر اپنی جان بچانے کے لئے ادھر اُدھر پریشان پھرتا رہا۔ آخرکار مجبور ہو کر جنوب کی جانب بھاگا اور ۱۵۰۴ء میں کابل کو فتح کیا ۔ کابل میں اُس کو ازبک سرداروں سے مقابلہ کرنا پڑا جو بڑے خونخوار اور جنگجو تھے ۔ ان کے ساتھ بابر ایک عرصہ تک لڑتا رہا ۔ کابل میں اپنی سلطنت قائم کرکے بابر نے پنجاب پر کئی بار حملے کئے۔ لیکن ہر مرتبہ ناکام واپس ہوُا ۔ جب اُس کو پنجاب کے حاکم دولت خاں لودی اور رانا سنگرام سنگھ کا پیغام ملا تو اُس نے سرداروں سے

مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیئے وہ لوگ بہادر اور جنگجو سپاہی تھے ایک زبان ہو کر بول اُٹھے کہ ہم لڑنے کے لئے تیّار ہیں +

بابر کا حملہ

بابر کے پاس صرف بارہ ہزار سپاہی تھے - لیکن بڑے بہادر تھے - بابر اُن کے ہمراہ کوہ ہندوکش کے درّوں سے گزر کر ہندوستان میں آیا اور دلّی کا رخ کیا - جب ابراہیم نے بابر کے آنے کی خبر سنی تو وہ بھی اپنی فوج لے کر پانی پت کے میدان کی طرف بڑھا - ۲۱ اپریل ۱۵۲۶ء کو دونو فوجیں مقابل ہوئیں - افغان کمزور تھے اور مدّت تک بآرام زندگی بسر کرنے سے کاہل ہو گئے تھے - بابر کی فوج اگرچہ تعداد میں کم تھی لیکن ہندوستانیوں کا اُس کے مقابلہ میں ٹھیرنا مشکل تھا - بابر کے پاس توپخانہ اور کئی قسم کے نئے ہتھیار بھی تھے - جو ہندوستان کے لوگوں نے ابھی تک استعمال نہیں کئے تھے - نتیجہ یہ ہؤا کہ ابراہیم لودی نے لڑائی میں شکست کھائی وہ خود میدان جنگ میں مارا گیا اور اُس کی فوج بھاگ گئی + پانی پت کی لڑائی کے بعد دلّی اور آگرہ

دونوں بابر کے قبضہ میں آ گئے۔ لیکن گرمی کی وجہ سے بابر کے سپاہی اپنے ملک کو واپس جانے کے لئے بے چین ہونے لگے۔ بابر نے اُن کو سمجھایا کہ ایسا کرنا سخت غلطی ہوگی۔ کیونکہ ہندوستان کی قریب قریب تمام سلطنت اس کے قبضہ میں آ چکی تھی۔ بابر نے اپنے بیٹے ہمایوں کو شرقی ممالک فتح کرنے کے لئے بھیجا۔ چار ہی مہینے کے اندر جس قدر صوبے لودی حکمرانوں کے قبضہ میں تھے فتح ہو گئے۔ ہمایوں نے جون پور کو بھی فتح کر لیا اور اس کے بعد بیانہ۔ دھولپور اور گوالیار بھی بابر کے مطیع ہو گئے۔

بابر اور راجپوت

اگرچہ پانی پت کی لڑائی کے بعد بابر دلّی اور آگرہ پر قابض ہو گیا لیکن تمام ہندوستان پر قبضہ کرنا مشکل تھا۔ راجپوتانہ کے راجہ اپنی خود مختاری کو جو بڑی مشکل سے اُن کے ہاتھ آئی تھی۔ کب چھوڑنے والے تھے جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ علاؤ الدین کے مرنے کے بعد میواڑ کے رانا ہمیر نے راجپوتانہ میں اپنا سکہ پوری طرح سے جما لیا تھا۔ آہستہ آہستہ میواڑ

کا اقتدار بڑھتا گیا اور تمام راجپوتانہ کی ریاستیں میواڑ کے راجہ کو اپنا سردار تسلیم کرنے لگیں۔ اس زمانہ میں میواڑ کا راجہ رانا سنگرام سنگھ تھا جو کہ رانا سانگا کے نام سے مشہور ہے وہ دلّی کے بادشاہ ابراہیم لودی سے سخت ناراض تھا اُس کو برباد کرنے کے لئے اُس نے بابر سے مشورہ کیا تھا لیکن اس کو یہ خیال نہ تھا کہ بابر لودیوں کو شکست دے کر خود ہندوستان کا بادشاہ بن بیٹھے گا۔ در اصل اس کی خواہش یہ تھی کہ بابر کی ہندوستان سے واپسی کے بعد وہ خود تخت دلّی کا مالک بنے گا لیکن اس کی خواہش پوری نہ ہو سکی اور مجبوراً اُسے خود بابر سے جنگ کرنی پڑی +

رانا سانگا بہت بہادر سپاہی تھا۔ وہ بہت سی لڑائیاں لڑ چکا تھا۔ یہاں تک کہ اُس کی ایک آنکھ ایک ٹانگ اور ایک ہاتھ بھی لڑائی میں بیکار ہو چکا تھا۔ اُس کے جسم پر اسّی زخموں کے نشان تھے۔ ایسے بہادر حکمران کا مقابلہ کرنا کوئی آسان بات نہ تھی۔ سانگا نے تمام راجپوتانے کے حکمرانوں کو بُلا کر اُن سے استدعا کی کہ وہ ہندوستان سے ترکوں کے نکالنے

ہیں اُس کی مدد کہیں۔ راجپوتانہ کے تمام راجاؤں نے مل کر ایک بہت بڑی فوج تیار کی۔ محمود لودی بھی مع دس ہزار فوج کے سانگا کی فوج میں شریک ہو گیا۔ دوسرے لودی سردار بھی جو بابر سے شکست کھا چکے تھے رانا کی فوج میں آ ملے ۔

سانگا نے ایک زبردست فوج جمع کر لی۔ جس میں پانچ سو ہاتھی۔ اسی ہزار گھوڑے اور بہت سے پیدل سپاہی تھے۔ یہ فوج تیار ہو کر لڑائی کے لئے روانہ ہوئی۔ راستہ میں اس فوج نے بیانہ کے قلعہ کو جو آگرہ سے پچاس میل کے فاصلہ پر ہے فتح کر لیا اور وہاں کی فوج کو شکست دے کر بھگا دیا۔ راجپوتانہ کی کثیر فوج کو دیکھ کر بابر کے حواس گم ہو گئے۔ اور پہلی دفعہ سیکری کے قریب راجپوتوں کے مقابلہ میں اُس کو شکست ہوئی۔ لیکن اس شکست سے راجپوتوں نے کوئی بڑا فائدہ نہ اُٹھایا۔ وہ اپنے کیمپ کو فوراً ہی واپس چلے آئے اس موقع کو بابر نے غنیمت جانا اُس نے اپنی جگہ کافی مستحکم بنا لی۔ اسی وقت کابل سے ایک نجومی ہندوستان میں وارد ہوا۔ اس نے پیشین گوئی کی کہ اس

لڑائی میں بادشاہ کا فتحیاب ہونا بہت مشکل ہے لیکن بابر اس سے مایوس نہ ہؤا - بابر نے جوانی ہی کے زمانہ سے اپنا بہت سا وقت لڑائیوں میں صرف کیا تھا - اس مشکل وقت میں بھی اُس نے اپنی تجربہ کاری اور اپنے استقلال سے کام لیا +

نجومی کی پیشین گوئی کا اثر فوج پر بہت خراب پڑا - افسر لوگ ہمّت ہار گئے بہت سے ہندوستانی جو بابر کے ہمراہ لڑنے آئے تھے دشمن سے جا ملے اس موقع پر بابر نے شراب نوشی ترک کر دی اور جس قدر نقرئی اور طلائی شراب کے ظروف تھے سب توڑ ڈالے اور عہد کیا کہ اب کبھی شراب نہ پیوں گا" خدا سے فتح کے لئے دعا مانگی - فوج کے افسروں اور سپاہیوں کو جمع کر کے اُس نے ایک تقریر کی جس کا ماحصل یہ تھا کہ "سپہ سالار اور سپاہیو ! آپ صاحبوں نے میرے ساتھ بہت کچھ تکالیف برداشت کی ہیں ان کے لئے میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں - دُنیا کا ہر جاندار کسی نہ کسی دن ضرور مریگا - یہ جسم خاکی فانی ہے خوف کے وقت بھاگنا اور موت سے مُنہ موڑنا بہت

ہی شرمناک امر ہے - مذہب اور آبرو کی حفاظت
میں جان دے دینا بے شرم ہو کر بھاگنے سے
کہیں اچھا ہے - اس لئے آپ لوگوں کا فرض
ہے کہ اس مقصد کی تکمیل کے لئے جان توڑ کر
لڑیں تاکہ دنیا کی تاریخ میں آپ کا نام قائم
رہے"۔ اس تقریر کا فوجی افسروں پر بہت اثر
پڑا۔ اُنہوں نے فوراً ہی قرآن پر ہاتھ رکھ کر
قسم کھائی کہ ہم لڑائی سے مُنہ نہ موڑیں گے
اور مذہب کے لئے اپنی جان تک دے دینگے۔
غرض بابر کی اس تقریر نے تمام فوج میں
ایک نئی روح پھونک دی اور مسلمان سپاہی
بے خوف ہو کر جنگ کے لئے آمادہ ہو گئے۔
۱۶- مارچ ۱۵۲۷ء کو سیکری کے قریب مقام کنواہ
پر جو اب ریاست بھرتپور میں ہے ایک
زبردست جنگ ہوئی - رانا سانگا شکست کھا کر
میدان سے فرار ہو گیا - بابر نے نجومی کو بہت
دھمکایا اور اسے مختصر زادِ راہ دے کر ہندوستان
سے چلے جانے کا حکم دیا۔

لڑائی ختم ہونے پر بابر نے ان لوگوں کو
جو کابل واپس جانا چاہتے تھے ہمایوں کے ہمراہ
واپس کر دیا اور خود چھ ماہ تک سلطنت کے

کاموں میں مشغول رہا۔ اس کے بعد اُس نے ریاست چندیری پر جو بندیلکھنڈ اور مالوہ کی سرحد پر واقع ہے حملہ کیا۔ وہاں کا راجہ میدنی رائے بڑی بہادری سے لڑا لیکن آخرکار اُس کو شکست ہوئی۔ قلعہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ جب راجپوتوں نے دیکھا کہ عزّت بچنے کی کوئی صورت نہیں رہی تو عورتوں کو قتل کر کے خود تلواریں لے کر میدان جنگ کی طرف بڑھے اور جان دینے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ ایک مرتبہ اُنہوں نے دشمن کو پسپا بھی کر دیا لیکن آخرکار بابر کی فوج فتحیاب ہوئی دو سو یا تین سَو راجپوت سپاہی جو زندہ بچ گئے تھے آپس میں لڑ کر مر گئے۔

بنگال اور بہار کی فتح۔

چندیری کا قلعہ فتح کرنے کے بعد بابر افغانوں کو زیر کرنے کے لئے بنگال اور بہار کی طرف بڑھا۔ ۱۵۲۹ء میں اس نے دریائے گھاگرا کے کنارے ایک مقام پر جو پٹنہ کے شمال میں ہے افغانوں کو شکست دی۔ تھوڑے دنوں بعد خبر ملی کہ محمود لودی نے جو رانا سنگرام سنگھ سے مل گیا تھا پھر بہار میں فساد برپا کیا ہے۔ محمود کے پاس اس وقت

ایک لاکھ فوج تھی جس کی مدد سے وہ بنارس تک آگیا تھا۔ بابر کو آتے دیکھ کر محمود بھاگ گیا۔اب تمام بہار بابر کے قبضہ میں آگیا اور اس کی سلطنت تمام شمالی ہند میں پھیل گئی +

اپنے مقبوضہ ممالک میں امن قائم کرنے کے لئے بابر نے ملک کو کئی حصّوں میں تقسیم کیا اور ایک ایک حصّہ بطور جاگیر کے اپنے افسروں کے حوالہ کر دیا۔ یہ لوگ کاشتکاروں سے زمین کا لگان وصول کر کے شاہی خزانہ میں داخل کرتے تھے +

بابر کی وفات بہت سخت محنت کرنے کی وجہ سے بابر کی صحت میں خلل واقع ہو گیا اسی زمانہ میں اُس کا بیٹا ہمایوں جو اُن ہی دنوں بدخشان سے واپس آیا تھا بیمار ہو گیا۔ اس کا بہت کچھ علاج کیا گیا لیکن طبیب اس کے جانبر ہونے سے مایوس ہو گئے۔ بابر نے بیٹے کے عوض اپنی جان دے دینے کا قصد کیا اُس کے دوستوں نے بہت کچھ سمجھایا۔ لیکن اُس نے ایک نہ سُنی۔اُس نے اپنے بیٹے کے پلنگ کے چاروں

طرف صدقے ہو کر کہا کہ "اے خداوند عالم ہمایوں کی تمام بیماری میرے اوپر آ جائے۔ کہتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کی درگاہ میں بابر کی دُعا قبول ہوئی اور وہ اسی دن سے بیمار پڑا اور ہمایوں کی حالت بہتر ہونے لگی۔ بابر کے وزیر نے اپنے داماد کو بابر کا جانشین بنانے کے لئے خفیہ طور پر بہت کوشش کی لیکن اس کا مقصد حاصل نہ ہوُا۔ بابر نے ۲۶۔ دسمبر ۱۵۳۰ء کو آگرہ میں وفات پائی۔ اُس کی وصیّت کے مطابق اُس کی لاش کابل پہنچائی گئی اور وہیں دفن کی گئی۔ بابر کی وفات کے وقت آموں ندی سے لے کر بنگال کی سرحد تک اور ہمالیہ سے لے کر چندیری اور مالوہ تک تمام ممالک اُس کے ماتحت تھے +

بابر کا چال چلن

بابر بعض مغلوں کی طرح بے رحم نہ تھا۔ بہت سی مصیبتیں اور تکالیف برداشت کرنے کے بعد بھی وہ نرم دل ہی رہا اس نے کبھی کسی کو بلا سبب نہیں ستایا نہ کبھی کسی لڑائی سے بھاگنے والے کو سزا دی۔ بابر بڑا بہادر آدمی تھا لڑائی سے اُس کو بہت دلچسپی

تھی - اسی سے ترکستان کے سرداروں نے
اُس کو بابر کا خطاب دے دیا تھا - بابر
ترکی زبان میں شیر کو کہتے ہیں - اس میں
کوئی مبالغہ نہیں کہ بابر درحقیقت شیر کی
طرح بہادر تھا - اُس نے صرف بارہ ہزار
سپاہیوں کی مدد سے تمام ہندوستان کو اپنے
قبضہ میں کر لیا تھا - بابر جسمانی طاقت بھی
کمال درجہ کی رکھتا تھا - بیان کیا جاتا ہے -
کہ وہ تیرنا بھی بہت عمدہ جانتا تھا اور جس
قدر دریاؤں کو اسے ہندوستان میں عبور کرنا
پڑا تھا اُنہیں خود تیر کر عبور کیا تھا - وہ
ایسا طاقتور تھا کہ دو آدمیوں کو بغل میں
دبا کر قلعہ کی دیوار پر دوڑ سکتا تھا - گھوڑے
کی سواری کا بھی وہ اس قدر شائق تھا کہ
گھوڑے کی پیٹھ پر سو سو میل تک چلا
جاتا تھا اور تکان محسوس نہ کرتا تھا ؎

بابر سچّا اور اپنے قول کا پکّا تھا - جس
کو زبان دے دیتا اُس کی پوری مدد کرتا
تھا - وہ صرف سپاہی ہی نہ تھا بلکہ اچھّا
مصنّف اور شاعر بھی تھا اس نے ترکی زبان
میں بہت سی غزلیں لکھی ہیں - جن سے معلوم

ہوتا ہے کہ وہ بہت بڑا عالی خیال اور ذہین
آدمی تھا اُس نے اپنی سوانح عمری خود لکھی
ہے جس کو آج تک لوگ بڑے شوق اور
دلچسپی سے پڑھتے ہیں - اس کتاب سے معلوم
ہوتا ہے کہ بابر قدرتی نظاروں کا بڑا دلدادہ
تھا - اس کتاب کا نام تزک بابری ہے -
اس میں اُس نے بہت سے ممالک کی
کیفیت قلمبند کی ہے - اس کی زبان بہت
سلیس اور دلچسپ ہے - ہندوستان کی بابت
وہ لکھتا ہے کہ یہاں کی آب و ہوا اچھی
نہیں ہے اور باشندے بھی زیادہ عقلمند نہیں
ہیں - اس میں شک نہیں کہ بابر ہندوستان
میں بہت تھوڑے عرصہ تک رہا اس کی
وجہ سے وہ یہاں کے باشندوں کی حالت
سے بخوبی واقف نہ ہو سکا اور یہی سبب
ہے کہ یہاں کی حالت لکھتے وقت اُس نے
یہ رائے ظاہر کی *

باب ۲۶

ہمایوں

۱۵۳۰ء سے ۱۵۵۶ء تک

ہمایوں اور اس کے بھائی:-

بابر کے بعد اس کا بیٹا ہمایوں تخت نشیں ہؤا۔ ہمایوں کے علاوہ بابر کے تین بیٹے اور بھی تھے۔ کامران۔ ہندال اور مرزا عسکری۔ بابر نے ہمایوں سے مرتے وقت کہا تھا کہ جب تم دہلی کے تخت پر بیٹھوگے تو بھائیوں سے مہربانی اور مروّت و محبّت کا برتاؤ کرنا۔ اس حکم کو ہمایوں نے مرتے وقت تک پورا کیا اور باوجود اُن کی مفسدہ پردازی اور دھوکہ بازی کے جہاں تک ہو سکا ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی کوشش کی۔ کامران کابل کا حاکم تھا اور ہندال اور عسکری ہندوستان میں تھے۔ پنجاب اور افغانستان کو ہمایوں نے

کامران کے ہی قبضہ میں رہنے دیا کیونکہ وہ اس سے جھگڑا کرنا نہیں چاہتا تھا - اور دوسرے بھائیوں کو مطمئن کرنے کے لئے اُس نے کچھ جاگیریں دے دیں - ہندال کو سنبھل اور عسکری کو میوات کا صوبہ دار بنا دیا - کامران کا قبضہ کابل اور پنجاب پر برقرار رکھنے سے ہمایوں جھگڑے سے تو بچا رہا لیکن ساتھ ہی وہ ایک نئی مصیبت میں پڑ گیا - بابر انہیں ممالک میں سے فوج کے سپاہی بھرتی کیا کرتا تھا جو بڑے استقلال اور بہادری سے ہندوستانیوں کا مقابلہ کرتے تھے - ہمایوں نے ایک طرح سے اپنے لئے اس راستہ کو بند کر دیا - اگرچہ اُس کا بُرا نتیجہ جلد ظاہر نہ ہوا مگر بعد میں اسی کی بدولت ہمایوں کو سخت مصیبتیں جھیلنی پڑیں +

ہندوستان کی حالت +

بابر ہندوستان میں صرف چار سال رہنے پایا تھا اور اُس کو اس عرصہ میں مُلکی انتظام کی بالکل فرصت نہ ملی تھی - اس وجہ سے ہمایوں کو ہر طرف سے دشمنوں کا مقابلہ کرنا پڑا - بنگال اور بہار میں افغان لوگ اپنی کھوئی ہوئی

ریاستوں کے واپس لینے کی فکر کر رہے تھے۔ گجرات کا بادشاہ بہادر شاہ بھی دلی پر چڑھائی کرنے کو تیار تھا۔ اُس نے بہت کچھ لڑائی کا سامان مہیّا کر لیا تھا۔ اُدھر شمال کی طرف کابل اور پنجاب کامران کے قبضہ میں تھے جو ہمایوں سے کینہ رکھتا تھا۔ راجپوتانہ کے راجہ بھی ابھی شکست کو نہ بھولے تھے اور اپنا رعب جمانے کا موقع دیکھ رہے تھے۔ ایسی صورت میں اپنی طاقت کو قائم رکھنا ہمایوں کے لئے بہت مشکل کام تھا۔ یہ مشکلیں روز بروز زیادہ ہوتی گئیں جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ ہمایوں تمام عمر دیس بدیس مارا مارا پھرتا رہا۔

کالنجر کا حملہ

کچھ عرصہ بعد ہمایوں نے کالنجر پر چڑھائی کی۔ جس زمانہ میں وہ کالنجر کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ اُسی عرصہ میں اُس کو افغانوں کی بغاوت کی خبر ملی۔ اُس نے جلدی سے افغانوں کی شکست دے کر چُنار کے قلعہ پر حملہ کیا جو بنارس کے قریب ہے۔ شیر خاں زیر ہو گیا اور ہمایوں آگرہ واپس چلا گیا۔

کچھ عرصہ پہلے ہمایوں کا ایک رشتہ دار

بہادر شاہ کے ساتھ جنگ

باغی ہو کر گجرات کے بادشاہ بہادر شاہ کے پاس چلا گیا تھا۔ ہمایوں نے بہادر شاہ کو اُسے واپس بھیجنے کے لئے لکھا۔ لیکن بہادر شاہ نے انکار کیا۔ اس پر دونوں میں مخالفت ہو گئی اور لڑائی تک نوبت پہنچی۔ بہادر شاہ نے آہستہ آہستہ اپنی سلطنت بہت وسیع کر لی تھی۔ خاندیش۔ برار۔ احمد نگر اور مالوہ کی سلطنتیں اس کی مطیع ہو گئی تھیں۔ اس نے ابراہیم لودی کے چچا علاؤ الدین کو ہمایوں سے لڑنے پر آمادہ کیا اور اس کو کچھ امداد بھی دی۔ ہمایوں نے ۱۵۳۵ء میں گجرات پر حملہ کر دیا۔ بہادر شاہ کا توپخانہ جس پر اُس کو بہت ناز تھا بالکل بیکار ثابت ہوا۔ اور بہادر شاہ راتوں رات منڈو کی طرف بھاگ گیا۔ جب شاہی فوج نے اُس کا تعاقب کیا تو وہ چمپانیر کی جانب بھاگا اور وہاں سے بندرگاہ کھمبایت کی طرف چلا گیا۔ ہمایوں بھی اُس کے تعاقب میں فوج لے کر کھمبایت پہنچ گیا۔ بہادر شاہ ہمایوں کی آمد سُن کر ڈیو کی طرف بھاگ گیا اور گجرات پھر ہمایوں کے قبضہ میں آ گیا۔

چمپانیر کا حملہ

اس کے بعد ہمایوں نے قلعہ چمپانیر پر چڑھائی کی جو بڑودہ کے شمال مشرق میں واقع ہے۔ رات کے وقت تین سو چیدہ سپاہی دیوار میں لوہے کی کیلیں گاڑ کر قلعہ کی فصیل پر پہنچے اور قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ جب ہمایوں قلعہ میں داخل ہوا تو ایک شخص نے اطلاع دی کہ بہادر شاہ کی تمام دولت ایک جگہ دفن ہے اور اس کا پتہ صرف ایک شخص کو معلوم ہے۔ جب اُس شخص کا پتہ لگایا گیا تو اُس نے بتلانے سے انکار کیا۔ کسی نے مشورہ دیا کہ اس کو زد و کوب سے بتا دینے پر مجبور کرنا چاہیئے لیکن ہمایوں نے جو فطرتاً بڑا رحم دل تھا ایک آسان تدبیر بتائی اور کہا کہ اُس کو خوب شراب پلاؤ اور عیش و عشرت کا سامان اس کے لئے مہیا کرو ممکن ہے کہ نشہ کی حالت میں راز کھول دے۔ اس ترکیب پر عمل کیا گیا اور اس شخص نے صاف الفاظ میں بتا دیا کہ تمام خزانہ فلاں تالاب کے اندر ایک تہ خانہ میں ہے۔ ہمایوں نے تالاب کو خالی کرایا اور تمام خزانہ بجنسہٖ

موجود پایا ۔ ہمایوں نے بہت سا روپیہ سپاہیوں میں تقسیم کر دیا اور مرزا عسکری کو گجرات میں چھوڑ کر خود آگرہ چلا آیا ۔ لیکن ہمایوں کے جانے کے بعد فوراً ہی گجرات میں پھر فساد برپا ہوگیا اس فساد سے بہادر شاہ نے بہت فائدہ اُٹھایا اور گجرات دوبارہ ہمایوں کے قبضہ سے نکل گیا۔

افغانوں کی بغاوت

آگرہ واپس آنے پر ہمایوں کو خبر ملی کہ بنگال اور جون پور میں افغان سردار پھر باغی ہو گئے ہیں ۔ اس وقت ہمایوں کی حالت اچھی نہ تھی کیونکہ گجرات اور مالوہ اُس کے قبضہ سے نکل ہی چکے تھے اور پورب میں افغان خودمختار ہونے کی کوشش کر رہے تھے ۔ دہلی کے قرب و جوار کے صوبوں میں بھی بدامنی پھیل رہی تھی ۔ کامران شمال میں تھا اور وہ غالباً ہمایوں کی مصیبتوں سے فائدہ اُٹھانا چاہتا تھا۔ اسی وجہ سے اُس نے ہمایوں کو مدد دینے سے انکار کر دیا۔

شیر شاہ

بہادر افغان سردار شیر خاں[۱] نے

[۱] شیر خاں کا دادا ابراہیم خاں افغانستان کا باشندہ تھا اور خاندان غور سے تھا۔

بہار کے سب قلعے فتح کر لیئے تھے اور بنگال میں خود مختار سلطنت قائم کرنے کی پوری پوری تیاری کر لی تھی ؎

شیر خاں کا بچپن کا نام فرید خاں تھا۔ اس کا باپ حسن خاں بہار میں سہسرام کا جاگیردار تھا۔ باپ سے نااتفاقی ہو جانے کی وجہ سے شیر خاں جون پور چلا گیا اور وہاں صوبہ دار کی فوج میں بھرتی ہو گیا۔ اُس نے کچھ پڑھنے لکھنے کی مشق بہم پہنچائی۔ بلکہ فارسی زبان میں بھی خاصی مہارت حاصل کر لی۔ باپ کے مرنے کے بعد وہ گھر واپس آیا اور اپنی موروثی جائداد و جاگیر کا مالک بن گیا۔ لیکن وہاں طبیعت نہ لگی جون پور واپس آیا اور جون پور کے حاکم کے یہاں پھر ملازمت کر لی۔ یہ حاکم بابر کا مددگار تھا۔ ۱۵۲۸ء میں وہ شیر خاں کو بابر کے دربار میں لے گیا۔ بابر نے اُس کو قابل اور ہونہار دیکھ کر بہار میں ایک معزز عہدے پر نامور کر دیا۔ جب ہمایوں گجرات کی بغاوت فرو کرنے میں مصروف تھا۔ شیر خاں نے تمام بہار پر قبضہ کر لیا اور بنگال پر بھی قبضہ کرنے کا ارادہ کر ہی

رہا تھا کہ ہمایوں ایک بڑی فوج لے کر مشرق کی طرف بڑھا اور چنار گڑھ کا قلعہ فتح کر لیا وہاں سے گنگا کے کنارے کنارے آگے بڑھا - راستے میں کئی جگہ شیر خاں کے بیٹے جلال سے لڑائی ہوئی - شیر خاں ہمایوں سے علانیہ جنگ کرنا نہیں چاہتا تھا - اُس نے عیال و اطفال اور خزانہ کو رہتاس گڑھ کے قلعہ میں بھیج دیا اور اپنے بیٹے جلال کو بھی ہمایوں کے ساتھ لڑنے سے روک دیا - کیونکہ شیر خاں اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے کسی مناسب موقع کا منتظر تھا +

بنگال کا راستہ صاف تھا - ہمایوں نے مقام گوڑ[1] پر قبضہ کر لیا اور کسی نے کچھ اُس کی مزاحمت نہ کی - برسات شروع ہو جانے کی وجہ سے تمام راستوں میں پانی جمع ہو گیا اور شاہی لشکر کے اکثر سرداروں اور سپاہیوں کو بخار آنے لگا - ایسی حالت میں دہلی سے خبر آئی بھی مشکل ہو گئی - کیونکہ دریاؤں کی طغیانی کے باعث سلسلۂ ڈاک

---

[1] گوڑ اُس زمانہ میں مشرقی بنگال کا دار السلطنت تھا +

منقطع ہو گیا تھا - فوج کے بہت سے آدمی ملازمت چھوڑ کر بھاگنے لگے - ہندال برسات ختم ہونے سے پہلے ہی آگرہ کی طرف روانہ ہو گیا +

شیر شاہ اور ہمایوں کی لڑائی

شیر خاں ان سب حالات و واقعات کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا - وہ ایسے ہی موقع کا منتظر تھا - یہ حالت دیکھ کر رہتاس گڑھ سے نکلا اور چنار گڑھ کو فتح کر لیا - پھر جون پور کو گھیر لیا - اب ہمایوں سخت مصیبت میں مبتلا ہُوا - اُدھر ہندال نے آگرہ میں تخت شاہی پر قبضہ کر لیا - ادھر شیر خاں نے جو ہمایوں کو واپس جانے سے روکنا چاہتا تھا - تمام راستے بند کر دئے - جب ہمایوں اُس درہ پر پہنچا جو بنگال اور بہار کے درمیان ہے تو اُس نے افغانوں کو لڑنے کے لئے آمادہ پایا - ہمایوں نے کامران اور ہندال سے مدد مانگی لیکن کچھ جواب نہ ملا - ہمایوں نے گنگا کو عبور کرنے کے لئے کشتیوں کا پُل بنانے کا حکم دیا - شیر خاں چپ چاپ دیکھا کیا - جب کشتیوں کا پُل تیار

ہو گیا تو شیر خاں نے دھوکا دے کر ہمایوں
پر عقب سے رات کے وقت حملہ کیا - ہمایوں
جان بچانے کے لئے گھوڑے پر سوار ہو کر
گنگا میں کود پڑا - جب گھوڑا منجدھار میں
پہنچا تو تھک کر ڈوب گیا اور ہمایوں بھی
ڈوبنے لگا - لیکن نظام محمد نامی ایک بہشتی
نے اُس کی جان بچائی - ہمایوں نے اس بہشتی
کو تین گھنٹے سلطنت کرنے کی اجازت دی -
بہشتی نے چمڑے کا سکّہ جاری کیا اور اپنے
دوستوں اور عزیزوں کو بہت سا انعام دیا -
یہ ہمایوں کی دریا دلی اور سخاوت کی ایک ادنےٰ
مثال ہے ٭

ہمایوں اپنے ساتھیوں کو لے کر آگرہ آیا
ہندال کی حرکت بے جا پر اُس کو بہت
غصّہ آیا لیکن کامران کے کہنے پر اُس کی
خطا معاف کر دی اور یہ تینوں بھائی مل کر
شیر خاں کے دبانے کی تدابیر سوچنے لگے -
اس عرصہ میں شیر خاں نے تمام بنگال پر
قبضہ کرکے کل مغل فوج کو وہاں سے نکال
دیا تھا ٭

آٹھ نو ماہ کی تیّاری کے بعد ہمایوں پھر

آگرہ سے بنگال کی طرف چلا - شیر خاں بھی قنوج کے قریب گنگا کے کنارے آکر خیمہ زن ہؤا - اسی اثنا میں شاہی فوج کا ایک سردار سلطان مرزا اپنی پلٹن لے کر دشمن سے جا ملا - اس کے چلے جانے سے ہمایوں کو بڑی فکر ہوئی - کیونکہ کامران پہلے ہی اپنے قابل اور لائق سرداروں کو لے کر لاہور چلا گیا تھا - مگر لڑنے کے سوا اور کوئی چارہ بھی باقی نہ تھا - مقام چوسا کے قریب دونوں لشکر مقابل ہوئے ہمایوں کی فوج نے شکست کھائی بہت سے سپاہی گنگا میں ڈوب کر مر گئے - ہمایوں نے بڑی مشکل سے جان بچائی اور اپنا تمام اسباب آگرہ سے لے کر بڑی تیزی کے ساتھ لاہور کو روانہ ہؤا - کامران شیر خاں سے خائف تھا اس لئے اُس نے بھائی کی کوئی مدد نہ کی ؀

ہمایوں نا امید ہو کر سندھ کے ریگستان کی طرف چل پڑا - راستہ میں پیاس اور گرمی کی تکلیف سے بہت سے ساتھی مر گئے مارواڑ کے راجہ مالدیو نے بھی امداد دینے سے انکار کیا - تب مجبور ہو کر ہمایوں مصیبتیں جھیلتا

ہوا امرکوٹ آیا اور وہاں کے راجہ نے اُس کی بڑی خاطر و تواضع کی اور مدد دینے کا وعدہ کیا +

اکبر کی پیدائش

سنہ ۱۵۴۱ء میں جب ہمایوں نے بھکر پر چڑھائی کی تھی تو ایک ایرانی خاتون حمیدہ بانو بیگم سے شادی کی تھی - حمیدہ بیگم خراسان کے ایک سید کی لڑکی تھی - ۱۴ اکتوبر سنہ ۱۵۴۲ء کو امرکوٹ کے ریگستان میں اُس کے بطن سے اکبر پیدا ہوا - ترکوں میں یہ رسم تھی کہ جب کسی سردار کے ہاں لڑکا پیدا ہوتا تھا تو وہ اپنے دوستوں کو تحفے دیتا تھا - ہمایوں کے پاس اُس وقت کچھ بھی نہ تھا - اُس کی مفلسی قابل رحم تھی وہ ریگستان میں مارا مارا پھر رہا تھا - ایسے وقت میں وہ کسی کو کیا دے سکتا تھا - یکایک اس کو یاد آیا کہ اُس کے پاس ایک مشک نافہ ہے اُس کو توڑ کر تھوڑا تھوڑا مشک سب کو تقسیم کر دیا اور دعا مانگی کہ اس مشک کی خوشبو کی طرح اس لڑکے کا شہرہ بھی تمام دنیا میں پھیل جائے +

ہمایوں کا فارس جانا

ہمایوں امرکوٹ سے قندھار کی طرف گیا - اس زمانہ میں قندھار میں اس کا بھائی مرزا عسکری حکومت کر رہا تھا - ہمایوں کو امید تھی کہ مرزا عسکری ضرور مدد کریگا - لیکن یہ خیال غلط نکلا - امداد دینا تو درکنار عسکری نے اُس کو قید کرنا چاہا - جب ہمایوں کو یہ معلوم ہُوا تو اپنی بیوی اور بیٹے اکبر کو وہیں چھوڑ کر فوراً صرف ۴۲ سواروں کے ساتھ سیستان ہوتا ہُوا ایران چلا گیا - شاہ طہماسپ والئی ایران نے اس کی بہت آؤ بھگت کی لیکن ساتھ ہی کوشش کی کہ ہمایوں شیعہ مذہب اختیار کرے اور شاہ طہماسپ کو قندھار واپس دے دے - بالآخر اُس نے ہمایوں کو بہت سی فوج دے کر رخصت کیا +

بھائیوں کے ساتھ برتاؤ +

ہمایوں کابل اور قندھار میں آیا جہاں کامران مالک بنا بیٹھا تھا اور بیرم خاں کو کامران کے سمجھانے کے لئے روانہ کیا لیکن اُس نے ایک نہ مانی - مرزا عسکری نے معافی کی درخواست کی ہمایوں نے اُس کی

درخواست قبول کی اور اُس کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کیا - قندھار پر قبضہ کر کے ہمایوں نے کابل کا رُخ کیا - کامران نے تیروں کی بوچھاڑ میں اکبر کو قلعہ کی فصیل پر بٹھا دیا - لیکن خدا حافظ تھا - اس کے فضل سے اکبر کو کچھ نقصان نہ پہنچا - ہمایوں نے کابل کے قلعہ کو فتح کر لیا - کامران گکھر قوم کے راجہ کی پناہ میں گیا - لیکن راجہ نے کامران کو ہمایوں کے پاس واپس بھیج دیا - ہمایوں نے گرمجوشی سے اُس کا استقبال کیا - اور اُس کو اپنی داہنی طرف بٹھایا - شام کو خوب رقص و سرود کا سامان ہُوا - رات بڑے عیش سے بسر ہوئی - مگر ہمایوں کے دل میں کامران کا سلوک خار کی طرح چُبھ رہا تھا - چنانچہ اُس کی جان بخشی تو کر دی - مگر آنکھیں نکلوا دیں - کامران اندھا ہو کر مکّہ چلا گیا - اور باقی عمر وہاں ہی گزاری - ہندال پہلے ہی لڑائی میں قتل ہو چکا تھا - مرزا عسکری بھی مکّہ کو روانہ ہُوا - لیکن وہاں تک نہ پہنچ سکا - اور راستہ میں ہی مر گیا +

شیر شاہ بڑا بہادر بادشاہ تھا - جب تک

ہمایوں کی واپسی

وہ زندہ رہا اس کی سلطنت میں کوئی خلل واقع نہ ہوا لیکن اس کے مرنے کے بعد خاندان سور کے حکمران کمزور ہو گئے - ہمایوں نے ۱۵۵۵ء میں پندرہ ہزار سوار لے کر پنجاب پر حملہ کر کے سکندر سور کو شکست دی - اور سرہند کے مقام پر ہمایوں کو پوری فتح نصیب ہوئی - سکندر ہمالیہ کی طرف بھاگ گیا اور آگرہ ہمایوں کے قبضہ میں آ گیا ٭

ہمایوں کی وفات

ہمایوں پھر دلّی کے تخت پر بیٹھا لیکن اُس کا آخری وقت قریب تھا - ایک دن وہ زینہ سے اُتر رہا تھا - کہ اتنے میں مُلّا کے اذان دینے کی آواز آئی - وہ وقت نماز مغرب کا تھا - ہمایوں تعظیماً ٹھیر گیا - اور جب پھر چھڑی کے سہارے اُترنا چاہا تو اُس کا پاؤں سنگ مرمر کی سیڑھی پر سے پھسل گیا اور وہ کئی سیڑھیوں پر سے چوٹیں کھاتا ہؤا نیچے گرا - گرتے ہی ضرب شدید کے صدمہ سے بیہوش ہو گیا - تھوڑی دیر میں اُسے ہوش آیا - لیکن چوٹ بہت زیادہ آئی تھی - اور

باوجود اچھے علاج کے بھی کچھ فائدہ نہ ہؤا۔ چوٹ کھانے کے چوتھے روز ۱۵۵۶ء میں ہمایوں اس دنیا سے کوچ کر گیا +

ہمایوں کا چال چلن +

ہمایون کا مزاج نہایت عمدہ تھا۔ وہ سخی اور رحم دل تھا۔ لوگوں کے ساتھ اُس کا برتاؤ قابل تعریف تھا۔ لیکن وہ بابر کی طرح چست و چالاک اور مستقل مزاج نہ تھا۔ ایک کام ختم نہ ہوتا تھا۔ کہ دوسرا شروع کر دیتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اپنی طاقتوں کا پورا استعمال نہ کر سکا۔ بڑھاپے میں وہ افیون کا عادی ہو گیا تھا۔ افیون کی وجہ سے اُس کی عقل میں ضعف آ گیا تھا۔ اور قوائے دماغی بالکل کمزور ہو گئے تھے +

باب ۲۷

شیر شاہ سوری

۱۵۴۰ء سے ۱۵۴۵ء تک

شیر شاہ کی فتح

جب ہمایوں قنوج کی لڑائی میں شکست کھا کر ایران کو چلا گیا تو دہلی کے تخت پر شیر خاں رونق افروز ہؤا اور شیر شاہ سوری کا لقب اختیار کیا۔ مغلوں کی سلطنت کچھ عرصہ کے لئے مٹ گئی اور خاندان سور کا اقتدار قائم ہو گیا۔ شیر خاں نے تخت پر بیٹھتے ہی پنجاب میں گکھڑوں کی بغاوت کو فرو کیا اور رہتاس گڑھ کے قلعہ کی بنیاد ڈالی۔ جب وہ ان کاموں سے فارغ ہو کر واپس آیا تو معلوم ہؤا کہ بنگال کے حاکم نے بھی عَلَمِ بغاوت بلند کیا ہے۔ لیکن صوبہ دار اس بغاوت میں کامیاب نہ ہؤا۔ شیر خاں نے

نہایت خوش انتظامی سے بنگال کو کئی ضلعوں میں تقسیم کر کے ہر ایک ضلع پر علیحدہ علیحدہ حاکم مقرر کر دیا۔ دوسرے سال شیر شاہ نے مالوہ فتح کیا اور اس کے بعد رسینؔ کو بھی فتح کر لیا۔ دوسرے سال اسّی ہزار فوج لے کر اُس نے مارواڑ کے راجہ مالدیو پر چڑھائی کی۔ راجہ کے پاس صرف پچاس ہزار فوج تھی لیکن وہ اس قدر مضبوط تھی کہ اُس کو دیکھ کر شیر شاہ پریشان ہو گیا۔ ایسے ویران ملک میں جہاں کوسوں تک پانی ملنا بھی دشوار تھا۔ جنگ کرنا سخت مشکل تھا اسی وجہ سے شیر خاں کچھ دنوں تک وہاں خاموش ٹھیرا رہا۔ بالآخر اُس نے چالبازی سے کام لیا۔ مالدیو کو کچھ اس قسم کے خطوط لکھے گئے جن سے اس کو اپنے سرداروں پر شبہ ہونے لگا اور اُس نے فوراً پیچھے ہٹنے کا حکم دے دیا لیکن ان میں سے ایک بہادر راجپوت اس توہین کو برداشت نہ کر سکا اور بارہ ہزار سپاہیوں

لہ رسین کا قلعہ رنتھم بھور کے قریب ہے جس پر علاؤ الدین نے بھی رانا ہمیر کے وقت میں چڑھائی کی تھی ٭

کی ایک پلٹن لے کر دہلی کی فوج پر حملہ آور ہُوا - لیکن وہ پسپا ہُوا اور فتح نصیب نہ ہوئی +

شیرشاہ کی وفات +

اس کے بعد شیر خاں نے میواڑ پر چڑھائی کی لیکن وہاں کے راجہ نے اطاعت قبول کر لی - کچھ دنوں کے بعد اُس نے کالنجر کے مشہور قلعہ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا . جو بندھیلکھنڈ میں ہے لیکن بدقسمتی سے اس لڑائی میں اُس کو گولی لگ گئی اور وہ اسی صدمہ سے مر گیا - اس حالت میں بھی جب تک وہ زندہ رہا اپنی فوج کی نگرانی کرتا رہا - جب اُسے قلعہ فتح ہو جانے کی خبر ملی تو اُس نے خداوند عالم کا بہت شکر ادا کیا +

شیرشاہ کی قابلیت +

شیر شاہ ہندوستان کے بڑے اور نامور بادشاہوں میں شمار کیا جاتا ہے - وہ جس قدر بہادر اور طاقتور تھا اُتنا ہی منتظم بھی تھا - یہ اُس کی قابلیت کا ایک ادنےٰ ثبوت ہے کہ وہ ایک معمولی سپاہی سے بادشاہ بن گیا تھا +

انتظامِ سلطنت

شیر شاہ اپنی انصاف پسندی کے لیئے مشہور ہے - اُس کے زمانہ میں سزائیں سخت دی جاتی تھیں - کبھی کبھی چوری اور رشوت لینے کے جرم میں سزائے موت بھی دے دی جاتی تھی - زمین کے محصول یعنی مالگزاری وصول کرنے کا قاعدہ اسی بادشاہ کے زمانہ میں ٹوڈر مل نے ایجاد کیا تھا - کل پیداوار کا تہائی حصہ سرکاری خزانہ میں داخل ہوتا تھا بادشاہ کا حکم تھا کہ کسانوں سے کوئی نامناسب برتاؤ نہ ہو - ہر گاؤں میں چودھری اور مکھیا مقرر کر دیئے گئے - جب گاؤں میں کوئی چوری وغیرہ ہوتی تھی تو یہ لوگ اُس کی سراغ رسانی کرتے تھے اور کچھ پتہ نہ لگتا تو انہیں خود چوری کا ہرجانہ ادا کرنا پڑتا تھا - پولیس کا انتظام نہایت عمدہ تھا - پولیس کے ذمہ علاوہ دیگر انتظامات کے لوگوں کے چال چلن کی نگرانی بھی تھی - جو مسلمان قرآن شریف کے احکام کی تعمیل نہ کرتے تھے ان کو سخت سزائیں دی جاتی تھیں +

شیر شاہ نے پُرانی سڑکوں کی مرمت کرائی اور بہت سی نئی سڑکیں بھی تعمیر کرائیں ہر

سڑک کے کنارے درخت لگائے گئے تھے اور ایک ایک کوس کے فاصلے پر ایک سرائے ایک کنواں اور ایک مسجد بنی ہوئی تھی۔ چور اور ڈاکوؤں کا خوف جاتا رہا۔ لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ امن سے سفر کرنے لگے۔ سڑکوں کے کناروں پر سرائیں بھی بنائی گئی تھیں جہاں مسافروں کو ضرورت کی چیزیں مل جاتی تھیں۔ اگر کوئی مسافر راستے میں مر جاتا تو اُس کا مال و اسباب اُس کے وارثوں کو پہنچا دیا جاتا تھا۔ شیر شاہ نے اپنی فوج کا انتظام بہت عمدگی سے کیا تھا۔ وہ سپاہیوں سے مہربانی سے پیش آتا تھا۔ غریب سپاہیوں کو گھوڑا اور ہتھیار بھی دیتا تھا۔ ملازموں کو تنخواہ ٹھیک وقت پر ملتی تھی۔ اس میں کسی طرح کی کمی نہیں ہوتی تھی۔ جب فوج چھاؤنی سے باہر جاتی تھی تو شاہی حکم ہو جاتا تھا کہ کھیتوں کو نقصان نہ پہنچے۔ اگر کسی کاشتکار کا کچھ نقصان ہو جاتا تو سرکار کی جانب سے اُسے خوش کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔

چال چلن

شیر شاہ دیندار اور مہربان بادشاہ تھا۔ لولے اندھے لاوارث اور بیمار

آدمیوں سے ہمیشہ مہربانی کا برتاؤ کرتا تھا۔ بھوکوں کو کھانا تقسیم کراتا تھا۔ اس میں ایک لاکھ اسّی ہزار اشرفیاں سالانہ صرف ہوتی تھیں۔ مدرسوں اور مسجدوں کے لئے بھی خیرات دی جاتی تھی اُستادوں اور طالب علموں کے لئے وظیفے اور تنخواہیں بھی مقرّر تھیں۔ جاگیریں بھی دی جاتی تھیں۔ یہ بادشاہ عالموں کا بہت دلدادہ تھا اس کے دربار میں علما کی بہت قدر و منزلت ہوتی تھی۔

شیر شاہ بڑے جاہ و حشمت کا بادشاہ تھا۔ اُس نے وہی طرزِ عمل اختیار کیا تھا جس کی وجہ سے اکبر کی اس قدر تعریف ہوتی ہے۔ اگر وہ کچھ زیادہ زمانہ تک زندہ رہتا تو دنیا کی تاریخ میں اپنا نام ہمیشہ کے لئے اور روشن کر جاتا۔

سلیم شاہ سوری

شیر شاہ کے مرنے کے بعد سور خاندان میں کوئی اقبالمند بادشاہ نہ ہُوا۔ شیر شاہ کا بڑا بیٹا عادل خاں سلطنت کرنے کے قابل نہ تھا اس لئے اُس کے سرداروں نے اُس کے دوسرے بیٹے جلال کو تخت نشین ہونے کی صلاح

دی ؁

جلال سلیم شاہ کے لقب سے تخت نشین ہؤا۔ اُس نے اپنے بڑے بھائی عادل خاں کو بیانہ کے قریب ایک جاگیر دے دی۔ کچھ دن بعد دونوں بھائیوں میں مخالفت ہوئی۔ جب خواص خاں نے جو شیر شاہ کے زمانہ کا ایک سردار اور عادل کا طرفدار تھا بغاوت کی تو سلیم شاہ بہت متفکر ہؤا اُس نے فوراً ہی اس بغاوت کو فرو کرنے کی کوشش کی۔ عادل خاں بہار کی طرف چلا گیا اور نہ معلوم پھر اُس کا کیا حشر ہؤا۔ جتنے سردار اُس بغاوت میں شریک تھے اُن کو سخت سزائیں دی گئیں۔ سلیم بھی اپنے باپ کی طرح لائق بادشاہ تھا۔ اُس نے انتظام سلطنت کے لئے بہت سے قواعد جاری کئے جن کے مطابق سرکاری ملازمین کو کام کرنا پڑتا تھا ؁

محمد شاہ سوری

سلیم کے مرنے کے بعد اُس کا بیٹا فیروز جس کی عمر صرف بارہ سال کی تھی تخت نشین ہؤا لیکن صرف تین روز کے بعد ہی وہ اپنے چچا محمد خاں کے ہاتھ سے قتل ہؤا۔ اس کے

بعد محمد خاں عادل شاہ کے لقب سے تخت نشین ہُوا - عادل شاہ کا چال چلن درست نہ تھا وہ بد افعال تھا اور کمینہ آدمیوں کی صحبت کو پسند کرتا تھا - انتظام سلطنت اُس نے ہیمو نامی ایک ہندو کے سپرد کر دیا تھا - ہیمو اگرچہ معمولی خاندان کا تھا لیکن بہت قابل اور بہادر شخص تھا اور باوجودیکہ بادشاہ احمق اور آرام طلب تھا ہیمو نے سلطنت کی بڑی عقلمندی سے حفاظت کی - عادل شاہ نے شاہی خزانہ کا تمام روپیہ عیاشی میں برباد کر دیا اور جب اُس کے پاس کچھ نہ رہا تو سرداروں کی جاگیریں ضبط کرنی شروع کیں - افغان لوگ فطرتاً اپنی عزّت کا پاس کرتے ہیں - اس ذلت آمیز برتاؤ سے وہ مشتعل ہو گئے اور بغاوت کی کوشش کرنے لگے - انھیں میں سے ایک سردار نے بھاگ کر تھوڑے سے ہمراہیوں کی مدد سے چنار میں عَلَمِ بغاوت بلند کیا - عادل شاہ اپنی فوج لے کر بغاوت فرو کرنے کو چلا - ابراہیم سوری نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر دہلی اور آگرہ پر قبضہ کر لیا - عادل شاہ نے اُس کے نکالنے کی تدبیریں بھی کیں - لیکن

ایک بھی کارگر نہ ہوئی - وہ مجبور ہو کر سلطنت کے مشرقی علاقہ میں چلا گیا اور وہیں مقیم ہوا - افغانوں نے ہر چہار طرف سے بغاوت شروع کی - سلطنت کے انتظام میں خلل واقع ہونے لگا اور خاندانِ سور کے زوال کے دن دکھائی دینے لگے +

ہمایوں نے یہ موقع غنیمت سمجھا اور فوج لے کر دلّی پر حملہ کیا - اُس نے افغانوں کو شکست دی اور دلّی اور آگرہ کا شہنشاہ بن گیا - ۱۵۵۹ء
لیکن اُس کا آخری وقت قریب تھا - میں جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے وہ اس دار فانی سے رخصت ہوا +

باب ۲۸

اکبر اعظم

حصّۂ اوّل

۱۵۵۶ء سے ۱۶۰۵ء تک

ہندوستان کی حالت

جیسا کہ پیشتر بیان کیا جا چکا ہے اکبر کی تخت نشینی کے وقت ہندوستان میں بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستیں جو پہلے دہلی کے ماتحت تھیں خود مختار ہو گئی تھیں - خاندیش - بنگال - جونپور - سندھ اور ملتان سب خود مختار ہو چکے تھے - گجرات کے صوبہ کو ہمایوں نے فتح تو کر لیا تھا لیکن ہمایوں کی مصیبت اور صوبہ داروں کی باہمی مخالفت کی وجہ سے گجرات کے صوبہ دار نے پھر خود مختاری حاصل کر لی تھی - راجپوت راجہ بھی خود مختار ہو گئے تھے - اس زمانہ

ہیں راجپوتوں کی پانچ بہت بڑی ریاستیں تھیں - میواڑ - جودھ پور - جیسلمیر - کوٹہ آمیر یا جے پور - ان میں میواڑ کے رانا سب سے اعلیٰ شمار کئے جاتے تھے - دوسری ریاست جودھ پور تھی جہاں راٹھور خاندان کے لوگ حکمران تھے - مالدیو اس وقت بھی جودھ پور کا حاکم تھا - اُس نے شیر شاہ کے مرنے کے بعد خود مختاری حاصل کر لی تھی +

ریاست جیسلمیر کے حکمرانوں پر علاؤ الدین نے بھی چڑھائی کی تھی لیکن ریگستان نے اُن کو محفوظ رکھا تھا +

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے ہندو راجہ ہندوستان میں سلطنت کرتے تھے - جن میں سے بہت سے خود مختار اور بہت سے دہلی کے زیر حکومت تھے - میوات - گوالیار - نرور - پنا - اُورچھا اور چندیری ریاستیں بندھیل کھنڈ میں تھیں اور سلطان دہلی کو اپنا شہنشاہ تسلیم کرتی تھیں - ہمالیہ کے دامن میں کشمیر سے خلیج بنگال تک خود مختار راجہ سلطنت کرتے تھے - ان کے علاوہ اور بھی بہت سی خود مختار پہاڑی سلطنت تھیں جن کا دہلی سے کوئی تعلق

نہ تھا۔

اکبر کی تخت نشینی

ہمایوں کی رحلت کے وقت اکبر کی عمر صرف تیرہ سال کی تھی۔ دہلی کے دشمن ہر چہار طرف موقع کے منتظر بیٹھے تھے اور سلطنت پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ محمد شاہ عادل سوری اور سکندر شاہ سوری اپنے آپ کو شیر شاہ کا جانشین سمجھتے تھے اور سلطنت لینے کی خواہش رکھتے تھے۔ عادل کا سب سے بڑا مشیر ہیمو تھا۔ جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ ہیمو بڑا بہادر اور جنگجو تھا۔ اور لڑائی کی تیاری کر چکا تھا۔ اکبر کا ایک سردار بیرم خاں بھی بڑا خیرخواہ تھا۔ جب ہیمو ایک بڑی فوج لے کر دہلی کے قریب آیا تو بیرم خاں بھی مقابلہ کے لئے آگے بڑھا۔ ۵۔ نومبر ۱۵۵۶ء کو پانی پت کے میدان میں بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ افغان جی توڑ کر لڑے۔ ہیمو نے بھی بڑی بہادری سے مقابلہ کیا لیکن آنکھ میں ایسا تیر لگا کہ اُس سے کچھ نہ بن پڑا۔ وہ زخمی ہو کر ہاتھی پر نہ ٹھیر سکا۔ جب گرفتار ہو کر اکبر کے سامنے لایا گیا تو بیرم خاں نے اکبر سے کہا کہ اس کو

قتل کر کے غازی کا مرتبہ حاصل کیجئے - لیکن اکبر نے انکار کیا اور کہا کہ زخمی دشمن پر ہاتھ اُٹھانا اصول جوانمردی کے خلاف ہے - تب بیرم خاں نے غصّہ ہو کر خود اُس کا سر اُڑا دیا +

اکبر اور بیرم خاں

اس لڑائی کے بعد اکبر دہلی اور آگرہ کا شہنشاہ ہو گیا - بیرم خاں کا رتبہ اور بھی بڑھ گیا - بیرم خاں بڑا بہادر آدمی تھا اور اسی کی مدد سے اکبر دہلی اور آگرہ کا سلطان بنا تھا - اسی کے خوف سے افغان اور ہندو راجہ خاموش ہو گئے تھے - سلطنت کا تمام کام بیرم خاں ہی کرتا تھا - چونکہ تمام سردار اور اُمرا اُس کی خوشامد کرتے تھے اس وجہ سے اس کا مزاج بگڑ گیا - اور وہ لوگوں پر ظلم کرنے لگا - اکبر کو یہ بات ناگوار معلوم ہوئی - تمام اراکین نے اس کو یہ مشورہ دیا کہ انتظام سلطنت اپنے ہاتھ میں لے لے +

ایک دن چپکے سے اکبر دہلی پہنچا اور اعلان کر دیا کہ آج سے تمام نظام سلطنت میرے ہاتھ میں ہے - یہ سُن کر بیرم خاں کو

ہوش آ گیا اور اس نے پھر بادشاہ کو خوش کرنے کی کوشش کی - لیکن اکبر نے ایک نہ سُنی - اس کے بعد بیرم خاں نے مالوہ میں خود مختار حکومت قائم کرنے کی کوشش کی - جب وہاں اُس کو کچھ مدد نہ ملی - تب اس نے بادشاہ کے حکم کے بموجب گجرات سے ہوکر مکّہ معظمہ جانے کا ارادہ کیا - لیکن جب بُرے دن آتے ہیں تو عقل گُم ہو جاتی ہے - بیرم خاں پھر رُک گیا اور اکبر کے کسی فعل سے ناخوش ہو کر فوج جمع کی اور پنجاب پر حملہ کرنے کا قصد کیا +

اکبر خود فوج لے کر پنجاب گیا - بیرم خاں نے شکست کھائی - اکبر اس کی وفاداری سے واقف تھا اور اس کی کارگزاریوں کا معترف تھا - جب بیرم خاں سامنے آیا تو آتے ہی اکبر کے پاؤں پر گر پڑا اور رونے لگا - اکبر نے فوراً اُس کو اپنے ہاتھ سے اُٹھایا اور اپنی داہنی طرف جگہ دی اور خلعت دے کر دریافت کیا کہ "آپ کسی صوبہ کی صوبہ داری پسند کرتے ہیں یا مکّہ معظمہ جانا چاہتے ہیں - بیرم خاں اپنی عزّت کا بڑا خیال رکھتا تھا - اُس نے

مکہ معظمہ جانا پسند کر لیا - بادشاہ نے اس کی پنشن مقرر کر دی - لیکن جب وہ گجرات میں پہنچا تو ایک افغان نے جس کا باپ بیرم خاں کے ہاتھ سے قتل ہو گیا تھا اُس کو قتل کر ڈالا +

دشمنوں پر اکبر کو فتح +

اکبر نے نظام سلطنت اپنے ہاتھ میں لے لیا لیکن سلطنت کی حالت نازک تھی - مصیبت کے وقت اُس کو شمال و مغرب کے ملکوں سے فوج کا ملنا دشوار تھا کیونکہ ان ملکوں سے اس کا تعلق منقطع ہو گیا تھا - اس زمانہ میں اُس کے سامنے تین مسئلے حل طلب تھے - (۱) امرا اور سرداروں پر اپنا اثر قائم کرنا - (۲) کھوئے ہوئے ملکوں کو فتح کرنا - (۳) نظام سلطنت کو درست کرنا تاکہ کسی طرح کی بد امنی نہ پھیلے +

کچھ دنوں کے بعد عادل شاہ کے بیٹے شیر شاہ ثانی نے جو خاندان سور کا آخری حکمراں تھا جونپور پر چڑھائی کی - لیکن اکبر کے معتبر اہلکار خاں زماں نے اُس کو مغلوب کر لیا - خاں زماں نے یہ سمجھ کر کہ اکبر کمسن

سے خود مختاری کی کوشش شروع کی - اکبر خود جونپور کی طرف گیا - اُس کے پہنچتے ہی خاں زماں نے اپنا ارادہ بدل دیا - باز خاں کی سرکوبی کے لئے اکبر نے اپنے کوکہ ادہم خاں کو مالوہ کی طرف روانہ کیا - ادہم خاں نے بھی لوٹ کا سارا مال اپنے پاس رکھ کر خود مختار حکومت قائم کرنے کی کوشش کی - لیکن اکبر نے فوراً ہی ایک بڑی فوج لے کر مالوہ کا رُخ کیا بادشاہ کو آتا دیکھ کر ادہم خاں نے معافی کی درخواست کی - اکبر نے اُس کا قصور معاف کر دیا - لیکن اُس کو حاکم کے عہدے سے علیحدہ کر دیا - کچھ دنوں کے بعد اُس نے بادشاہ کے ایک مشیر کو جب وہ نماز پڑھ رہا تھا قتل کر ڈالا - بادشاہ کو اس پر سخت غصہ آیا - اُس نے ادہم خاں کو قلعہ کی دیوار سے نیچے گرانے کا حکم دے دیا - اس کے بعد اکبر نے گڑھ کے حاکم آصف خاں کو مغلوب کیا - اس طرح اکبر نے پہلے مرحلہ کو طے کیا یعنی ان صوبہ داروں کو جنہوں نے اس کی کم سنی کا فائدہ اُٹھانا چاہا تھا پورے طور پر اپنے تابع کر لیا اور دہلی کا بارعب و باوقار

شہنشاہ بن گیا +

اکبر اور راجپوت

اگرچہ اکبر کی عمر بہت کم تھی لیکن وہ بڑا عالی خیال آدمی تھا۔ تخت پر بیٹھتے ہی اُس کو خیال ہوا کہ تمام ہندوستان کا شہنشاہ بننے کے لئے ہندوؤں کو وفادار بنا لینا نہایت ضروری ہے۔ ہندوؤں کی امداد کے بغیر سلطنت مغلیہ کا پورے طور سے قائم رہنا یا ترقی کرنا مشکل ہے۔ ہندوؤں میں راجپوت سب سے زیادہ جنگجو تھے اور وہی مسلمانوں کی ٹکر کے تھے۔ اسی وجہ سے اکبر نے اُن سے میل جول کرنا چاہا اور آمیر یعنی جے پور کے راجہ بہاری مل کی لڑکی سے شادی کر لی۔ راجپوتوں نے بہاری مل کو بہت کچھ بُرا بھلا کہا لیکن اس شادی سے بڑا فائدہ ہُوا دونوں قوموں میں آپس میں میل جول ہو گیا۔ بہاری مل کے بیٹے بھگوان داس اور اُس کے پوتے راجہ مان سنگھ کو اکبر نے بڑے بڑے عہدے دئے اور یہ لوگ مرتے دم تک اکبر کی خدمت کرتے رہے +

جے پور کی دیکھا دیکھی دوسرے ہندو راجاؤں

رانے بھی اکبر کی اطاعت قبول کر لی - اکبر نے ان لوگوں سے سختی کا برتاؤ نہیں کیا۔ بلکہ نرمی سے پیش آیا۔ ان کو خوش کرنے کے لئے اپنے قوانین میں بھی ترمیم کر دی - جزیہ[1] موقوف کر دیا اور یہ بھی حکم دے دیا کہ ہندو مسافروں سے جو زیارت کے لئے جاتے تھے کوئی محصول وصول نہ کیا جائے۔ راجپوت اُس کی نکتہ رسی اور غیر معمولی قابلیت کو دیکھ کر متعجب و متاثر ہوئے اور اس کی بڑی عزت کرنے لگے +

میواڑ کا حملہ

شمالی ہند کو تو اکبر نے فتح کر ہی لیا تھا - اب وہ راجپوتانہ کی خود مختار ریاستوں کی طرف متوجہ ہوا - جنہوں نے اُس کی اطاعت اب تک نہیں قبول کی تھی -سب سے پہلے اُس نے چتوڑ پر چڑھائی کی - اس زمانہ میں چتوڑ

---

[1] جزیہ ایک قسم کا محصول تھا - جو ہندوؤں سے بجائے فوجی خدمت کے وصول ہوتا تھا - برہمن لوگ اس سے بالکل مستثنٰی تھے لیکن فیروز تغلق نے ان سے بھی وصول کیا تھا +

پر رانا سانگا کا بیٹا اودے سنگھ حکمرانی کرتا تھا - اودے سنگھ اپنے باپ کی طرح بہادر اور طاقتور نہ تھا اور نہ خود راجپوتانہ میں اس کا اتنا رعب تھا لیکن پھر بھی وہ اکبر کو لڑکی دینے پر رضامند نہ ہُوا - اکبر نے خود ایک بڑی فوج لے کر چتوڑ پر چڑھائی کی - بادشاہی لشکر کو آتا دیکھ کر اودے سنگھ اراولی پربت کی طرف چلا گیا اور چلتے وقت وہ سلطنت کو ایک بہادر راجپوت جے مل کے سپرد کر گیا ؞

چتوڑ کا قلعہ ہندوستان کے مشہور قلعوں میں سے تھا - اس کا فتح کرنا غیر ممکن سمجھا جاتا تھا - یہ قلعہ پہاڑ کو تراش کر تیار کیا گیا تھا اور اسی وجہ سے ہر چہار طرف سے خوب محفوظ تھا - اُس کے اندر جانے کا صرف ایک ہی راستہ تھا - جس میں کئی پھاٹک تھے - اکبر نے اپنی فوج قلعہ کے چاروں طرف ڈال دی - راجپوت بڑی بہادری سے لڑتے رہے اور جے مل بڑی بہادری سے شاہی لشکر کا مقابلہ کرتا رہا - بادشاہ نے سرنگ لگانے کا حکم دیا لیکن اُس میں کامیابی نہ ہوئی - اکبر

نے خیال کیا کہ جب تک جے مل زندہ رہیگا
چتوڑ کے قلعہ کا فتح کرنا مشکل ہے - اتفاقاً
ایک رات کو جے مل مشعل کی روشنی میں
جب قلعہ کا ایک رخنہ بند کرا رہا تھا اکبر
کی نظر اس پر پڑی - اُس کی بہادری اور
استقلال سے بادشاہ نے معلوم کر لیا کہ یہی
جے مل ہے - فوراً بندوق لے کر اُسے گولی
مار دی - گولی جے مل کے سر میں لگی اور وہ
وہیں گر کر مر گیا +

اس کے مرتے ہی راجپوت فوج میں ہلچل
مچ گئی - بہادروں کے چھکے چھوٹ گئے اور
رخنوں کو چھوڑ کر قلعہ کے اندر گھس گئے
اور لڑنے مرنے کی تیاریاں کرنے لگے - اپنے
پرانے رواج کے بموجب انہوں نے عورتوں کو
ایک جگہ جمع کیا اور اُن کو آگ میں جلا کر[1]
خاک سیاہ کر دیا - پھر ہاتھوں میں تلواریں

[1] اس رواج کو راجپوت جوہر کہتے ہیں - جب وہ
دیکھتے تھے کہ دشمن سے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے
تو وہ آبرو کی حفاظت کے لئے عورتوں کو آگ میں
جلا کر خود لڑ کر مر جاتے تھے +

لے کر باہر نکلے اور لڑ کر مر گئے - کہا جاتا ہے کہ سب ملا کر آٹھ ہزار راجپوت کام آئے - بادشاہ کو اس قدر غصہ آیا کہ اُس نے قتل عام کا حکم دے دیا اور تیس ہزار آدمی جنہوں نے لڑائی میں حصہ لیا تھا تلوار کے گھاٹ اُتار دیے گئے +

اودے سنگھ نے اس قدر مصائب برداشت کرنے پر بھی تخت دہلی کی اطاعت قبول نہ کی - اس کے نو سال بعد اُس کے بیٹے رانا پرتاب سنگھ نے پھر لڑائی شروع کی اور عہد کیا کہ کبھی تخت دہلی کی اطاعت قبول نہ کرونگا چاہے جان کیوں نہ جائے - پرتاب سنگھ بڑا دلاور سپاہی تھا - اُس کی رگ رگ میں چھتری خون جوش مار رہا تھا - وہ ہمیشہ اپنی قوم کی تباہی اور توہین پر آنسو بہاتا تھا اُس نے عہد کر لیا تھا کہ جب تک چتوڑ فتح نہ کر لونگا زمین پر سوؤنگا اور بجائے سونے چاندی کے برتنوں کے پتّے پر رکھ کر کھاؤنگا - چنانچہ ایسا ہی کرتا رہا +

۱۵۷۶ء میں اکبر نے بنگال کو فتح کرنے

کے بعد رانا پرتاب سے لڑنے کے لئے فوج بھیجی - اور راجہ مان سنگھ کو اس فوج کا سپہ سالار بنایا - مان سنگھ نے رانا کو ہلدی گھاٹ کی لڑائی میں شکست دی اور گوگند اور کومل نیر کے قلعوں کو فتح کر لیا - رانا کو اس آفت کے وقت میں سخت مصیبتیں جھیلنی پڑیں - بعض اوقات اُس کی عورتوں اور بچّوں کو بھوکا ہی رہنا پڑتا تھا - کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ اس کی بیوی نے گھاس کی ایک روٹی پکائی اور ایک ٹکڑا اپنی لڑکی کے لئے رکھا - لیکن وہ ٹکڑا بلّی لے گئی - لڑکی کو بھوک کے مارے چلاّتا دیکھ کر رانا کا دل بھر آیا لیکن باوجود اس مصیبت کے اس نے کسی طرح اپنا عہد نہ توڑا - لڑائی میں شکست کھا کر وہ دریائے سندھ کی طرف چلا گیا لیکن اپنے قول پر جما رہا اور اکبر کے سامنے سرِ تسلیم خم نہ کیا - جب تک وہ زندہ رہا ہمیشہ لڑائی کی تیاری کرتا رہا اور اکبر کی رحلت کے قبل ہی اُس نے اپنے کئی قلعوں کو پھر فتح کر لیا - اُس نے چتوڑ سے کچھ

فاصلہ پر ایک نیا شہر اودے پور کے نام سے آباد کرکے اپنا دار السلطنت بنایا۔ راجپوتانہ میں اس خاندان کے راجہ سردارِ قوم متصوّر ہوتے ہیں اور اب تک اُن کا نام بڑی تعظیم سے لیا جاتا ہے۔ اُن لوگوں کو اس بات کا فخر ہے کہ نہ تو اُنہوں نے مسلمان بادشاہوں کو لڑکیاں دیں اور نہ اُن کے آگے سر اطاعت خم کیا ۔

رنتھم بھور کا حملہ

دوسرے سال اکبر نے رنتھم بھور اور کالنجر پر چڑھائی کی۔ راجہ سُرجن والی رنتھم بھور نے اکبر کی اطاعت قبول کر لی۔ اکبر نے اُس کے ساتھ بڑی مہربانی کا سلوک کیا ۔

۱۵۶۹ء میں اکبر نے کالنجر کا قلعہ بھی فتح کر لیا اور اب راجپوت راجاؤں میں کوئی بھی اکبر کا مقابلہ کرنے کے قابل نہ رہا ۔

راجپوتوں کے ساتھ رشتہ جوڑنے سے بادشاہ کو بڑا فائدہ ہوا۔ جے پور۔ جودھ پور اور بیکانیر کے حکمرانوں کے خاندان ہمیشہ

تخت دہلی کے مددگار رہے اور تخت دہلی کی طاقت کو مضبوط کرنے کی ہمیشہ کوشش کرتے رہے۔ راجپوتانہ سے مطمئن ہو کر اکبر دوسرے ممالک کی طرف متوجہ ہؤا۔

گجرات کی لڑائی

سب سے پہلے گجرات میں لڑائی شروع ہوئی۔ لیکن اُسی وقت مرزاؤں نے جو بادشاہ کے رشتہ دار تھے بغاوت شروع کر دی۔ اکبر ایک بڑی فوج لے کر گجرات کو روانہ ہؤا اور گیارہ روز میں احمد آباد پہنچ گیا۔ ۲۔ستمبر ۱۵۷۳ء کو دشمن سے مقابلہ ہؤا اور اکبر کی فتح ہوئی گجرات کا صوبہ پھر اکبر کے زیر فرمان ہو گیا۔ سلطنت دہلی کی قلمرو میں گجرات کے مل جانے سے سمندر کے کنارے کی تجارت پر بھی بادشاہ کا قبضہ ہو گیا اور سلطنت کی آمدنی میں خاصہ اضافہ ہو گیا۔

بنگال پر چڑھائی

بنگال کے حاکم داؤد خاں نے خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن اپنے قول پر ثابت قدم نہ رہا اور بادشاہ کو پھر لڑائی کی تیاری کرنی پڑی۔ ۱۵۷۴ء میں اکبر خود دریاؤں کو

عبور کرتا ہوا بنگال پہنچا ۱۵۷۵ء میں داؤد نے شکست کھائی لیکن پھر اُس نے لڑائی کی۔ ۱۵۷۶ء میں داؤد خاں راج محل کے قریب مغلوب ہو گیا اور بنگال کا صوبہ بھی سلطنت دہلی میں شامل ہو گیا۔ اس کے بعد اکبر نے اور بہت سے ممالک مثلاً ۱۵۸۰ء میں کابل ۱۵۶۶ء میں کشمیر۔ ۱۵۹۲ء میں سندھ۔ ۱۵۵۵ء میں قندھار وغیرہ بھی جو شمال میں تھے دہلی کی سلطنت میں شامل کر لئے۔

دکن کا حملہ

شمالی ہند پر اپنا پورا قبضہ قائم کرنے کے بعد اکبر نے ۱۵۹۵ء میں دکن پر چڑھائی کی۔ اس وقت نظام شاہی سلطنت کے وارثوں میں آپس میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ ابراہیم شاہ کے بعد اُس کے وزیر نے ایک نابالغ لڑکے کو تخت پر بٹھا دیا تھا اور عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی تھی۔ اس بات پر دیگر اُمرا اُس سے ناراض تھے اور اُن کے برخلاف وزیر نے اکبر سے مدد طلب کی۔ اس طرح اکبر کو اپنا اثر قائم کرنے کا موقع مل گیا۔ شاہزادہ مُراد گجرات سے اور مرزا خاں مالوہ سے فوجیں

لے کر احمد نگر پہنچے - اس زمانہ میں احمد نگر چاند بی بی کے قبضہ میں تھا - چاند بی بی ایک بڑی بہادر خاتون تھی - جب اُس نے مغلوں کے آنے کی خبر سُنی تو لڑائی کے لئے تیار ہو گئی - وہ بڑی بہادری سے لڑی اور مغل پسپا ہو گئے - لیکن جب دوبارہ لڑائی شروع ہوئی تو چاند بی بی کے افسروں نے اُسے دھوکہ دیا اور مغلوں سے صلح کی گفتگو کرتے وقت اُس کو قتل کر ڈالا کچھ دنوں تک لڑائی جاری رہی - بالآخر سنہ ۱۶۰۰ء میں احمد نگر کو بادشاہ نے فتح کر لیا اور اُسے اپنی قلمرو میں شامل کر لیا ؛

دکن میں خاندیش کے بادشاہ نے بھی دہلی کی اطاعت قبول کر لی تھی لیکن کچھ دنوں بعد پھر بغاوت شروع کی - مگر اکبر اُدھر زیادہ توجہ نہ دے سکا کیونکہ اس کا بہت سا وقت پنجاب میں اپنے ازبک اُمرا کی سرکوبی میں صرف ہوُا مگر اب عبد اللہ اُزبک جس کا اکبر کو بہت زیادہ خوف تھا سنہ ۱۵۹۸ء میں مر چکا تھا - اس لئے بادشاہ نے فوراً ایک بڑی فوج لے کر دکن کو کوچ

گیا اور اپنے بیٹے سلیم کو دہلی اور آگرہ کے انتظام کے لئے چھوڑا۔ اکبر دریائے نربدا کو عبور کر کے برہان پور پہنچا۔ وہاں سے چل کر اسیر گڑھ کے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ چھ مہینہ تک لڑائی جاری رہی لیکن آخرکار ۱۶۰۱ء میں اکبر نے خاندیش کے حکمراں کو ہمراہ لے کر قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ تین اور جدید صوبے احمد نگر۔ برار اور خاندیش سلطنت دہلی میں شامل ہو گئے۔ اب اکبر کی سلطنت کابل سے لے کر احمد نگر تک اور بنگال و آسام سے سندھ و گجرات تک قائم ہو گئی +

سلیم کی بغاوت

جب اکبر نے دکھن کو کوچ کیا تھا تو انتظام سلطنت سلیم کے سپرد کر دیا تھا۔ سلیم نے رانا اودے پور پر چڑھائی کی اور راجہ مان سنگھ اس کے ہمراہ گیا۔ لیکن کچھ دن بعد بنگال میں بغاوت شروع ہوئی اور مان سنگھ کو واپس آنا پڑا اور سلیم کے سر میں کچھ اور خیال سما گیا۔ وہ فوراً آگرہ آیا اور وہاں سے الہ آباد کو چل دیا اور اودھ اور بہار کے تمام ممالک کو فتح کر کے خود بادشاہ بن بیٹھا۔


خلیج بنگال
سلطنت بادشاه اکبر
خاندیش
گجرات
بنگال
کابل
قندھار

اس خبر کو سُن کر اکبر کو سخت صدمہ ہُوا اور اُس نے سلیم کی فہمائش کے لئے ایک خط لکھا اور کہا کہ دیکھو تم نامناسب حرکت کر رہے ہو - اکبر کا خط ملتے ہی سلیم اس سے ملنے کے لئے چلا اور اٹاوہ تک پہنچا - بادشاہ نے اُس کی عاجزی دیکھ کر اُس کا قصور معاف کر دیا - ۱۶۰۳ء میں سلیم نے اپنے باپ کو ایک اور سخت صدمہ پہنچایا - شیخ ابو الفضل کو سلیم اپنا بڑا دشمن سمجھتا تھا - اُس کا خیال تھا کہ اسی نے بادشاہ کا خیال اسلام کی طرف سے منحرف کر دیا ہے - جب ابوالفضل دکن سے واپس آ رہا تھا تو سلیم نے بندیل کھنڈ کے راجہ بیر سنگھ کی معرفت اُس کو قتل کرا دیا - اس واقعہ کی خبر سن کر اکبر کو سخت صدمہ ہُوا دو دن اور دو رات تک اس کے لئے کھانا پینا حرام رہا کچھ عرصہ بعد سلیمہ بیگم نے باپ اور بیٹے میں مصالحت کرا دی ۔

اکبر کی وفات

ستمبر ۱۶۰۵ء میں بادشاہ کی صحت میں فتور آنے لگا - اس کو سنگرہنی کا عارضہ ہو گیا تھا - بہت

کچھ علاج ہؤا لیکن کوئی فائدہ نہ ہؤا - مرتے وقت بادشاہ نے اپنے دربار کے تمام اُمرا کو اپنے سامنے طلب کیا اور کہا کہ سلیم بے سمجھ ہے - اگر اس نے آپ لوگوں کے خلاف کوئی خطا کی ہو تو معاف کر دیجئے - میں چاہتا ہوں کہ آپ کے اور سلیم کے درمیان کوئی نااتفاقی باقی نہ رہے - سلیم بادشاہ کے پیروں پر گر پڑا اور زار زار رونے لگا - بادشاہ نے اپنی تلوار اُسے دے کر کہا کہ آج سے تم ہندوستان کے بادشاہ ہوئے +

۱۷ - اکتوبر ۱۶۰۵ء کو اس نے انتقال کیا اور اس کی لاش آگرے کے قریب سکندرہ میں دفن کر دی گئی +

باب ۲۹

اکبرِ اعظم

حصّہ دوم

اکبر کا چال چلن

اکبر طاقتور اور خوبصورت بادشاہ تھا - اس کا قد ۵ فٹ ۷ انچ تھا - اُس کا رنگ سفید اور آواز بلند تھی - اُس کی نظروں سے رُعب و جلال ٹپکتا تھا اور اُس کا اثر سب لوگوں پر پڑتا تھا - وہ بہت سادہ غذا پسند کرتا تھا یہاں تک کہ تخت نشینی کے کچھ دن بعد اس نے گوشت کا استعمال بھی بہت کم کر دیا - وہ بہت کم سوتا تھا خود لکھ پڑھ تو نہیں سکتا تھا لیکن اُس کو علم کا اس قدر شوق تھا کہ اکثر تمام رات بحث و مباحثہ ہی میں گزار دیتا تھا - اُس کا جسم بہت پھرتیلا تھا وہ اُمورِ سلطنت کو بڑی

ہوشیاری اور دانائی سے انجام دیتا تھا اور سخت سے سخت محنت سے بھی گھبراتا نہ تھا۔ اس کو گھوڑے کی سواری کا بڑا شوق تھا۔ کبھی کبھی کوسوں تک گھوڑے پر سوار چلا جاتا تھا۔ ایک دفعہ اُس نے اجمیر سے آگرہ تک ۲۲۰ میل کی مسافت صرف دو دن میں گھوڑے پر سوار ہو کر طے کی تھی۔

اس کو جانوروں کی لڑائی دیکھنے کا بھی بڑا شوق تھا۔ لیکن سب سے زیادہ لطف شکار میں آتا تھا۔ نشانہ بازی میں تجربہ کار سپاہیوں کی طرح ہوشیار تھا۔ اس کے پاس بہت سی بندوقیں تھیں جن کے اُس نے علٰحدہ علٰحدہ نام رکھے تھے۔ دماغی قوّت اُس میں بہت زیادہ تھی۔ دنیا کا کوئی مسئلہ ایسا نہ تھا جس سے وہ کم و بیش واقف نہ ہو اور کوئی کام ایسا نہ تھا جس کو وہ اپنی ہمّت سے بعید سمجھتا ہو۔

اکبر کو بچپن میں کسی قسم کی تعلیم نہیں دی گئی تھی کیونکہ اُس کے باپ ہمایوں کو ایک جگہ ٹھیرنے کا موقع ہی نہ ملا تھا۔ اکبر اگرچہ خود کتابیں نہ پڑھ سکتا تھا لیکن اُس

کی قابلیت بہت بڑھ گئی تھی - وہ قانون - تاریخ اور فلسفہ وغیرہ کی کتابوں کو پڑھوا کر سنتا تھا اور بہت جلد اُن کا مطلب سمجھ لیتا تھا - علماء سے اُس کو محبّت تھی اور خاص کر مذہبی کتابیں اُس کو بہت پسند تھیں +

دین الٰہی چوبیس برس کی عمر تک اکبر مذہب اسلام کا بڑا پابند رہا مگر کسی قدر آزاد خیال شروع ہی سے تھا - جب شیخ مبارک اور اُس کے بیٹے ابوالفضل و فیضی دربار اکبری میں آئے تو اُس کے خیالات اور بھی بدلنے لگے - یہ لوگ بڑے عالم اور صوفی مشرب تھے - اُنھوں نے بادشاہ کے دل کو شریعت اسلام کی طرف سے پھیر دیا تھا - ہندو راجاؤں کی بیٹیوں سے شادی کرنے کی وجہ سے وہ ہندو مذہب کی طرف بھی کسی قدر مائل ہو گیا تھا - پھر بحث و مباحثہ کا بھی اس پر بہت اثر پڑا - اُس کے پاس ہندو فقیر اور پنڈت بھی آ کر مذہبی مسائل پر بحث و مباحثہ کرتے تھے +

اکبر کا اعتقاد یہاں تک پہنچ گیا تھا کہ وہ کہتا تھا کہ "اگر انسان کی نیّت درست ہو تو وہ مندر میں بھی خدا کا دیدار حاصل کر سکتا ہے اور مسجد اور گرجا میں بھی خداوندِ عالم ایک ہے اور مختلف مذاہب اس کا قرب حاصل کرنے کی مختلف راہیں ہیں اور اسی وجہ سے مذہبی مناظرہ بالکل بیکار ہے"۔ بادشاہ کے دربار میں بہت سے عالم تھے جو مذہبی بحث و مباحثہ میں حصّہ لیتے تھے۔ اکبر پنجشنبہ کو آگرہ سے فتح پور سیکری جاکر عبادت خانہ میں مذہبی بحث و مباحثہ سنتا تھا۔ برہمن۔ جینی۔ پارسی۔ یہودی۔ عیسائی۔ سنّی۔ شیعہ سب باری باری اپنے مذہب کی صداقت پر بحث کرتے تھے +

دوران بحث میں باہمی نوک جھوک ہؤا ہی کرتی ہے مگر بعض اوقات علماء دوسرے مذہب والوں کو بُرا بھلا کہ ڈالتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہؤا کہ بادشاہ اُن سے بیزار ہو گیا اور کچھ دن بعد ایک نیا مذہب جاری کیا جس کا نام دین الٰہی رکھا۔ اس مذہب میں بہت سے مذاہب کی اچھی اچھی

باتیں جو اُسے خود پسند تھیں جمع کیں - اس مذہب کے خاص اصول یہ تھے کہ خدا ایک ہے اور بادشاہ اُس کا خلیفہ یا نائب ہے - صبح اُٹھتے ہی بادشاہ سورج کی پرستش کرتا اور آگ چاند اور ستاروں کو خدا کی قدرت کو ظاہری جلوہ سمجھتا تھا - اس مذہب کا کوئی خاص عالم نہ تھا لیکن معمولی مقلدوں کی تعداد بہت ہو گئی تھی - کچھ لوگ اس مذہب کے پیرو تھے لیکن اُن کی تعداد زیادہ نہ تھی راجہ بیربل نے اپنا نام اس مذہب کے مقلدوں میں درج کرا لیا تھا لیکن راجہ مان سنگھ نے صاف انکار کر دیا تھا +

کبھی کبھی بادشاہ اپنی پیشانی پر تلک لگا کر مالا پہن لیتا تھا - محل میں ہندو رانیوں کے لئے مندر بنے ہوئے تھے - جن میں ہندو دیوتاؤں کی پرستش ہوتی تھی اور بادشاہ کی جانب سے ہر ایک کو اپنے مذہب کے مطابق عبادت کرنے کا حکم تھا +

ہندوؤں کے ساتھ برتاؤ +

اکبر کا برتاؤ ہندوؤں کے ساتھ قابل تعریف تھا - اُس نے جزیہ لینا بند کر دیا تھا - اور

مذہبی معاملات میں بھی کافی آزادی دے دی تھی - ہندو مسافروں سے محصول نہ لیا جاتا تھا۔ بادشاہ نے ہندوؤں کے بچپن کی شادی اور ستی ہونے کی بُری رسومات بھی بند کرنے کی کوشش کی تھی - اُس نے ہندو بیواؤں کی دوبارہ شادی کی بھی تائید کی - اُس نے بہت سے ہندوؤں کو بڑے بڑے عہدوں پر مقرر کیا تھا - راجہ بھگوان داس راجہ مان سنگھ دونو اُس کے مشہور سپہ سالار تھے - بادشاہ اُن پر بڑا بھروسا رکھتا تھا ؛

اکبر کا انتظام سلطنت ؛

اکبر کا نظام سلطنت دوسرے مسلمان بادشاہوں سے اچھا تھا۔ تمام سلطنت ۱۵ صوبوں میں منقسم تھی - ہر ایک صوبہ کا الگ الگ حاکم مقرر تھا جو صوبہ دار یا نواب یا ناظم کہلاتا تھا - اُس کو سلطنت کی طرف سے پورے اختیارات حاصل ہوتے تھے - دوسرے سرکاری حاکم منصب[۱] دار

[۱] منصبداروں کے ۳۳ درجے تھے - منصبداروں کو سوار رکھنے پڑتے تھے - ۱۰ سے ۱۰۰۰۰ سوار تک ایک منصبدار کے زیرکمان رکھے جا سکتے تھے مگر دس ہزار کے منصب پر صرف خاندان شاہی کے لوگ مقرر ہوتے تھے ؛

کہلاتے تھے۔ منصب داروں کو سپاہی اور سوار بھی رکھنے پڑتے تھے۔ انہیں سرکار کی جانب سے جاگیریں بھی ملتی تھیں جن کی آمدنی سے وہ لوگ اپنی فوج کا خرچ برداشت کرتے تھے۔

اکبر نے اپنی فوج کی بہت اصلاح کی وہ جاگیر دینے کی رسم کو آہستہ آہستہ بند کرنا چاہتا تھا۔ سپاہیوں کو تنخواہ شاہی خزانہ سے ملتی تھی۔ منصب داروں کے علاوہ ایک چھوٹے درجے کے افسر بھی ہوتے تھے جو احدی کہلاتے تھے۔ ان کی تنخواہ ۲۰ یا ۲۵ روپے ماہوار تھی۔ عدالتوں میں میر عدل اور قاضی مقرر تھے۔ قاضی مقدمات کا فیصلہ کرتا تھا اور میر عدل اُس پر نظرثانی کرتا تھا۔ پولیس کا انتظام بھی عمدہ تھا۔ پولیس کا حاکم کوتوال کہلاتا تھا اور شہر کا انتظام اس کے سپرد ہوتا تھا۔ دیہات میں بھی پولیس افسر مقرر تھے۔ ملزموں کو سخت سزائیں دی جاتی تھیں اور کبھی کبھی بہت معمولی سے جرم پر بھی بہت سخت سزا دی جاتی تھی تاکہ دوسروں کو عبرت ہو۔

کل سلطنت کے ۱۵ صوبے حسب ذیل تھے۔
(۱) کابل (۲) لاہور (۳) ملتان (۴) دہلی (۵) آگرہ (۶) اودھ (۷) الہ آباد (۸) اجمیر (۹) مالوہ (۱۰) گجرات (۱۱) بہار (۱۲) بنگال (۱۳) خاندیش (۱۴) برار اور (۱۵) احمد نگر +

زمین کی پیمائش اور مالگزاری +

اکبر کے زمانہ میں زمین کے بندوبست اور لگان میں بھی اصلاح کی گئی - اس کام کو راجہ ٹوڈر مل نے جو ایک پنجابی کھتری تھا سرانجام دیا - ٹوڈر مل اکبر کا وزیر تھا اور شیر شاہ کے پاس بھی رہ چکا تھا - پہلے اُس نے زمین کی پیمائش کرائی اور فی بیگھہ کے حساب سے پیداوار کا تخمینہ کیا اور پیداوار کے لحاظ سے اُس نے زمین کو تین قسموں میں تقسیم کر دیا - جو زمین سب سے ادنٰے درجہ کی تھی اُس پر سب سے کم محصول لگایا گیا - کل پیداوار کا تہائی حصہ سرکاری خزانہ میں جاتا تھا - قحط سالی کے زمانہ میں سرکار کی طرف سے تقاوی دی جاتی تھی - لگان وصول کرنے والوں کو حکم تھا کہ وہ

کاشتکاروں پر کسی طرح کی سختی نہ کریں۔
پہلے زمانہ میں لگان کے عوض غلّہ وصول
کیا جاتا تھا لیکن ٹوڈر مل نے یہ رسم
بدل دی اور سرکار بجائے غلّہ کے نقد
روپیہ وصول کرنے لگی۔ چنانچہ اپنے تحصیلداروں
اور لگان وصول کرنے والوں کو بھی بجائے
جنس و جاگیر کے سرکاری خزانہ سے تنخواہیں
ملتی تھیں اور اگر کوئی حاکم یا ملازم رشوت
لیتا تھا تو اُس کو سخت سزا دی جاتی تھی۔
اس قاعدے کو عمل میں لانے سے رعایا کو
بہت فائدہ ہؤا۔ وہ لوگ اُس رشوت سے
سبکدوش ہو گئے جو بطور نذرانہ سرکاری
نوکروں کو دیتے تھے۔ پہلے زمانہ میں زمین
ایک طرح سے ٹھیکہ یا پٹہ پر دی جاتی
تھی۔ پٹہ دار رقم مقررہ سرکاری خزانہ میں
داخل کر دیتے اور خود اس سے کئی گنا
زیادہ رقم کسانوں سے وصول کر لیا کرتے
تھے۔ اس رسم کو اُٹھا دینے سے رعایا کو
سرکاری محصول کی رقم معلوم ہو گئی اور ان
کو بڑی آسانی ہوئی۔ ہر دس برس کے
بعد بندوبست ہوتا تھا۔ بہت سے سخت

محاصل جو رعایا سے اب تک وصول کئے جاتے تھے موقوف کر دئے گئے +

اکبر کے دربار کے رتن +

بادشاہ کے دربار میں بہت سے عالم اور بہت سے بہادر سپاہی موجود تھے۔ بعض بعض درباریوں پر بادشاہ کی خاص عنایت تھی۔ راجہ مان سنگھ اور راجہ بھگوان داس جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے فوج میں بڑے بڑے عہدوں پر مامور تھے۔ ابو الفضل اور فیضی دربار کے نو رتن میں سے تھے اور دونوں بھائی دل و جان سے بادشاہ کی خدمت کے لئے تیار رہتے تھے۔یہی وجہ تھی کہ اُن پر بادشاہ کی خاص نظر عنایت تھی۔فیضی شاعر بھی تھا اور اس کے علاوہ سنسکرت کا بہت بڑا عالم تھا۔ اُس نے مہابھارت۔ رامائن۔بھگوت گیتا وغیرہ کتابوں کا سنسکرت سے فارسی میں ترجمہ کیا تھا۔ ابو الفضل ایک زبردست رکن سلطنت تھا۔ اُس کی صحبت سے بادشاہ کے خیالات میں بہت کچھ تبدیلی پیدا ہو گئی تھی۔اس نے اپنی دو مشہور کتابوں یعنی آئین اکبری

اور اکبر نامہ میں اکبر کی سلطنت کا پورا پورا حال قلمبند کیا ہے۔ بادشاہ کا مشیرِ خاص ہونے کی وجہ سے مسلمان لوگ ابوالفضل سے بڑا حسد رکھتے تھے۔ سلیم بھی اُس سے بڑا کینہ رکھتا تھا اور آخر میں اُس نے ابوالفضل کو مروا ہی ڈالا۔ ابوالفضل نے اپنی کتابوں میں اکبر کی اور اُس کے طرزِ سلطنت کی خوب تعریفیں کی ہیں ؞

راجہ بیربل بادشاہ کا بڑا دوست تھا۔ وہ قوم کا برہمن تھا لیکن بہت ہی خوش مزاج آدمی تھا اور اپنی ظرافت کی وجہ سے ہمیشہ اکبر کے ہمراہ رہتا تھا۔ بادشاہ اُس سے بڑی محبت رکھتا تھا۔ بیربل کے لطیفے بہت مشہور ہیں اور ہندوستان میں بڑے شوق سے پڑھے جاتے ہیں ؞

باب ۲۰

جہانگیر

۱۶۰۵ء سے ۱۶۲۷ء تک

جہانگیر کا انصاف

اکبر کی وفات کے بعد جہانگیر تخت نشین ہوا - شمالی ہند میں اس وقت بالکل امن و امان تھا - جہانگیر نے تخت پر بیٹھتے ہی اپنے باپ کے زمانہ کے عہدہ داروں کو بڑے بڑے عہدوں پر مقرر کیا - اُس نے بہت سے سخت اور بڑے بڑے محصول معاف کر دئے - سوداگروں کی بابت اُس نے حکم دیا کہ اُن کی رضامندی کے بغیر اُن کے مال کی تلاشی نہ لی جائے کیونکہ سرکاری افسر ان لوگوں کو بیجا طور پر تنگ کیا کرتے تھے اور تجارت میں کمی واقع ہو جانے کا اندیشہ تھا - رعایا کے آرام کے لئے اُس نے

آگرہ کے قلعہ کی دیوار سے نیچے کی طرف ایک زنجیر لٹکا رکھی تھی جس کا دوسرا سرا بادشاہ کے کمرہ میں لٹکتا تھا۔ اس میں ایک گھنٹی بندھی ہوئی تھی۔ اگر کسی کو کسی قسم کی فریاد کرنی ہوتی تو وہ اس زنجیر کو کھینچ لیتا اور گھنٹی بادشاہ کے کمرہ میں بجنے لگتی اور اس طرح بادشاہ کو فریادی کی اطلاع ہو جاتی تھی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہانگیر کو انصاف کا بڑا خیال تھا۔

خسرو کی بغاوت

جہانگیر ہمیشہ اپنے بیٹے خسرو سے خائف رہتا تھا۔ ان دونوں میں اکثر اَن بن رہا کرتی تھی۔ اکبر کی موت کے وقت بھی خسرو کو ولی عہد بنانے کی کوشش کی گئی تھی لیکن سلیم سے صلح ہو جانے پر یہ کوشش کارگر نہ ہوئی۔ جب سلیم تخت نشین ہوا تو خسرو کو بڑی فکر ہوئی اور رات کو کچھ آدمی لے کر وہ دہلی کی طرف بھاگ گیا۔ یہاں اُس کے بہت ساتھی ہو گئے اور نیز بہت سی دولت بھی اُس کے ہاتھ آ گئی۔ اب اُس نے پنجاب کا رُخ کیا۔ جب لاہور پہنچا تو وہاں کے

حاکم نے اُس کے لئے شہر کا دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔ اسی اثنا میں جہانگیر بھی آگرہ سے ایک زبردست فوج لے کر لاہور پہنچا اور شہر کے قریب ایک باغ میں اپنا ڈیرہ ڈال دیا۔ خسرو لڑائی میں شکست کھا کر کابل کی طرف بھاگا لیکن گرفتار کر لیا گیا۔ اُس کے خاص خاص ہمراہیوں کو سخت سزائیں دی گئیں۔ خسرو کو قیدخانہ میں ڈال دیا۔ اُس میں وہ تین دن بے آب و دانہ چلاتا رہا۔

۱۶۱۶ء میں بادشاہ نے خسرو کو آصف خاں کے حوالے کر دیا جو خسرو کا جانی دشمن تھا۔ چار سال کے بعد آصف خاں نے خسرو کو اُس کے بھائی شہزادہ خرم (شاہجہاں) کے حوالہ کیا اور اُس نے اُسے ایک ظالم غلام کے ہاتھ سے مروا ڈالا۔

نور جہاں

جہانگیر نے بھی اپنے باپ کی طرح ہندو رانیوں سے شادیاں کیں۔ چنانچہ شہزادہ خرم کی ماں راجپوتنی تھی لیکن اُس نے ۱۶۱۱ء کے قریب ایک ایرانی خاتون سے بھی شادی کی جو بعد

میں نور جہاں کے نام سے مشہور ہوئی - نور جہاں کا قصّہ حسب ذیل ہے :-

بچپن میں نور جہاں کا نام مہر النسا تھا - اُس کا باپ غیاث بیگ طہران[1] کا باشندہ تھا - غیاث بیگ باپ کے انتقال کے بعد افلاس سے تنگ آکر مع اہل و عیال ہندوستان کو روانہ ہوا - قندھار کے قریب پہنچ کر اُس کا قافلہ لُٹ گیا - اور اسی مصیبت کے وقت نور جہاں پیدا ہوئی - لڑکی کی پرورش کا کوئی سہارا نہ دیکھ کر ماں باپ نے اُس کو سڑک کے کنارے ڈال دیا اور خود آگے چلے گئے - لڑکی کو اس بے کسی اور بے بسی کی حالت میں دیکھ کر ایک سوداگر کو رحم آیا اُس نے اس معصومہ کو اُٹھا لیا اور اس کی پرورش کے لئے اُسی کی ماں کو ملازم رکھ لیا +

رفتہ رفتہ غیاث بیگ دربار شاہی میں ایک بڑے عہدے پر مامور ہو گیا - نور جہاں بھی اپنی ماں کے ہمراہ محل میں آیا جایا کرتی تھی - شہزادہ سلیم نے کہیں اُس کو

[1] طہران ایران کا دار السلطنت ہے +

دیکھ لیا اور اُس پر فریفتہ ہو گیا۔ جب یہ خبر اکبر کو پہنچی تو وہ بہت ناراض ہؤا اُس نے جلد ہی نور جہاں کی شادی ایک ایرانی افسر شیر افگن خاں سے جو بنگال کا حاکم تھا کر دی۔ لیکن جب جہانگیر تخت پر بیٹھا تو اُس کو اپنی تمنا پوری کرنے کا موقعہ ملا۔ شیر افگن خاں نے بادشاہ کی نیّت میں فرق دیکھ کر اپنے عہدہ سے استعفا دے دیا۔ جہانگیر نے قطب الدین سے کہا کہ نور جہاں کو شیر افگن سے لے لینا چاہیئے۔ قطب الدین اور شیر افگن میں جنگ ہوئی اور دونوں مارے گئے۔ بادشاہ نے نور جہاں کو خاص نگرانی میں آگرہ بلوایا اور اس سے اپنی آرزو بیان کی۔ نور جہاں بہادر باغیرت اور ہوشیار عورت تھی اُس نے شادی کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ لیکن چند سال کے بعد جب غصہ فرو ہؤا تو ۱۶۱۱ء میں اُس نے جہانگیر سے شادی کر لی۔

شادی ہوتے ہی اس کی عزت و اقتدار میں بہت بڑا اضافہ ہو گیا۔ اس کا نام بجائے نور محل کے نور جہاں رکھا گیا۔ اُس کے

باپ کو اعتماد الدولہ اور بھائی کو آصف خاں کا خطاب دیا گیا اور دونوں کے منصبوں میں بھی ترقی کر دی گئی ۔

جہانگیر عیش پرست شہنشاہ تھا یہ اس قدر آرام طلب تھا کہ اُس نے تمام انتظام سلطنت نور جہاں کے ہاتھ میں دے رکھا تھا اور خود شراب کے نشہ میں مست اور بے فکر رہتا تھا ۔ وہ خود کہا کرتا تھا کہ مجھ کو اچھے کباب اور عمدہ شراب کے سوا کسی چیز کی خواہش نہیں ۔ لیکن اس کے ساتھ ہی دن کو جو دربار کا وقت تھا وہ بالکل شراب نہ پیتا تھا ۔ بلکہ ایک مرتبہ اُس نے ایک امیر کے کوڑے لگوا دئے تھے کیونکہ دن کو اُس کے منہ سے شراب کی بُو آتی تھی ۔ نور جہاں انتظام سلطنت میں بہت ہوشیار تھی ۔ اس نے شاہی دربار کی رونق دوبالا کر دی تھی ۔ اور خوش انتظامی کی وجہ سے خرچ میں بھی کفایت کر دی ۔ سُنا جاتا ہے کہ گلاب کا عطر نور جہاں کی ایجاد ہے ۔ حمام کے حوض میں گلاب کے پھول پڑے رہتے تھے ۔ نور جہاں نے ایک

روز تیل سی کوئی چیز پانی پر تیرتی ہوئی دیکھی - وہ فوراً سمجھ گئی کہ گلاب کے پھول سے عطر بن سکتا ہے +

بغاوت

جہانگیر کے زمانہ میں کئی لڑائیاں ہوئیں - بنگال میں عثمان خاں سے اور دکن میں ملک عنبر سے - قنّوج میں بھی سخت لڑائیاں ہوئیں بادشاہ نے باغیوں کو سخت سزائیں دیں - تخمیناً تیس ہزار باغی مارے گئے جن میں دس ہزار کے تو سر کاٹ لیے گئے اور دس ہزار درختوں میں لٹکا دیے گئے - میواڑ کا رانا امیر سنگھ بھی دہلی کا ماتحت ہو گیا اس کو شہزادہ خرّم نے لڑائی میں شکست دی تھی - لیکن راجہ کبھی دربار میں نہ آیا اور نہ اُس نے بادشاہ کو کوئی بیٹی دی +

جہانگیر کے بیٹے

جہانگیر کے چار بیٹے تھے - خسرو - پرویز - خُرّم یعنی شاہجہان اور شہریار - خُرّم کی شادی آصف خاں کی لڑکی سے ہوئی تھی - اور شہریار کی شادی نور جہاں کی اُس لڑکی سے ہوئی تھی جو شیر افگن سے تھی - خُرّم بڑا بہادر

اور ہوشیار تھا اور بادشاہ اُسی کو لڑائیوں میں بھیجتا تھا۔ نور جہاں چاہتی تھی کہ شہریار کو ولی عہد بنایا جائے۔ جب تک غیاث بیگ زندہ رہا نور جہاں کو سمجھا کر اس ارادہ سے روکتا رہا۔ لیکن غیاث بیگ کے مرتے ہی نور جہاں کھلم کھلا خرم کا حق مٹانے کی کوشش کرنے لگی۔ خُرّم نے یہ معلوم کر کے عَلمِ بغاوت بلند کیا اور خود بادشاہ بن بیٹھا +

بادشاہ نے فوراً پرویز اور مہابت خاں کو ایک فوج دے کر خُرّم کے مقابلہ کے لئے منڈو کی طرف روانہ کیا۔ مہابت خاں نے اُسے دکن کی طرف بھگا دیا۔ خُرّم تلنگانہ ہوتا ہؤا بنگال میں پہنچ گیا اور بنگال اور بہار پر قبضہ کر لیا۔ شاہی لشکر نے اُس کو پھر دکن کی طرف بھگا دیا اور ایک دفعہ وہ ملک عنبر کے پاس چلا گیا۔ تقریباً ۱۶۲۵ء میں پھر باپ بیٹوں میں صلح ہو گئی۔ اور شاہجہان نے رہتاس اور اسیر گڑھ کے قلعے چھوڑ کر باپ سے معافی مانگ لی +

مہابت خاں اور بادشاہ

اس زمانہ میں مہابت خاں کا دبدبہ

بہت بڑھ گیا تھا - اُس کا عہدہ اس وقت سب امیروں سے بڑا تھا - نور جہاں اُس سے حسد رکھنے لگی - جب مہابت خاں دربار میں آیا تو اُس کے ساتھ نامناسب سلوک ہوا - جب بادشاہ ایک جگہ خیمہ ڈالے مع نور جہاں کے مقیم تھا - مہابت خاں نے راجپوتوں کی فوج لے کر چاروں طرف سے اُس کو گھیر لیا - نور جہاں نے بادشاہ کی رہائی کی کوشش کی - لیکن کامیابی نہ ہوئی - بالآخر ایک چال سے نور جہاں نے بادشاہ کو چھڑایا اور پھر انتظامِ سلطنت میں مشغول ہو گئی - مہابت خاں دکن کی طرف بھاگ گیا اور شاہجہان سے جا ملا +

سر طامس رو

جہانگیر کے زمانہ میں ۱۶۱۵ء میں انگلستان کے بادشاہ جیمس اوّل کی طرف سے سر طامس رو نامی ایک سفیر ہندوستان میں آیا تھا - سر طامس رو بادشاہ سے تجارت کی اجازت لینے کے لئے آیا تھا اور اُس کو کسی حد تک کامیابی نصیب ہوئی یعنی انگریزوں کو سورت اور احمد آباد میں تجارتی کوٹھیاں بنانے کی اجازت مل گئی - سر طامس رو جہاں تین سال تک مقیم رہا - اُس نے اپنے

روزنامچہ میں اس زمانہ کی کل کیفیت لکھی ہے وہ لکھتا ہے کہ اس زمانہ میں دکن کی حالت اچھی نہ تھی۔ نظامِ سلطنت اکبر کے زمانہ کے نظامِ سلطنت کی طرح اچھا نہ تھا۔ تمام حُکّام رشوت لیتے اور رعایا کو تکلیف پہنچاتے تھے۔ راستے بھی بے خطر نہ تھے۔ چور اور ڈاکو راستوں میں لوگوں کو لُوٹ لیا کرتے تھے ٭

وہ لکھتا ہے کہ بادشاہ ایسے تخت پر بیٹھتا تھا جس میں ہیرے جڑے ہوئے تھے اور تمام درباری شراب پیتے تھے۔ خود بادشاہ اس قدر شراب پیتا تھا کہ نشہ میں چور ہو جاتا تھا۔ شمعیں بجھا دی جاتی تھیں اور درباری اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے تھے۔ بادشاہ خود تزک[۱] جہانگیری میں لکھتا ہے کہ جوانی میں قبل تخت نشینی کے میں روزانہ بیس پیالے شراب پیتا تھا لیکن تخت نشینی کے بعد صرف ۵ یا ۷ پیالے روزانہ پیتا ہوں۔ سرطامس رو لکھتا ہے کہ بادشاہ دن کو بالکل شراب نہ پیتا تھا۔

[۱] تزک جہانگیری ایک کتاب ہے جس میں بادشاہ نے اپنی سوانح عمری لکھی ہے ٭

بلکہ اگر دن کو کسی کے مُنہ سے شراب کی بُو بھی آتی تو اُس کو سزا دیتا تھا۔ بڑے بڑے حاکم رشوت لیتے تھے۔ وہ لکھتا ہے کہ خود مجھے تجارت کی اجازت حاصل کرنے میں آصف خاں کو ایک بیش بہا موتی نذر کرنا پڑا تھا۔ دستکاری کی حالت اچھی تھی۔ بادشاہ یورپ کے باشندوں سے بہت عمدہ برتاؤ کرتا تھا۔ دربار میں فارسی بولی جاتی تھی لیکن عام لوگ ہندوستانی بولتے تھے ؛

جہانگیر کی موت

۱۶۲۷ء میں جہانگیر کچھ عرصہ تک بیمار رہ کر مر گیا اور شاہجہان تخت نشین ہُوا۔ نور جہاں انتظامِ سلطنت سے علیحدہ کر دی گئی اور اس کا وظیفہ مقرر ہو گیا۔ اگرچہ اس کے بعد بھی وہ بہت دنوں تک زندہ رہی لیکن سلطنت سے اُس کو کوئی تعلق نہ رہا ؛

جہانگیر کا چال چلن

جہانگیر کے زمانہ میں انتظامِ سلطنت اکبر کے نقش قدم اور طرزِ عمل پر ہوتا تھا۔ اگرچہ جہانگیر خود بھی عقلمند تھا۔ لیکن شراب نے اُس کی عقل کو بالکل تباہ کر دیا تھا۔ جب وہ غصہ

میں آتا تو اُس کو کسی کا بھی خیال نہ رہتا تھا اور بڑی سخت سزا دیتا تھا - وہ مصوّری اور موسیقی کا بڑا شائق تھا +

باب ۳۱

شاہ جہاں

۱۶۲۷ء سے ۱۶۵۸ء تک

شاہ جہاں کی تخت نشینی +

شاہجہان میں راجپوتی خون زیادہ تھا کیونکہ اُس کی ماں راجپوتنی تھی اور باپ آدھا راجپوت تھا - شاہجہاں کا نام تمام ہندوستان میں مشہور ہے کیونکہ اس کے برابر جلیل القدر بادشاہ ہندوستان میں اب تک کوئی نہیں ہُوا اس نے ایسی ایسی مسجدیں عمارتیں اور مقبرے تعمیر کرائے جو آج تک موجود ہیں اور دنیا کے عجائبات میں شمار کئے جاتے ہیں +

جہانگیر کی رحلت کے بعد دو بھائی تخت کے دعویدار تھے خُرّم اور شہریار۔ خُرّم ابھی دکن سے دہلی پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ آصف خاں نے جس کی بیٹی خُرّم کو بیاہی تھی تیسرے مرحوم بھائی خسرو کے بیٹے داور بخش کو بادشاہ بنا دیا۔ شاہجہاں فوراً دکن سے آیا اور اپنے خاندان کے ایک ایک شخص کو جو دعویدار تخت ہو سکتا تھا چُن کر قتل کرا دیا۔ شاہجہاں نہ تو اکبر کی طرح فیّاض اور منصف مزاج تھا اور نہ جہانگیر کی طرح کاہل اور شرابی تھا۔ وہ بڑا عقلمند سمجھدار اور ہوشیار تھا۔ رعایا بھی اس سے بہت خوش تھی کیونکہ وہ ہندو اور مسلمان سب سے یکساں برتاؤ کرتا تھا۔

شاہجہاں کی شان وشوکت

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ شاہجہاں بڑی شان و شوکت سے رہتا تھا۔ اُس کو روپیہ جمع کرنے کی بڑی خواہش تھی۔ اس نے بہت سے تہ خانے بنوائے تھے۔ جن میں سونا چاندی جمع رہتا تھا۔ اور بہت سے بیش بہا ہیرے موتی اور جواہرات بھی

خریدے تھے۔ اس نے ۱۶۲۸ء میں تخت طاؤس بنوایا تھا۔ اس کی شکل ناچتے ہوئے مور کی سی تھی۔ اس تخت کو سات برس میں بے بادل خاں نے اپنے اہتمام سے تیار کرایا تھا اور ایک کروڑ اُس پر خرچ ہوا تھا۔ اس تخت پر بہت سے بیش بہا جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ بادشاہ اسی پر بیٹھ کر دربار کرتا تھا۔ جب ۱۷۳۹ء میں نادر شاہ ایرانی نے ہندوستان پر حملہ کیا تو وہ اُس کو ایران لے گیا۔

قحط

۱۶۳۰ء اور ۱۶۳۲ء کے درمیان گجرات اور دکن میں سخت قحط پڑا۔ لوگ بھوکے مرنے لگے اور چاروں طرف واویلا مچ گئی۔ سڑکوں پر ہر طرف لاشیں ہی لاشیں نظر آتی تھیں۔ پیٹر منڈی نامی ایک انگریز سیّاح اس وقت ہندوستان میں موجود تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ قحط اور طاعون کی وجہ سے ہزاروں آدمی مر گئے۔ سورت میں مرض طاعون اس قدر پھیلا کہ ۲۱ انگریز سیّاحوں میں سے ۱۷ مر گئے۔ بادشاہ نے کھانے اور روپیہ تقسیم کرنے کا انتظام کیا اور لگان معاف کر دیا۔

جس سے کاشتکاروں کو بہت آرام پہنچا ✦

ممتاز محل شاہجہاں کی شادی ۲۱ برس کی عمر میں ہوئی تھی۔ اُس کی بیگم جو بعد میں ممتاز محل کے نام سے مشہور ہوئی بہت خوبصورت تھی۔ اُس کا اصلی نام ارجمند بانو تھا۔ وہ آصف خاں کی لڑکی تھی اور بادشاہ اُس سے محبّت رکھتا تھا۔ اس کے چودہ بچّے پیدا ہوئے۔ جب چودھواں بچّہ پیدا ہُوا تو بیگم کا انتقال ہو گیا۔ نزع کے وقت اُس نے شاہجہاں کو اپنے پاس بُلایا اور وصیّت کی کہ میرے بعد آپ شادی نہ کریں اور میرا مقبرہ ایسا بنوائیں کہ میرا نام ہمیشہ قائم رہے۔ بادشاہ نے اس کی یہ بات مان لی اور آگرہ میں جمنا کے داہنے کنارے پر مقبرہ ممتاز محل تعمیر کرایا جو عرف میں "تاج محل" مشہور ہو گیا۔ اس کی تعمیر میں تیس سال کا عرصہ لگا اور تیس لاکھ روپے صرف ہوئے۔ بہت سے کاریگر اور ماہران فن تعمیرات دُور دُور سے بلائے گئے تھے۔ جے پور سے سنگ مرمر منگوایا گیا تھا۔ اس مقبرہ کے ہر چہار طرف باغ لگایا گیا جس سے اُس

کی رونق دوبالا ہو گئی - یہ مقبرہ دُنیا کی اعجوبہ عمارتوں میں سے ہے - اور لوگ دور ودراز کے ممالک سے اُسے دیکھنے آتے ہیں - یہ مقبرہ اب بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ گویا کل ہی بنا ہے اُس کے چاروں کناروں پر چار اونچے اونچے مینار ہیں جن سے اُس کی شان اور بھی بڑھ گئی ہے +

عمارتیں

شاہجہاں نے تاج محل کے علاوہ اور بھی بہت سی عمارتیں بنوائیں - آگرہ کے قلعہ میں موتی مسجد بنوائی جو اب تک موجود ہے - شہر دہلی کو از سرِ نو آباد کر کے "شاہجہاں آباد" نام رکھا "چاندی چوک" اُسی کے وقت میں بنا تھا - اسی نے دہلی کے قلعہ میں دیوان عام اور دیوان خاص تعمیر کرائے جو اب تک بالکل نئے معلوم ہوتے ہیں - دہلی میں شاہجہاں نے ایک بڑی مسجد تعمیر کرائی جسے جامع مسجد کہتے ہیں اور اس میں اب تک ہزاروں مسلمان روزانہ نماز پڑھتے ہیں +

پرتگالی یا پرتگیز

پرتگال کے لوگ دریائے ہگلی کے کنارے آ کر

مقیم ہوئے - یہ لوگ غلاموں کی تجارت کرتے تھے اور انہوں نے کتنے ہی ہندو اور مسلمانوں کے یتیم بچّوں کو عیسائی بنا یا - ایک بار ممتاز محل اُن سے ناخوش ہو گئی - بادشاہ نے بنگال کے صوبہ دار قاسم خاں کو حکم دیا کہ پرتگالیوں کو برباد کر دے - بہت سے پرتگالی مارے گئے اور بہت سے قید کر لئے گئے +

دکن پر چڑھائی

یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ شاہجہاں نے احمد نگر پر حملہ کیا تھا - احمد نگر کے علاوہ دکن میں دو ریاستیں اور تھیں جن سے شاہجہان کو لڑنا پڑا - ایک بیجاپور اور دوسری گولکنڈہ کی ریاست - سنہ ۱۶۳۲ء میں احمد نگر کی خود مختار حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور سنہ ۱۶۳۵ء میں پھر دکن میں لڑائی شروع ہوئی - بیجاپور کا حکمران بڑی بہادری سے لڑا لیکن آخر خراج دینا منظور کر لیا - احمد نگر کی سلطنت کو شاہجہاں اور عادل شاہ نے باہم بحصّہ مساوی تقسیم کر لیا - اسی زمانہ میں بادشاہ نے اپنے تیسرے بیٹے اورنگ زیب کو جو صرف ۱۸

سال کا تھا دکن کا صوبہ دار بنایا +

مہمات قندھار

اسی عرصہ میں خبر ملی کہ بلخ - بخارا اور قندھار پھر مغلوں کے ہاتھ سے نکل گئے اور شاہ فارس نے ان مقامات پر قبضہ کر لیا ہے - بادشاہ نے وہاں بھی اورنگ زیب کو فوج کے ساتھ روانہ کیا لیکن مقصد حاصل نہ ہؤا - اورنگ زیب اور بادشاہ کے لائق وزیر سعد اللہ خاں نے کچھ تدبیریں کیں لیکن نتیجہ کچھ بھی نہ نکلا - تیسری مرتبہ ۱۶۵۳ء میں پھر دارا شکوہ فوج لے کر قندھار پہنچا اور پانچ ماہ کے بعد ناکام واپس آیا - قندھار مغلوں کے ہاتھ سے نکل گیا +

اورنگ زیب پھر دکن کی طرف گیا اور یکایک گولکنڈہ پر حملہ کیا - وہ گولکنڈہ کو یقیناً فتح کر لیتا لیکن بادشاہ نے اس کو واپس بلا لیا - اس عرصہ میں بیجاپور کے حکمرانوں نے اپنے علاقہ کو بہت وسیع کر لیا تھا - اورنگ زیب نے عادل شاہ کے مرنے کے بعد ۱۶۵۶ء میں پھر میر جملہ کی مدد سے بیجاپور پر حملہ کیا اور بیدر کا قلعہ فتح

کر کے بیجاپور کے محاصرہ کی فکر کرنے لگا لیکن بادشاہ نے اس کو سندھ جانے کا حکم دے دیا +

شاہجہاں کا خاندان +

شاہجہاں کے چار بیٹے تھے۔ دارا شکوہ۔ شجاع۔ اورنگ زیب اور مُراد اور دو بیٹیاں تھیں۔ جہاں آرا بانو اور روشن آرا بانو + ایک فرانسیسی سیّاح برنیر نے جو شاہجہاں کے دربار میں آیا تھا۔ ان چاروں بھائیوں کے خصائل اور عادات کا پورے طور سے خاکہ کھینچا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ دارا بڑا سخی اور ہندو مذہب کا مدّاح تھا۔ اگر اس کی تقدیر اچھی ہوتی تو اکبر کی طرح سلطنت کرتا۔ ہندو مذہب کی طرفداری کی وجہ سے مسلمان اُس سے ناخوش تھے۔ دارا پر بادشاہ کی خاص عنایت تھی۔ وہ اس کو اپنا ولی عہد سمجھتا تھا۔ دربار میں اس کے لئے علٰحدہ ایک چوکی رکھی جاتی تھی اس پر بیٹھ کر وہ بادشاہ کے کام میں مدد کرتا تھا۔ شجاع بہادر آدمی تھا۔ لیکن اپنا زیادہ تر وقت عیش و عشرت میں گزارتا تھا۔ چونکہ وہ شیعہ مذہب کا طرفدار تھا اس لئے ترکی

امرا اُس سے ناراض تھے - اورنگ زیب بہت زیرک اور ہوشیار تھا - ساتھ ہی بڑا متقی اور پکا مسلمان تھا - مراد بڑا دلیر اور جنگ جو سپاہی تھا - مگر انتظام سلطنت سے اس کی طبیعت کوسوں دور بھاگتی تھی اور شراب خوری نے اسے اور بھی نکما بنا دیا تھا - بادشاہ نے چاروں بیٹوں کو چار صوبے دے دئے تھے تاکہ ان میں حسد پیدا نہ ہو دارا ہمیشہ بادشاہ کے پاس رہتا تھا - اَور بھائی اپنے صوبوں میں رہتے تھے - فوج سب کو رکھنی پڑتی تھی - باوجود اس انتظام کے بھائیوں میں حسد پیدا ہو گیا اور ایک دوسرے کی مخالفت کرنے لگے - بادشاہ کی بڑی بیٹی جہاں آرا بانو دارا کی ہم خیال تھی اور چھوٹی روشن آرا اورنگ زیب کی طرفدار تھی +

بھائیوں میں لڑائی +

سنہ ۱۶۵۸ء میں شاہجہان بیمار پڑا اور تمام مُلک میں یہ خبر پھیل گئی کہ بادشاہ مر گیا - فوراً ہی یہ جھگڑا اُٹھ کھڑا ہُوا کہ کون تخت نشین ہو - چاروں بھائی تخت نشینی

کی تدبیریں اور جنگ کی تیاریاں کرنے لگے۔
بادشاہ ابھی تک زندہ تھا لیکن اُس نے
سخت غلطی کی۔ اگر وہ محل سے نکل کر دربار
میں آ جاتا تو تمام بد امنی فرو ہو جاتی کیونکہ
رعایا اُس سے بہت خوش تھی۔ شجاع نے
جو بنگال کا صوبہ دار تھا ایک بڑی فوج
لے کر آگرہ کا راستہ لیا۔ مگر بڑے بھائی
دارا شکوہ نے اپنے بیٹے سلیمان کو اس کے
مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ شجاع کو بنارس
کے مقام پر شکست ہوئی۔ اور پسپا ہو کر
بنگال واپس بھاگنا پڑا۔ ادھر اورنگ زیب
نے اپنا منصوبہ باندھنا شروع کیا۔ مراد کو
بڑی محبّت کا خط لکھا اور کہا کہ مجھ کو
سلطنت کی خواہش نہیں۔ میں تو فقیرانہ زندگی
بسر کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن تم کو سلطنت
مل جائے تو بہت اچھّا ہے۔ میں تمہاری
کامیابی کے لئے کوشش کرونگا۔ مراد سیدھا
تو تھا ہی اس کے فریب میں آ گیا +

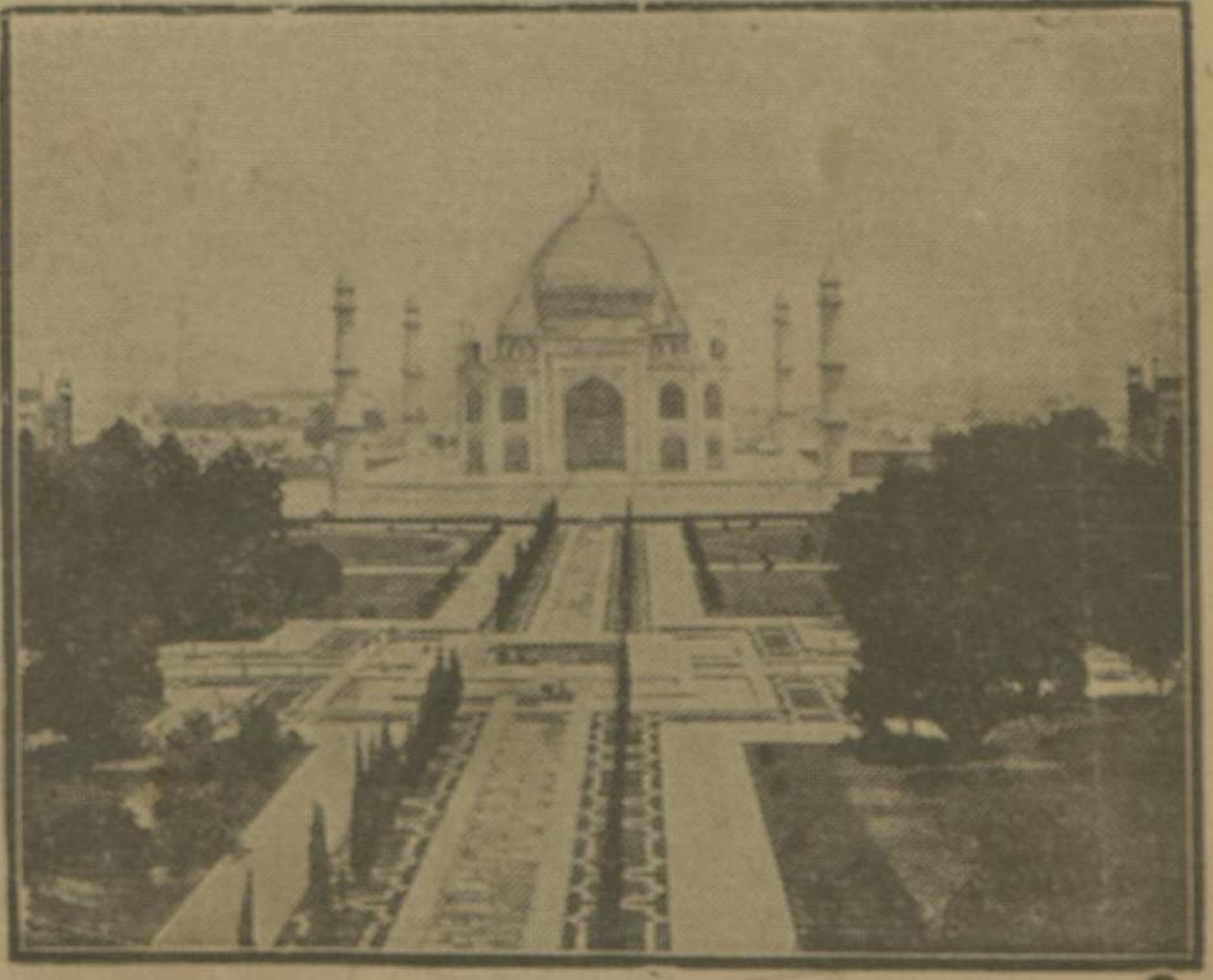
چنانچہ اورنگ زیب اور مراد نے مل کر
آگرہ پر چڑھائی کی ادھر سے دارا شکوہ نے
راجہ جسونت سنگھ کو ایک بڑا لشکر دے کر



شاہجہاں



تاج محل



روضۂ تاج محل


شیواجی


اورنگ زیب


گرو گوبند سنگھ

اُن کے مقابلہ کو بھیجا۔ جسونت سنگھ کو شکست ہوئی اور فاتح لشکر آگے کو بڑھا اور پھر ساموگڑھ کے مقام پر دارا کی فوج سے لڑائی ہوئی مقابلہ سخت تھا۔ مگر اتّفاق سے ایک گولہ دارا کے ہاتھی کے آ لگا۔ جس سے وہ میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ دارا کی فوج میں ابتری پھیل گئی اور وہ خود دہلی سے ہوتا ہُوا اجمیر کی طرف بھاگ گیا۔ وہاں اُس نے پھر شکست کھائی اور وہاں سے مصیبتیں جھیلتا ہُوا احمد آباد ہوکر سندھ کو چلا گیا۔ وہاں اُس نے سندھ کے ایک رئیس ملک جیون کے پاس پناہ لی۔ مگر اس دغاباز پٹھان نے بے وفائی کی اور روپیہ کے لالچ میں آکر بدنصیب شہزادے کو اورنگ زیب کے سپاہیوں کے حوالے کر دیا جو اُس کے تعاقب میں لگے ہوئے تھے۔ یہ اُسے میلے کچیلے کپڑے پہنا کر دہلی لائے اور وہاں ایک ہاتھی پر سوار کر کے شہر کے بازاروں میں پھرایا۔ شہزادے کی یہ حالت دیکھ کر دہلی کے لوگوں کی اُس سے ہمدردی ظاہر ہونے لگی جس سے اورنگ زیب کو خوف پیدا ہُوا۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد

فوراً ہی دارا کو قتل کرا دیا۔ شجاع کو اورنگ زیب نے اراکان کی طرف بھگا دیا اور نہ معلوم وہ پھر کہاں چلا گیا۔ آگرہ پہنچنے کے بعد اورنگ زیب نے مراد کا بھی فیصلہ کر دیا۔ ایک رات اُس کو اپنے یہاں دعوت میں بلایا۔ اور بعد میں اُس کو قید کر لیا پھر گوالیار کے شاہی قلعے میں نظر بند کر دیا +

اب اورنگ زیب بادشاہ بن گیا۔ شاہجہاں کو اُس نے آگرہ کے قلعہ میں نظربند کر دیا۔ جہاں وہ سات سال تک ایک قیدی کی حالت میں رہا۔ بادشاہ کی لڑکی جہاں آرا بھی اُس کے ہمراہ ہی رہی لیکن اورنگ زیب نے کبھی اس سے نامناسب سلوک نہیں کیا +

اس طرح شاہجہاں کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا اور وہ خود سات سال کی قید کے بعد ۲۲ - جنوری ۱۶۶۶ء میں ۷۴ برس کی عمر میں انتقال کر گیا اور روضہ تاج محل میں مدفون ہوُا +

باب ۳۲

اورنگ زیب

۱۶۵۸ء سے ۱۷۰۷ء تک

۲۶- مئی ۱۶۵۸ء کو اورنگ زیب تخت نشین ہؤا- شاہجہاں آگرہ کے قلعہ میں قید تھا اور جنوری ۱۶۹۶ء تک وہیں قید رہا +

اورنگ زیب کا طرز معاشرت +

اورنگ زیب بڑا پکا مسلمان تھا- اس کا طرز معاشرت قابل تعریف تھا- وہ عیش و عشرت سے نفرت کرتا تھا- سلطنت کی دولت اپنے آرام کے لئے بالکل صرف نہ کرتا تھا بلکہ اپنے ہاتھ سے ٹوپیاں بنا کر بسر اوقات کرتا وہ ہمیشہ موٹا کپڑا پہنتا تھا- دوسرے بادشاہوں کی طرح چاندی سونے اور جواہرات کے زیورات کبھی نہ پہنتا تھا- وہ اپنا زیادہ وقت عبادت میں صرف کرتا تھا-

جمعہ کے روز روزہ رکھتا تھا اور جامع مسجد میں جاکر نماز پڑھتا تھا۔ وہ سب کی فریاد سنتا تھا اور مذہبی قوانین کے مطابق فیصلہ کرتا تھا۔ وہ بڑا بہادر تھا جوانی ہی میں بہت سی لڑائیاں لڑ چکا تھا مشکل کے وقت استقلال سے کام لیتا تھا اور پریشان نہ ہوتا تھا۔

اورنگ زیب اکبر کی طرح سخی نہ تھا۔ روپیہ کم خرچ کرتا تھا۔ لیکن تخت نشینی کے کچھ ہی دنوں بعد جب قحط پڑا تو اُس نے رعایا کی بڑی امداد کی۔ غریبوں کو اُس نے کھانا دیا اور تقریباً اسّی مختلف قسم کے محصول معاف کر دئے۔ انتظام سلطنت بھی اُس کے زمانہ میں عمدہ تھا کیونکہ باغیوں کو وہ سخت سزائیں دیتا تھا۔ اس کے خوف سے تمام متعلقین و ملازمین یہاں تک کہ اس کے بیٹے بھی کانپتے رہتے تھے۔ ان میں سے ایک تو باپ کا خط دیکھ کر زرد پڑ جاتا تھا۔ حکام اور اُمرا بھی اُس سے بہت ڈرتے تھے اور اس کی خواہش کے خلاف کچھ نہ کر سکتے تھے۔

بادشاہ کی بدگمانی +

اورنگ زیب کبھی کسی پر اعتماد نہ کرتا تھا - اُس کا کھانا چکھنے کے لئے ایک خاص ملازم تھا جس کا کام یہ تھا کہ بادشاہ کے کھانے سے قبل اُس کا کھانا چکھ لے تاکہ کوئی اُس کو زہر نہ دے سکے۔ جب کبھی بادشاہ دوا کھاتا تو طبیب کو بھی اُس کے ساتھ دوا کھانی پڑتی تھی - اگر کبھی فوج روانہ کرتا تو اُس کے ساتھ دو افسر مقرر کرتا ایک ہندو اور دوسرا مسلمان - اورنگ زیب نے خبر رسانی کے لئے بہت سے جاسوس مقرر کئے تھے - اگر کوئی حاکم رشوت لیتا یا رعایا کو تکلیف دیتا تو جاسوس بادشاہ تک خبر پہنچا دیتے تھے +

بادشاہ اپنے بیٹوں کے ساتھ بھی ویسا ہی برتاؤ کرتا تھا جیسا وہ دوسرے امیروں کے ساتھ کرتا تھا - وہ ذرا بھی رعایت نہ کرتا تھا - بڑے بیٹے کو اُس نے قریباً تمام عمر قید میں رکھا - اور چھوٹے بیٹے کو ایک معمولی قصور پر چھ سال کے لئے نظر بند رکھا +

تاریخ نویسی کی ممانعت

اورنگ زیب شاعروں اور مورخوں کو بھی ناپسند کرتا تھا - اُس کا خیال تھا کہ یہ لوگ ہمیشہ جھوٹ بولتے ہیں اور مبالغہ سے کام لیتے ہیں چنانچہ ۱۶۶۹ء میں شاہی وقائع نگاری کا عہدہ بھی توڑ دیا گیا اور نجی طور پر تاریخ لکھنے کی ممانعت ہو گئی - شعرخوانی اور علم موسیقی کے برخلاف بھی فرمان جاری ہوئے - کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب بادشاہ مسجد کو جا رہا تھا تو اُس نے ایک جنازے کے پیچھے ایک بڑے مجمع کو جاتے دیکھا پوچھا یہ کس کا جنازہ ہے لوگوں نے کہا کہ علم موسیقی کا - اُس نے کہا بڑی خوشی کی بات ہے - اس کو اتنا گہرا دفن کرنا کہ پھر باہر نہ نکل سکے - اور نہ کوئی اُس کو سُن سکے ⁂

ست نامیوں کی شورش

ست نامیوں کی شورش بھی اورنگ زیب کے عہد کا ایک مشہور اور دلچسپ واقعہ ہے - یہ لوگ ضلع میوات میں رہتے تھے اور عام طور پر کاشتکار تھے - ۱۶۷۲ء میں

ان لوگوں نے بغاوت کی ۔ فساد کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک سرکاری ملازم نے ایک ست نامی برہمن کے گھونسہ مارا تھا اس پر تمام ست نامی برہمنوں نے اکٹھے ہو کر بغاوت کر دی اور اس جوش سے لڑے کہ شاہی فوج کا ایک دستہ جو اُن کے زیر کرنے کے لئے روانہ کیا گیا تھا شکست کھا کر واپس آیا ۔ ساتھ ہی ان لوگوں نے مشہور کر دیا کہ ان کے پاس ایک ایسا جادو ہے کہ جو سامنے آئے گا زندہ بچ کر نہ جائے گا ۔ چنانچہ مغلیہ فوج کے افسر ڈرتے تھے اور اُن کے سامنے نہ جاتے تھے لیکن اورنگ زیب ان سے بھی زیادہ ہوشیار نکلا اور مسلمان سپاہیوں کو اپنے ہاتھ سے تعویذ لکھ کر دئے اور اُن کی تسلی کی کہ جب تک یہ تعویذ تمہارے پاس ہے ست نامیوں کا جادو تم پر کوئی اثر نہیں کر سکتا ۔ چنانچہ ایسا کرنے پر اس کی فوج کا حوصلہ بڑھ گیا اور بمشکل تمام بغاوت فرو ہوئی +

اورنگ زیب اور راجپوت

اکبر کے زمانے سے راجپوت، مغلوں

کے ساتھی تھے۔ راجپوتوں کے ملانے میں اکبر نے بڑی دور اندیشی سے کام لیا تھا لیکن اورنگ زیب کے طرزِ عمل سے راجپوت بھی ناراض تھے۔ سبب یہ تھا کہ راجہ جسونت سنگھ والئے جودھپور ۱۶۶۸ء میں کابل میں مر گئے اور جب اُن کا کنبہ وہاں سے واپس آیا تو بادشاہ نے راجہ کے چھوٹے بچّوں کو دہلی میں روک لیا تھا۔ راجپوتوں کو یہ شبہ تھا کہ بادشاہ اُنہیں مسلمان بنانا چاہتا ہے۔ اس پر راجپوت راجہ اکٹھے ہو کر جودھپور کی مدد کرنے لگے۔ بادشاہ نے شہزادہ اکبر کو ایک بڑی فوج دے کر مقابلہ کے لئے بھیجا لیکن اکبر کو راجپوتوں نے سلطنت کا لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لیا۔

اورنگ زیب ان سے بھی زیادہ زیرک اور چالاک تھا۔ جب یہ بات بادشاہ کو معلوم ہوئی تو اُس نے اکبر کو ایک چٹھی لکھی کہ "شاباش بیٹے! تم نے راجپوتوں کو خوب بہکایا"۔ یہ چٹھی راجپوتوں کے ہاتھ پڑی اور اُنہوں نے اکبر کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اکبر فارس کو چلا گیا اور پھر کبھی ہندوستان میں نہ آیا۔

شاہی فوج نے راجپوتوں کی بغاوت کو فرو کر دیا۔ رانا اودے پور سے صلح ہو گئی اور جسونت سنگھ کے بیٹے کو بادشاہ نے جودھپور کا حاکم تسلیم کر لیا۔

راجپوتوں کے ساتھ لڑائی کرنے میں اورنگ زیب نے دور اندیشی سے کام نہیں لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب سلطنت پر مصیبت آئی تو راجپوتوں نے اُس کا ساتھ نہ دیا اور بادشاہ کو دکن میں تنہا ہی لڑنا پڑا۔

دکن کا حملہ
۱۶۸۱ء سے ۱۷۰۷ء

دکن میں معاملات دن بدن بگڑ رہے تھے۔ گولکنڈہ اور بیجاپور ابھی تک سلطنت مغلیہ سے علٰحدہ تھے اور ان ریاستوں کے کمزور ہو جانے کی وجہ سے مرہٹے بھی بہت زور پکڑ رہے تھے یہاں تک کہ ۱۶۷۴ء میں شیوا جی نے باقاعدہ رسم تاجپوشی ادا کرکے راجہ کا لقب اختیار کر لیا اور مہاراشٹر میں ایک نئی پولٹیکل طاقت کی بنیاد رکھی۔ چنانچہ مرہٹوں کی زیادتیوں کا انسداد کرنے اور دکن پر اپنا تسلط جمانے کی غرض سے اورنگ زیب ۱۶۸۱ء میں دکن کو روانہ ہوا اور اپنی زندگی کے آخر پچیس برس اسی مہم میں

صرف کر دئے ۔ اس چھوٹی سی کتاب میں ہم دکن کے حملے کا مفصل حال بیان نہیں کر سکتے۔ اتنا کہنا کافی ہے کہ اس عرصہ میں اورنگ زیب کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا آخر بہت مدت تک لڑائی ہونے کے بعد ۱۶۸۶ء میں گولکنڈہ اور ۱۶۸۷ء میں بیجاپور سلطنت مغلیہ میں شامل ہو گئے ۔ یہ دونوں ریاستیں تو فتح ہو گئیں اور ان کے مل جانے سے سلطنت کی وسعت بھی ضرور بڑھ گئی لیکن ایک نئی صورت کا سامنا ہؤا ۔ یہ دونوں سلطنتیں جہاں تک ممکن تھا مرہٹوں کو روکے رہتی تھیں ۔ اب مرہٹے چاروں طرف بڑھ بڑھ کر لوٹ مار کرنے لگے ۔ گولکنڈہ و بیجاپور کے موقوف شدہ سپاہی بھی ان کے ساتھ ہو گئے اور دکن میں وہ ابتری پھیلی کہ اس کا رفع کرنا ناممکن ہو گیا مغلیہ فوج نے مرہٹوں کو اکثر شکستیں بھی دیں اُن کے قلعے بھی چھین لئے مگر مرہٹہ سپاہی ان سے مغلوب نہ ہو سکے کیونکہ یہ لوگ کبھی کھلے میدان میں مغل فوج کو لڑنے کا موقع نہیں دیتے تھے بلکہ پہاڑوں میں چھپ جاتے تھے اور جب موقع پاتے تھے دھاوا کر دیتے

تھے۔ آخر تنگ آ کر اورنگ زیب نے دکن پر تسلط جمانے کا خیال چھوڑ دیا اور شمال کی طرف چل پڑا مگر دہلی پہنچنا نصیب نہ ہوا۔ راستے میں اورنگ آباد کے مقام پر فروری ۱۷۰۷ء میں راہی ملک عدم ہوا +

اورنگ زیب کی پالیسی +

اس وقت اورنگ زیب کی عمر ۹۰ برس کی تھی۔ جیسے ہم پہلے لکھ آئے ہیں اُس کی ذاتی زندگی نہایت ہی پاکیزہ اور سادہ تھی اور وہ اعلیٰ درجہ کا بیدار مغز بادشاہ تھا لیکن ان سب خوبیوں کے ساتھ چند نقص بھی اس قسم کے تھے جن کی بدولت آخر میں سلطنت کو نقصان پہنچا۔ مزاج سخت شکی واقع ہوا تھا۔ وہ کسی پر پوری طرح اعتبار نہ کرتا تھا۔ اس لئے کبھی کسی کو کوئی ضروری کام تنہا سپرد نہیں کرتا تھا۔ اگر ایک کام مسلمان افسر کے سپرد ہوتا تھا تو ساتھ ہی اُس کے عموماً ایک ہندو افسر بھی تعینات کیا جاتا تھا۔ اس لئے حکام بھی اس کی باتوں پر پوری طرح یقین نہ کرتے تھے۔ اس کے علاوہ اورنگ زیب کے مذہبی جوش اور طرز عمل کی

وجہ سے اُس کی تمام ہندو رعایا اس سے ناراض تھی۔ ان کے کئی ایک مشہور اور پُرانے مندر گروا دئے گئے۔ اور مورتیاں اور بُت جن کی ہندو بڑی تعظیم کرتے تھے توڑ ڈالے گئے۔ سنہ ۱۶۶۹ء میں بادشاہ کو معلوم ہُوا۔ کہ بعض برہمن بنارس اور ملتان میں مذہبی لیکچر دیتے ہیں اور مسلمانوں کو بھی بھکاتے ہیں۔ اُس نے صوبیداروں کو حکم دیا کہ "کفار کے سب مدرسے اور مندر توڑوا کر بُت پرستی کا انسداد کر دو"۔ سنہ ۱۶۷۹ء میں ہندوؤں پر از سر نو جزیہ بھی لگایا گیا۔ اور اُس کے دوسرے سال راجپوت جو اکبر کے واسطے اپنا خون بہاتے تھے اورنگ زیب کے دشمن بن گئے ہندوؤں کے علاوہ اورنگ زیب شیعہ مسلمانوں سے بھی بدظن رہتا تھا اور وہ بھی اس سے خوش نہ تھے۔ ادھر پچیس برس کی لگاتار لڑائیوں کی وجہ سے مغل فوج بھی کمزور ہو چکی تھی بادشاہی خزانہ میں اب اتنی دولت بھی نہ تھی اور پیری کی وجہ سے اورنگ زیب کے لئے بھی یہ ناممکن تھا کہ فوجی سلسلہ میں کوئی نمایاں تبدیلی کرتا۔ یا اُس کو نئے

سرے سے ترتیب دیتا۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو سلطنت مغلیہ کا زوال اُس کی زندگی ہی میں شروع ہو گیا تھا۔ اور اغلب ہے کہ اورنگ زیب جیسے لائق۔ زیرک اور مدبر بادشاہ نے اس بات کو خود ہی محسوس کر لیا ہو۔ وہ خود دیکھ رہا تھا کہ راجپوت سلطنت سے علیحدہ ہو چکے تھے۔ پنجاب میں سکھوں نے طاقت پکڑنی شروع کر دی تھی۔ اِدھر جاٹوں نے بھی سر اُٹھا رکھا تھا اور دکن میں مرہٹے بھی پورے طور پر مطیع نہیں ہوئے تھے۔ لیکن اب وہ کر ہی کیا سکتا تھا۔ ۹۰ برس کی عمر ہو چکی تھی اور موت کے دن نزدیک آ رہے تھے۔ اگر یہ صورت معاملات اُس کی جوانی کے دنوں میں ہوتی تو درستی ممکن تھی مگر اب ان غلطیوں کا خمیازہ اُس کی اولاد کو بھگتنا پڑا اور اُس کی شکی طبیعت۔ اُس کی پالیسی اور دکن کے حملہ کی وجہ سے سلطنت مغلیہ کو سخت نقصان پہنچا۔

سکھوں کا عروج

جیسا کہ ہم پیشتر ذکر کر آئے ہیں۔ سکھ مذہب کی بنیاد بابر کے عہد میں گورو نانک جی

نے ڈالی تھی۔ گورو نانک ۱۴۶۹ء میں موضع تلونڈی (ننکانہ صاحب) میں پیدا ہوئے۔ شروع ہی سے ان کی طبیعت بھگتی کی طرف مائل تھی۔ وہ خود ایشور کے پریم اور بھگتی کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ مذہبی اختلاف۔ مذہبی توہمات اور ذات پات کے بندھن دیکھ کر اُن کو بہت دُکھ ہوتا تھا۔ چنانچہ تیس برس کی عمر میں گھر بار چھوڑ کر گورو نانک دیو نے ملک کی مذہبی اور مجلسی حالت کو درست کرنے کا بوجھ اپنے سر لیا۔ ان کا مسلک صلح کل تھا اور سب کو یگانگت کی تعلیم دیتے تھے۔ یہ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ خدا ایک ہے۔ اور اُس کی عبادت کے لئے قومیت کا لحاظ ضروری چیز نہیں ہے۔ خواہ شودر ہو خواہ برہمن خواہ ہندو ہو خواہ مسلمان ہو اکال پرش کے سامنے سب برابر ہیں۔ ان کے اُپدیش سے لوگ بہت متاثر ہوئے اور رفتہ رفتہ ان کے پیروؤں کی تعداد بڑھتی ہی گئی۔

گورو نانک کے انتقال کے بعد گورو انگد صاحب اور اُن کے پیچھے گورو امر داس گدی

نشین ہوئے - گورو امر داس کے بعد گورو رام داس اور پھر گورو ارجن صاحب نے گدی کو زینت بخشی - گورو ارجن ۱۶۰۶ء میں پنجاب کے دیوان چندو شاہ کے حکم سے مارے گئے جس کے بعد ان کا لڑکا گورو ہرگوبند گدی پر بیٹھا +

اس وقت سکھوں کا فرقہ قائم ہوئے ستر برس سے زیادہ کا عرصہ ہو چکا تھا اور اس عرصہ میں سکھ مذہب نے خاصی ترقی کر لی تھی - گورو انگد صاحب نے گورمکھی حروف بنائے تھے اور گورو نانک صاحب کی جنم ساکھی کو ترتیب دی تھی - چوتھے گورو رام داس جی نے ۱۵۷۷ء کے قریب امرتسر شہر کی بنیاد رکھی - چنانچہ کچھ دیر بعد یہ شہر سکھوں کے لئے ایک تیرتھ یعنی مقام مقدس اور مرکز قائم ہو گیا - پانچویں گورو ارجن دیو جی کے زمانہ میں سکھوں کی کتاب مقدس یعنی گرنتھ صاحب مرتب ہوا - گورو کے مریدوں کی تعداد دن بدن بڑھ رہی تھی اور اُن کے چڑھاوے سے گورو صاحب کی سالانہ آمدنی خاصی ہو گئی تھی +

سکھ مذہب کی تواریخ کو پورے طور پر سمجھنے کے لئے ایک بات مدِ نظر رکھنی ضروری ہے اور وہ یہ کہ سکھ گوروؤں نے اپنے چیلوں میں ہمیشہ ایثار کی سپرٹ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ گورو صاحبان میں سے ہر ایک خود ایثار کی زندہ مثال تھے چنانچہ اس کا اثر ان کے مریدوں پر بھی ویسا ہی پڑا اور سکھوں میں سے قریباً ہر فردِ بشر، پنتھ (مذہب) کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے پر تیار تھا۔ جب کبھی سکھ گوروؤں کو یا اس فرقہ کے دوسرے راہبروں کو اپنے پنتھ کی حفاظت کے لئے تلوار اُٹھانے کی ضرورت پڑی تو سکھ جوق در جوق گورو کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے اور گورو اور پنتھ کی سیوا میں اُنہوں نے جان دینے میں ذرا تامل نہ کیا اس قسم کا پہلا موقع گورو ہر گوبند کی گدی نشینی کے زمانہ میں آیا۔ گورو ہر گوبند اور شہنشاہ جہانگیر میں کچھ مدت تک تو اچھا رابطہ رہا۔ مگر بعد میں جب چندو شاہ کے گوش گزار کرنے پر گورو ہر گوبند نے مبلغ دو لاکھ روپیہ جو اُن کے والد پر جرمانہ

کیا گیا تھا۔ ادا کرنے سے انکار کر دیا تو بادشاہ نے اُن کو گوالیار کے قلعہ میں قید کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد جب قید سے مخلسی پائی تو گورو ہرگوبند نے اپنے پنتھ کی حالت پر غور کیا اور اس بات کو مصلحت وقت سمجھ کر کچھ تھوڑی بہت فوج نوکر رکھ لی اور اپنے مریدوں کو بھی ہتھیار رکھنے کی ہدایت کی۔ چنانچہ ان کو اپنی زندگی میں ہی پنجاب کے صوبہ داروں کی فوج سے تین مرتبہ جنگ کرنی پڑی اور تینوں لڑائیوں میں ہی سکھوں کا پلہ بھاری رہا۔ گورو ہرگوبند کے بعد گورو ہر رائے اور پھر گورو ہر کشن گدی نشین ہوئے۔ گورو ہر کشن کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا اور اُن کے بعد گورو تیغ بہادر کو گدی ملی۔ اس وقت اورنگ زیب دہلی کے تخت پر متمکن تھا۔ چنانچہ گورو تیغ بہادر کو اس کے غصہ اور مذہبی جوش کا شکار ہونا پڑا۔ ۱۶۷۵ء میں اُن کو دہلی طلب کیا گیا اور یہ وہاں قتل ہوئے۔ اُن کے بعد گورو گوبند سنگھ گدی پر بیٹھے۔ یہ بچپن ہی سے بڑے لائق اور دور اندیش تھے۔

جو جو سختیاں گزشتہ ستر برس کے اندر پنتھ اور ان کے خاندان پر ہوئی تھیں وہ اُن سے چھپی نہ تھیں۔ اب اُن کے والد بزرگوار یعنی گورو تیغ بہادر کے دردناک واقع نے سکھ فرقہ کو بادشاہی عہدہ داروں سے اور بھی بدظن کر دیا اور وہ مقابلہ پر مجبور ہو گئے۔ چنانچہ گورو گوبند سنگھ صاحب نے زمانہ کی حالت دیکھ کر اس کے مطابق عمل کرنا شروع کیا۔ انہوں نے پنتھ میں کئی ایک نئے قاعدے جاری کئے اور سکھوں کو فن جنگ سیکھنے کی ہدایت کی۔ سکھ پنتھ کو خالصہ کا خطاب دیا۔ اور اپنے مریدوں کو سکھ سے سنگھ نام دیا۔ اور اپنے پرجوش بچنوں سے ان کے یہ ذہن نشین کر دیا کہ خدا کا ہاتھ اُن کے سر پر ہے اور جب وہ پنتھ کی حفاظت کے لئے لڑیں گے تو اس دھارمک یُدھ میں فتح ہمیشہ اُن کے ہاتھ رہیگی +

اپنے دادا گورو ہر گوبند کی طرح گورو گوبند سنگھ کو بھی مغل فوج کے ساتھ کئی بار لڑائی کرنی پڑی اور ان کے چاروں بیٹے

اور کئی جان نثار مرید ان لڑائیوں میں کام آئے - آخر تیرہ برس کی لڑائیوں کے بعد گورو گوبند سنگھ ۱۷۰۸ء میں پنجاب چھوڑ کر دکن کی طرف چلے گئے اور وہاں جاکر اچلانگر میں جو آج کل حضور صاحب کہلاتا ہے - بیالیس ۴۲ برس کی عمر میں فوت ہوئے +

گورو گوبند سنگھ سکھوں کے آخری گورو تھے - مگر جو سیاسی کام اُنہوں نے شروع کیا تھا اُس کی باگ ڈور اُنہوں نے مرتے وقت ایک شخص بندہ بیراگی کے سپرد کی - بندہ کا اصلی نام لچھمن دیو تھا وہ دراصل پنجاب کے علاقہ پونچھ کا باشندہ تھا - اور ذات کا راجپوت تھا - ایک دفعہ شکار کھیلتے ہوئے جب اُس نے ایک ہرنی کا پیٹ چاک کیا تو اُس میں سے دو ننھے ننھے بچے نکلے جو اُس کی نظر کے سامنے ہی تڑپ کر مر گئے - اس سے لچھمن دیو کے دل پر بہت اثر ہُوا اور سیر و شکار چھوڑ کر فقیر ہو گیا اور دکن میں جا کر دریائے گوداوری کے کنارے ڈیرہ لگایا - یہاں پر اس کی گورو گوبند سنگھ سے ملاقات ہوئی اور اُن کے

سمجھانے بجھانے پر راجپوتی خون نے پھر جوش مارا جس پر اُس نے گورو صاحب کے کام کو ہاتھ میں لیا - پنجاب میں آتے ہی بندہ بہادر نے مغلیہ علاقوں کو تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا - سرہند کو تباہ کر ڈالا اور دریاے جہلم سے لے کر سرہند تک تھوڑی دیر کے لئے سکھوں کا قبضہ ہو گیا - مگر بعض وجوہات سے سکھوں کا ایک بھاری گروہ بندہ بہادر کے خلاف ہو گیا جس سے بندہ کی طاقت کمزور ہو گئی - آخر ۱۷۱۶ء میں گورداسپور کے قریب بندہ کو شکست ہوئی اور وہ گرفتار ہو کر بادشاہ فرخ سیر کے حکم سے بڑی بے رحمی سے قتل ہوا ‎◆

باب ۳۳

شیواجی

سنہ ۱۶۲۷ء سے سنہ ۱۶۸۰ء تک

مہاراشٹر اور اُس کے باشندے +

احاطہ بمبئی اور اُس کے گرد و نواح کے ملکوں کو مہاراشٹر کہتے ہیں - ہندوستان کے اسی حصہ میں مرہٹوں کی بود و باش تھی - ان کا قد چھوٹا اور جسم مضبوط تھا - یہ بڑے محنتی تھے - اگرچہ ان میں راجپوتوں کی طرح خودداری کا مادہ بہت زیادہ نہ تھا لیکن ان کی نسبت زیادہ چست و چالاک تھے - ان کے ملک میں پہاڑ اور

جنگل بکثرت تھے۔ زمین ہموار نہ تھی اور راستے بھی سیدھے نہ تھے۔ سڑکیں صاف نہ تھیں۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا بہت مشکل تھا۔ پہاڑوں میں قلعے تھے۔ جہاں یہ لڑائی کے وقت جا کر چھپ رہتے تھے۔ اور وہیں سے اپنے دشمنوں پر حملہ کرتے تھے۔ یہ قلعے مرہٹہ سرداروں کے قبضہ میں رہتے تھے۔ ان میں سے اکثر سردار بیجاپور اور گولکنڈہ کے حکمرانوں کو خراج دیتے تھے۔ بیجاپور کی سلطنت میں بہت سے مرہٹے ملازم تھے اور رفتہ رفتہ فوج میں بھرتی ہوتے جاتے تھے۔ یہ لوگ فن جنگ میں اچھی استعداد حاصل کر چکے تھے۔ ان کے سرداروں میں ایک شیواجی تھا جو پونا اور بنگلور کے حاکم شاہ جی کا بیٹا تھا +

شیواجی کی پیدائش و تعلیم

شیواجی ۱۶۲۷ء میں پیدا ہوُا۔ اس کی تعلیم بچپن میں پونا میں ہوئی۔ اور وہاں پہاڑی لوگوں میں رہ کر اُس نے بہت سی بہادری کی نظمیں وغیرہ سیکھ لی تھیں۔ دادا جی کونڈ دیو نامی برہمن نے اس کو تعلیم دی تھی لیکن شیواجی

نے پڑھنے لکھنے میں زیادہ توجہ نہ کی کیونکہ وہ پڑھنے کو برہمنوں کا کام سمجھتا تھا۔ اگرچہ شیواجی پڑھنا لکھنا نہ جانتا تھا لیکن ہتھیاروں کا استعمال کرنا۔کشتی لڑنا۔نشانہ لگانا۔گھوڑے کی سواری وغیرہ سب کچھ سیکھ چکا تھا۔ اُس نے پُرانے بہادروں کے قصے بچپن ہی میں یاد کر لئے تھے۔ بعد میں اُس کی زندگی پر ان قصوں کا بہت اثر پڑا اور وہ بھی ایک مشہور اور بہادر شخص بننے کی کوشش کرنے لگا +

شیواجی کی ترقی +

جب شیواجی نے ہوش سنبھالا تو دیکھا کہ مرہٹوں کے قلعوں کی بڑی حالت ہے۔بیجاپور کے سلطان قلعوں کی کچھ بھی پروا نہ کرتے تھے۔ شیواجی نے پہلے تورنا کا قلعہ جو پونا سے بیس میل کے قریب ہے فتح کیا۔ پھر اور بہت سے قلعے فتح کئے۔ مہاراشٹر میں اُس نے لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا اور کہا کہ میرا فرض ہندو دھرم کی حفاظت ہے۔ اُس نے لوٹ مار شروع کی اور ۱۶۵۶ء میں جنیر کے قلعہ پر حملہ کیا +

شیوا جی اور افضل خاں

بیجاپور کے بادشاہ نے شیوا جی کی ترقی کو دبانے کی تدبیر کی اور اپنے ایک مشہور سپہ سالار افضل خاں کو فوج دے کر اس کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ افضل خاں نے شیوا جی کے پاس اپنا ایک برہمن ایلچی بھیجا اور اس کو ملاقات کی دعوت دی کہ اگر ممکن ہو تو بغیر جنگ کئے مرہٹہ سردار کو اپنے قابو میں کر لے۔ مگر شیوا جی افضل خاں سے زیادہ ہوشیار نکلا۔ اس نے ایلچی کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور ملاقات کی شرط یہ ٹھیرائی کہ دونوں سردار ایک دوسرے سے بغیر ہتھیار کے ملیں۔ ایک شامیانہ کھڑا کیا گیا اور اس میں بہت سے بیش قیمت قالین بچھائے گئے۔ افضل خاں حسب وعدہ اپنے سواروں کو پیچھے چھوڑ کر خیمے میں آیا۔ شیوا جی کو آتے دیکھ کر تپاک سے ملنے کے لئے آگے بڑھا۔ شیوا جی نے بغل گیر ہوتے وقت پنجہ شیر جو وہ اپنی پوشاک کے اندر چھُپا کر لے آیا تھا افضل خاں کے پیٹ میں بھونک دیا اور مرہٹے سپاہی جو قریب ہی چھُپے ہوئے تھے چاروں طرف سے جمع

ہو کر بیجاپور کی فوج پر ٹوٹ پڑے - بہت سے سپاہی مارے گئے[1] اور بیجاپوری فوج ناکام واپس ہوئی - ایک مرتبہ پھر حاکم بیجاپور نے شیوا جی سے لڑائی کے لئے فوج بھیجی - لیکن اس نے اسے مار کر بھگا دیا - جب شیوا جی کو بیجاپور کی طرف سے خوف نہ رہا تو اس نے

[1] بعض مورخ مثلاً کنکیڈ اور جادو ناتھ سرکار اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں :-

شیوا جی نے ایلچی کو ہندو دھرم کے نام پر اپیل کی اور اس سے افضل خاں کی ملاقات کا بھید لے لیا - برہمن ایلچی نے یہ صاف اشارہ کر دیا کہ ملاقات کے وقت اسے ہوشیار رہنا چاہئے - چنانچہ شیوا جی نے ایسا ہی کیا - اپنی سیدھی سادی پوشاک کے نیچے باریک آہنی زرہ بکتر پہن لیا اور ایک چھوٹا سا مگر تیز آہنی ہتھیار شیر پنجہ بھی اس کے نیچے چھپا لیا تاکہ بوقت ضرورت اس کو کام میں لا سکے - ملاقات کے وقت جب شیوا جی اور افضل خاں بغلگیر ہوئے - تو خان نے جو بڑا قد آور اور قوی ہیکل جوان تھا - پست قد شیوا جی کی گردن اپنے بازو میں مضبوطی سے دبا لی - شیوا جی نے جھٹ شیر پنجہ نکال کر اس کے پیٹ میں بھونک دیا ۔

لوٹ مار شروع کی اور مرہٹے مسلمانوں کو تکلیفیں دینے لگے۔ جو مال لوٹ سے ملتا تھا اُس کا زیادہ حصہ خزانہ میں جاتا تھا۔

شیوا جی کی اب تمام مہاراشٹر میں دھاک بیٹھ گئی تھی۔ بہت سے سردار اُس کے مطیع ہو گئے تھے اور اس کی سلطنت کلیانی سے گوا تک اور پونا سے مرتج تک پھیل گئی تھی۔

شیوا جی اور مغل

اب شیوا جی نے مغلوں سے جنگ شروع کر دی۔ ابھی تک وہ ان سے دور رہتا تھا۔ لیکن اب اُس نے دیکھا کہ سلطنت مغلیہ میں لوٹ مار کرنے سے بہت سا مال ملنے کی امید ہے۔ دکن کی تمام ہندو رعایا کو اپنی طرف کرنے کی غرض سے اُس نے اعلان کر دیا کہ میرا منشا گایوں کا پالنا اور برہمنوں کی حفاظت کرنا ہے۔ اورنگ زیب سے لوگ بیزار تھے۔ سب نے دل سے شیوا جی کا ساتھ دینا منظور کر لیا۔ اورنگ زیب نے شائستہ خاں کو جو دکن کا صوبہ دار تھا اور اُس کا ماموں تھا مرہٹوں کا مقابلہ کرنے کے لئے بھیجا۔

مغلوں کی باقاعدہ فوج کے سامنے مرہٹوں کی کیا حقیقت تھی کہ کھلم کھلا لڑتے۔ شائستہ خاں نے کئی قلعے فتح کر لئے اور مسلمانوں نے مرہٹوں کو مار بھگایا۔ مہاراشٹر کا شمالی حصہ شائستہ خاں نے اپنے قبضہ میں کر لیا اور پھر واپس آیا جاڑے کا موسم آجانے کی وجہ سے شائستہ خاں نے پونا میں آرام لیا۔ شیوا جی چپکے سے پہاڑ سے نکلا اور اپنے ساتھیوں کو ایک برات کی شکل میں ترتیب دے کر پونا میں گھس آیا اور شائستہ خاں کے سپاہیوں پر حملہ کر دیا۔ مرہٹے شائستہ خاں کے گھر میں بھی گھس آئے اور دربانوں سے پکار کر کہنے لگے کہ تم لوگ ایسی ہی حفاظت کرتے ہو۔ شائستہ خاں کا بیٹا قتل ہؤا اور وہ خود پونا چھوڑ کر بھاگ گیا۔

شائستہ خاں کو بادشاہ نے بنگال بھیج دیا اور شہزادہ معظم کو دکن بھیجا۔ اسی زمانہ میں شیوا جی نے سورت پر چھاپا مارا اور ایسٹ انڈیا کمپنی کی کوٹھی کو خوب لوٹا۔ یہ لوٹ چالیس روز تک جاری رہی۔ انگریزی کوٹھی

کے منیجر سر جارج اکسنڈن نے اپنی حفاظت کی لیکن پھر بھی مرہٹے بہت کچھ لے گئے +

شیوا جی اور جے سنگھ +

اورنگ زیب نے اپنے سپہ سالار جے سنگھ کو شیوا جی کے مقابلہ کے لیئے روانہ کیا ۔ شیوا جی نے جے سنگھ سے صلح کی بات چیت کی اور کہا کہ میں سب قلعے چھوڑ دونگا اور بادشاہ کا ماتحت ہو جاؤنگا جے سنگھ شیوا جی کو لے کر آگرہ آیا ۔ لیکن جب وہ دربار میں گیا تو بادشاہ نے اس کے ساتھ مناسب برتاؤ نہ کیا ۔ شیوا جی کو تیسرے درجہ کے سرداروں میں کھڑے ہونے کا حکم دیا اور اس سے بات تک نہ کی ۔ اس توہین کو شیوا جی برداشت نہ کر سکا ۔ وہ بہت غصہ ہُوا اور دربار سے بغیر سلام کیئے ہوئے رخصت ہُوا ۔ اورنگ زیب بعد میں اپنی غلطی سے آگاہ ہُوا اور اُس نے شیوا جی کے قیامگاہ پر نگرانی کے لیئے پہرہ مقرر کر دیا ۔ شیوا جی بیمار بن گیا اور خیرات کرنے لگا ۔ خیرات کے لیئے مٹھائی وغیرہ آیا جایا کرتی تھی ۔ ایک روز شیوا جی مٹھائی کے ٹوکرے

میں بیٹھ کر باہر نکل گیا - پہرہ والوں نے سمجھا کہ ٹوکرے میں مٹھائی ہوگی اور اُسے بے روک ٹوک نکل جانے دیا - شیوا جی نے فوراً ہی سادھوؤں کا لباس پہن کر جسم پر راکھ مل لی - اور سادھوؤں کے بھیس میں متھرا وغیرہ مقامات میں ہوتا ہُوا صحیح و سلامت دکن پہنچ گیا +

شیوا جی کی تاجپوشی +

شیوا جی نے پھر لوٹ مار شروع کی یہاں تک کہ وہ راجہ بن بیٹھا - مغلوں نے اُس سے صلح کر لی - بیجا پور اور گولکنڈہ کے حکمران اس کے خراج گزار ہو گئے - شیوا جی رائے گڑھ کو اپنا دار السلطنت قرار دے کر سلطنت کرنے لگا - اُس نے پھر ایک مرتبہ سورت کو لوٹا اور خاندیش پر بھی حملہ کیا اور اپنے باپ کی پُرانی جاگیر جو تنجور تک پھیلی ہوئی تھی فتح کر لی - ۱۶۷۷ء میں وہ مدراس پہنچا اور جنجی اور ویلور کے قلعوں کو فتح کر لیا - آہستہ آہستہ اُس نے کئی قلعے فتح کر لئے اور اپنی سلطنت بہت وسیع کر لی - آخر ۱۶۸۰ء میں ۵۳ برس کی عمر میں وہ

راہی ملک عدم ہوا +

شیوا جی کا چال چلن +

شیوا جی بڑا بہادر آدمی تھا - اس نے اپنی بہادری ہی کی بدولت راجہ کا رتبہ حاصل کیا - اگرچہ وہ خود پڑھا لکھا نہ تھا لیکن اہل علم اور فقیروں اور جوگیوں کی بڑی تعظیم کرتا تھا - سوامی رامداس اُس کا اُستاد تھا وہ ہمیشہ اسی کے مشورہ سے سب کام کرتا تھا - عیش و عشرت سے اس کو نفرت تھی - وہ دکن کے مسلمان حکمرانوں کی طرح اپنا وقت آرام طلبی میں ضائع نہ کرتا تھا - وہ دوسروں کے مذہب کی بھی عزت کرتا تھا اور مسجدوں کو توڑتا نہ تھا اور جب کوئی قرآن شریف کا نسخہ اُس کے ہاتھ آ جاتا تو مسلمانوں کو واپس کر دیتا - اس نے عورتوں کے ساتھ کبھی بُرا برتاؤ نہ کیا +

طرزِ حکومت

شیوا جی کا طرزِ حکومت بھی بہت اچھا تھا - اس نے ایک کونسل بنائی تھی - جس کے آٹھ ممبر تھے - بہت سے مورخوں نے شیوا جی کی

بابت لکھا ہے کہ وہ صرف لٹیرا ہی تھا - لیکن یہ غلطی ہے - شیوا جی انتظام سلطنت میں بہت ہوشیار تھا - اس نے بہت سے نئے قوانین جاری کئے - وہ ہر ایک کام کو اپنے وزیروں کے مشورہ سے کرتا تھا - ہر ایک وزیر کو ایک محکمہ سپرد تھا - جس کی وہ نگرانی کرتا تھا - لگان کا انتظام بھی اچھا تھا - کاشتکاروں کو پیداوار کا ۲/۵ حصّہ سلطنت کو دینا پڑتا تھا - ٹھیکہ داری کی رسم کو بھی شیوا جی نے بالکل بند کر دیا تھا - اس سے بڑا فائدہ ہوا کیونکہ ٹھیکہ دار مقررہ رقم سے زیادہ وصول کر لیتے تھے - اور رعایا کو تکلیف بھی دیتے تھے - گاؤں میں پٹیل مقرر تھے جو اپنے علاقوں کی خبریں سرکاری حاکموں کو دیتے تھے - جاگیر کی رسم بھی شیوا جی نے بند کر دی تھی - اُس کے ملازم سرکاری خزانہ سے نقد روپیہ پاتے تھے - اُس زمانہ میں عدالتیں نہ تھیں - لوگ اپنے جھگڑے پنچائتوں سے فیصل کراتے تھے - سپاہیوں کے جھگڑوں کو اُن کے افسر طے کرتے تھے ٭

شیوا جی نے فوج کا انتظام بھی بہت عمدہ کیا تھا - اُس کی فوج میں پیدل اور سوار دونوں قسم کے سپاہی تھے - دس سپاہیوں پر ایک ایک - پچاس سپاہیوں پر ایک حولدار اور سو سپاہیوں پر ایک جمعدار ہوتا تھا اور ہزار سپاہیوں کا افسر ایک ہزاری کہلاتا تھا - سواروں میں بھی ایسے ہی افسر ہوتے تھے +

شیوا جی کا حکم تھا کہ سرکاری روپیہ کا حساب ہمیشہ درست رہے - کوئی حاکم روپیہ کھانے نہ پاتا تھا اور اگر کوئی رشوت لیتا یا بے ایمانی کرتا تو سرکاری جاسوس راجہ کو خبر دیتے تھے +

شیوا جی نے بہت سے مندر وغیرہ بنوائے اور مذہبی جماعتوں کو درست کرنے میں بھی بہت روپیہ صرف کیا اور اُن کی نگرانی کے لیئے سرکاری حاکم مقرر کیئے +

باب ۳۴

اورنگ زیب کے جانشین

سلطنت مغلیہ کا زوال

زوال کے اسباب

جیسا پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ پچیس برس تک اورنگ زیب نے مرہٹوں کو دبانے کی کوشش کی مگر اُس کو کافی کامیابی نہ ہوئی۔ آخر نا امید ہو کر وہ واپس چلا آیا۔ اب مرہٹوں کی طاقت پہلے کی نسبت زیادہ بڑھ گئی تھی۔ اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ مرہٹے کبھی مقابل ہو کر میدان میں جنگ نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے چھوٹے چھوٹے گھوڑوں پر بلا زین سوار ہوتے روکھا سوکھا کھاتے اور ایک مقام سے دوسرے مقام پر جلد پہنچ جاتے تھے اور مغلوں کی جنگجو فوج کے قبضہ میں نہ آتے

تھے - اس کے مقابلہ میں مغلوں کی فوج آرام طلب تھی جس کے ادنےٰ سے افسر بھی پالکی وغیرہ میں بیٹھ کر میدان جنگ کو جاتے تھے - اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مرہٹوں کے مقابلہ میں مغلوں کی فوج تو بہت بڑی تھی لیکن اس کے انتظام کے لیئے قابل افسر نہ تھے - بڑے بڑے بہادر سپاہی اور فوجی افسر عیش و عشرت کے اتنے دلدادہ تھے کہ اپنے آرام کے مقابلے میں جنگ کی کچھ پرواہ نہ کرتے تھے - مسلمان میدان جنگ میں بھی اب اُس ہمت اور دلیری سے نہیں لڑتے تھے جس ہمت سے لڑ کر اُن کے آبا و اجداد نے ہندوستان میں اپنی سلطنت قائم کی تھی - ایک اور وجہ یہ بھی تھی کہ سلطنت مغلیہ کی وسعت اس قدر ہو گئی تھی کہ اس کا انتظام بھی غیر ممکن معلوم ہوتا تھا - مرہٹے آگے بڑھتے چلے جاتے تھے اور سلطنت کے مخالفین چاروں طرف سے اپنی طاقت بڑھانے کی کوشش کر رہے تھے - اس کے علاوہ پچیس برس کی جنگ کی وجہ سے سلطنت مغلیہ کی مالی

حالت بھی خراب ہو گئی تھی اور سرکاری خزانہ میں روپے کی کمی ہو گئی تھی +

بادشاہ کی سختی کی وجہ سے سب لوگ اس سے نفرت کرنے لگے تھے ۔ اس کے متعلقین اور لڑکے بڑھاپے کے زمانہ میں اس کے پاس تک نہیں آتے تھے ۔ اورنگ زیب مرتے وقت تک سلطنت کا کام کرتا رہا لیکن اتنی بڑی سلطنت کا انتظام کرنا کوئی آسان کام نہ تھا ۔ اس کے لڑکے بادشاہت حاصل کرنے کی غرض سے حسب دستور اپنے باپ کے خلاف سازشیں کر رہے تھے اور اس کے مرنے کا راستہ دیکھ رہے تھے ایسی حالت میں ۹۱ برس کی عمر میں اُس کا انتقال ہو گیا اور وہ اورنگ آباد میں دفن کیا گیا ۔ اس کی قبر کچّی ہے اور مزار پر کوئی روضہ نہیں بنایا گیا ہے +

بہادر شاہ ۱۷۰۷ء سے ۱۷۱۲ء تک +

اورنگ زیب کے مرنے کی دیر تھی کہ اس کے لڑکوں میں جنگ شروع ہو گئی مگر آخر معظم کو فتح ہوئی اور وہ بہادر شاہ شاہِ عالم کا لقب اختیار

اسکر کے تخت پر بیٹھا - اس نے سلطنت کے مخالفین کو دبانے کی کوشش کی مگر ١٧١٢ء میں اس کا انتقال ہو گیا اور وہ اپنا کام پورا نہ کر سکا - اس کے بعد اس کا لڑکا جہاندار شاہ ١٧١٢-١٣ء میں تخت نشین ہوا - مگر وہ بھی چند روز کے بعد مارا گیا - شاہی دربار کے سرداروں اور امیروں کی طاقت بہت بڑھ گئی تھی - درباری لوگ اور بھی اپنی طاقت کو بڑھانے کی کوشش کرنے لگے - آخر دو سید بھائی حسین علی اور عبد اللہ سب سے زیادہ طاقتور ہو گئے اور انہوں نے ١٧١٣ء میں فرخ سیر کو جو اورنگ زیب کا پوتا تھا تخت نشین کیا - فرخ سیر کی سلطنت کی باگ بالکل سیدوں کے ہاتھ میں تھی وہ جو کچھ چاہتے تھے اس سے کراتے تھے - آخر فرخ سیر نے سیدوں کے اس برتاؤ سے ناخوش ہو کر آزاد ہونے کی کوشش کی لیکن وہ چند روز کے بعد قتل کر ڈالا گیا - اس کی وفات کے بعد محمد شاہ تخت نشین ہوا اور اُسی نے تیس برس تک سلطنت کی *

محمد شاہ
۱۷۱۹ - ۴۸ء

محمد شاہ کی تخت نشینی کے زمانہ میں سلطنت مغلیہ کی حالت بہت ابتر ہو گئی تھی - بڑے بڑے صوبہ دار جو پیشتر مغلوں کے تابع فرمان تھے اب بادشاہ کا دباؤ نہیں مانتے تھے اور اپنی خودمختار سلطنتیں قائم کرنے کی کوشش میں مشغول تھے - انہوں نے باقاعدہ خراج دینا بھی بند کر دیا تھا اور جو اُن کی طبیعت میں آتا تھا کرتے تھے - دکن کا صوبہ دار آصف جاہ بڑا طاقتور ہو گیا تھا اس نے نظام الملک کا خطاب خود ہی اختیار کر لیا تھا اور سیدوں کو شکست دے کر دلی کا وزیر بن بیٹھا تھا - نظام کے علاوہ دیگر صوبے دار بھی سلطنت دلّی سے کنارہ کش ہو گئے تھے - ان میں سے دو زیادہ طاقتور تھے - سراج الدولہ بنگال میں اور سعادت خاں اودھ میں +

مرہٹے اپنے پیشوا باجی راؤ کی ماتحتی میں شمال کی جانب بڑھ رہے تھے اور سکھ پنجاب میں اپنا رُعب جما رہے تھے - ایسی ابتر حالت میں نادر شاہ دُرّانی جو فارس کا بادشاہ بن

گیا تھا ۱۷۳۹ء میں ہندوستان پر حملہ آور ہوا اُس نے سلطنت دہلی کو برباد کر دیا +

نادر شاہ کا حملہ +

نادر شاہ بچپن میں خراسان کا ایک گڈریا تھا - لیکن اپنی قابلیت اور بہادری سے فارس کا بادشاہ بن بیٹھا - اس نے افغانستان وغیرہ پر زبردستی قبضہ کر لیا - ۱۷۳۶ء میں اس نے شاہ کا خطاب اختیار کر لیا اور جب اپنی طاقت خاطر خواہ بڑھا لی تو پنجاب پر حملہ کر دیا کیونکہ محمد شاہ نے اس کے ایلچی سے مناسب سلوک نہ کیا تھا +

نادر شاہ بڑا صاحب جلال مغلوب الغضب اور بارُعب آدمی تھا بہادر تو وہ تھا ہی مگر ہمت والا بھی تھا - وہ بڑا قد آور اور طاقتور جوان تھا - ان کے کالے رنگ چمکیلی آنکھیں اور بلند آواز نے اُس کی شکل کو اور بھی زیادہ خوفناک بنا رکھا تھا - وہ بھیڑ کی کھال کا کالا چغہ پہنتا تھا اور فارس کے سرداروں کی طرح نوکدار کلغی اپنے تاج میں لگاتا تھا +

وہ سلطنت مغلیہ کی کمزوریوں سے واقف

ہو ہی چکا تھا - افغانوں اور دُرّانیوں کی ایک بڑی فوج لے کر اُس نے ۱۷۳۹ء میں ہندوستان پر حملہ کیا - نظام اور سعادت خاں اپنی فوجوں کو لے کر دشمن کا مقابلہ کرنے چلے اور کرنال کے میدان کے پاس جنگ ہوئی اس جنگ میں نادر شاہ کی فوج نے دلّی کی فوج کو فوراً شکست دی اور دلّی کی جانب روانہ ہُوا +

دلّی پہنچنے کے دوسرے دن کُل شہر میں جھوٹ موٹ یہ خبر پھیل گئی کہ نادر شاہ مر گیا - اس خبر کو سنتے ہی رات کے وقت دلّی کے لوگوں نے اس کے ۷۰۰ سپاہیوں کو مار ڈالا - جب نادر شاہ کو یہ حال معلوم ہُوا تو اُس کا غصّہ حد سے تجاوز کر گیا اُس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ تمام شہر کو لوٹ لو اور قتل عام میں دریغ نہ کرو - اُس کے سپاہی تو ایسے حکم کے لئے تیّار ہی بیٹھے تھے - اُنہوں نے فوراً لوٹ مار شروع کر دی اور قتل و خون کا بازار گرم کر دیا اور آن کی آن میں ہزاروں آدمیوں کو تہ تیغ کر ڈالا +

دن بھر لوٹ مار رہی اور عام کشت و

خون جاری رہا۔ فارس والوں نے بے اندازہ اور بیش بہا مال غنیمت پایا اور خوب لوٹا۔ بادشاہی خزانہ بھی لوٹا گیا اور درباری اُمرا اور شہر کے مالدار لوگوں سے زبردستی روپیہ لیا گیا۔ بہت سے جواہر نادر شاہ کے ہاتھ لگے اور چلتے وقت وہ بے شمار دولت۔ ہاتھی۔ گھوڑے۔ ہیرے اور موتیوں سے جڑے ہوئے زیورات ہتھیار۔ قیمتی کپڑے وغیرہ اپنے ہمراہ لے گیا۔ لوٹ میں شاہجہاں کے زمانہ کا بنوایا ہُوا شاہی تخت نادر شاہ کے قبضہ میں آیا اور اس کو وہ اپنے ہمراہ فارس لے گیا۔ لوٹ کے سامان میں سے اُس نے بہت سا مال اپنے سپاہیوں کو تقسیم کر دیا اور بہت سا مال اپنے ملک میں جا کر خرچ کیا۔

نادر شاہ کے خونخوار حملہ نے سلطنت مغلیہ کو تباہ و برباد کر دیا۔ اس سلطنت کی جو کچھ طاقت باقی رہ گئی تھی وہ بھی جاتی رہی اور محمد شاہ کے پاس نہ دولت رہی نہ طاقت صرف نام کا بادشاہ رہ گیا۔ دکن۔ مالوہ۔ گجرات۔ راجپوتانہ۔ پنجاب وغیرہ صوبجات سلطنت دہلی سے منحرف ہو گئے اور

روہیل کھنڈ میں روہیلہ افغانوں نے اپنا قبضہ جمانا شروع کر دیا۔ مرہٹوں کی طاقت اس قدر بڑھ گئی کہ وہ بنگال تک حملہ کرنے اور نوابوں سے چوتھ وصول کرنے لگے۔ سکھوں کی بھی طاقت بڑھ گئی اور سلطنت مغلیہ کا خوف بالکل جاتا رہا۔ آگرہ اور دلّی کے پاس جاٹ بھی بڑھ بڑھ کر ہاتھ مارنے لگے اور اپنی حکومت قائم کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ اُن صوبہ داروں نے جو دلّی کی ماتحتی کا دم بھرتے تھے خراج دینا بند کر دیا۔ اور سلطنت میں ہر چہار جانب بد امنی پھیل گئی +

احمد شاہ ابدالی کا حملہ +

محمد شاہ کے بعد اس کا لڑکا احمد شاہ تخت نشین ہوا مگر چند روز بعد اسے غازی الدین نے جو اُس کا وزیر تھا قتل کرا دیا۔ احمد شاہ کے جانشین عالمگیر ثانی (۱۷۵۴-۵۹ سنہ ۶ء) کو بہت دقتوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ نادر شاہ کی وفات کے بعد ہرات کے ایک افغان سردار احمد شاہ ابدالی نے افغانستان پر قبضہ کر لیا اور نادر شاہ کی مثال سامنے رکھ کر ہندوستان پر کئی بار حملہ آور ہوا

اور آخر کو تمام پنجاب کو اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔ احمد شاہ ابدالی نے کئی بار ہندوستان پر حملہ کر کے ۱۷۵۷ء میں دلی کو لوٹا۔ نجیب الدولہ پٹھان کو اُس نے وزیر مقرر کیا۔ لیکن غازی الدین نے پھر مرہٹوں کی مدد سے اپنا اقتدار بڑھا لیا۔ مرہٹوں کی طاقت بھی بہت بڑھ گئی اور وہ پنجاب تک دھاوا کرنے لگے۔ جب عالم شاہ (۱۷۵۹-۱۸۰۶ء) دلی کا بادشاہ ہوا تو مرہٹوں نے شمالی ہندوستان کو پامال کر ڈالا۔ روہیلہ سرداروں نے مرہٹوں سے بچنے کے لئے احمد شاہ سے مدد مانگی۔ ابدالی بہت بڑی فوج لے کر ہندوستان پر حملہ آور ہوا اور ۱۷۶۱ء میں پانی پت کے میدان میں جنگ عظیم ہوئی جس میں مرہٹوں کو شکست فاش ہوئی۔ اس جنگ کا ذکر آگے کیا جائے گا ✦

باب ۳۵

مرہٹوں کی ترقّی

شیوا جی کے خاندان کا زوال

شیوا جی نے مرہٹوں کی سلطنت کی بنیاد ڈالی اور بہادری سے مغلوں کا مقابلہ کیا اور سارے دکن میں لوٹ مار کی تھی۔ بہت سے راجہ اور نواب مرہٹوں کو چوتھ دیتے تھے اور اُن کی ماتحتی میں آ گئے تھے۔ مرہٹے ہر سال اپنی کاشتکاری کا کام ختم کر کے گھوڑوں پر چڑھ کر اور ہتھیاروں سے مسلح ہو کر دور دور تک دھاوا کرتے تھے اور لوٹ مار کرتے تھے۔

سمبھا جی

شیوا جی کے بعد اُس کا بیٹا سمبھا جی تخت پر بیٹھا اور باپ کی جگہ مغلوں کے مقابلہ پر آ کھڑا ہوا۔

۱۶۸۹ء میں جب اورنگ زیب کو گولکنڈہ اور بیجاپور کی لڑائیوں سے فرصت ملی تو مغلیہ فوج نے مرہٹوں کو دبانا شروع کیا۔ آخرش سمبھا جی گرفتار ہو کر مارا گیا۔ مگر مرہٹوں کو دبانا آسان کام نہ تھا۔ سمبھا جی کے بعد اُس کے بھائی راجہ رام نے لڑائی شروع کر دی اور تین سال تک شاہی فوج کا مقابلہ کیا۔ آخر بڑی مشکل سے ۱۶۹۸ء میں جنجی کا قلعہ سر ہوا مگر راجہ رام پھر ستارا کی طرف نکل گیا اور جنگ دوبارہ جاری ہو گئی۔ اور اُس کے مرنے کے بعد اس کی بیوی تارا بائی بڑی بہادری اور استقلال سے لڑتی رہی۔ مگر مرہٹوں میں اُن دنوں نااتفاقی پھیل رہی تھی۔ اس لئے ستارا بھی فتح ہو گیا +

ساہو سمبھا جی کا بیٹا ساہو اپنے باپ کے ساتھ ۱۶۹۰ء میں گرفتار ہوا تھا اور اورنگ زیب کی وفات تک دلی میں قید رہا مگر اعظم شاہ نے اُسے ۱۷۰۷ء میں رہا کر دیا اور اپنے وطن جانے کا حکم دے دیا۔ ساہو ستارا کے تخت پر بیٹھا اور

مرہٹوں کا راجہ ہوا لیکن اس میں حکومت کرنے کی قابلیت نہ تھی - مغلوں کے یہاں قید خانہ میں رہنے کی وجہ سے ڈرپوک ہو گیا تھا اور اپنا سارا وقت عیش و عشرت میں صرف کرتا تھا - سلطنت کا کام اُس نے برہمن وزیروں کو جو پیشوا کہلاتے تھے سپرد کر دیا تھا - آہستہ آہستہ پیشوا کا خطاب موروثی ہو گیا اور وہ راجہ بن گئے - سب مرہٹے راجہ پیشوا کی ماتحتی میں ہو گئے - اس کا قبضہ مرہٹوں پر پورے طور سے قائم ہو گیا اور جنگ و صلح بھی اسی کی رائے سے ہونے لگی +

بالاجی بشوناتھ

پہلا پیشوا بالا جی بشوناتھ ۱۷۱۴-۲۰ء میں ہوا اُس کے زمانہ میں سید حسین علی نے مرہٹوں کی مدد سے فرخ سیر کو تخت سے اُتار دیا اور محمد شاہ کو بادشاہ بنایا - اس کے صلہ میں بالا جی کو دکن کے صوبوں سے چوتھ لینے کا حکم ہو گیا - جس سے مرہٹوں کی طاقت اور بڑھ گئی - مرہٹوں کا سردار پیشوا تھا - چوتھ سے جو دولت ملتی تھی - اس

کا چوبیس فی صدی حصّہ راجہ کو دیا جاتا تھا اور بقیہ ۷۶ فی صدی دوسرے مرہٹے سرداروں کو دیا جاتا تھا۔

باجی راؤ دوسرا پیشوا باجی راؤ (۱۷۲۰-۴۰ء) تک ہؤا - وہ سب پیشواؤں میں قابل اور دلیر تھا - اس کے زمانہ میں مرہٹے دور دراز کے ملکوں پر دھاوا کرنے لگے - مرہٹہ سرداروں نے مالوہ اور گجرات پر حملہ کیا لیکن چوتھ حاصل نہ کر سکا - ۱۷۳۶ء میں مرہٹے دلّی تک پہنچ گئے - جب محمد شاہ نے اُن کی فوج کو آتے ہوئے دیکھا تو نظام کو اپنی مدد کے لئے بلایا - نظام اپنی فوج لے کر جنگ کرنے کے لئے آیا - مگر اُس نے خوف زدہ ہو کر صلح کر لی اور باجی راؤ کو بہت سی دولت دینے کا وعدہ کیا - اس زمانہ میں وسط ہند میں راگھو جی بھونسلا نامی مرہٹہ سردار نے اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔

باجی راؤ کے زمانہ میں مرہٹوں کی چار سلطنتیں بن گئیں اور راگھوجی بھونسلا نے وسط ہند میں اپنی حکومت قائم کی - اس نے

ناگپور کو اپنا پایۂ تخت بنایا - گجرات میں گائکوار - مالوہ اور اندور میں ہُلکر اور گوالیار میں سیندھیا حکومت کرنے لگے - یہ چاروں سردار بڑے بہادر تھے اور جنگ کے لئے ہمیشہ تیار رہتے تھے - لیکن پیشوا کو سب اپنا سردار مانتے تھے - ان میں سے ہلکر - سیندھیا اور گائکوار کے خاندان اب تک بر سر حکومت ہیں اور سرکار انگلشیہ کی مدد سے بے خوف حکومت کرتے ہیں +

بالاجی باجی راؤ

باجی راؤ کی وفات کے بعد بالاجی باجی راؤ (۱۷۴۰-۶۱ء) پیشوا ہوُا - اگرچہ وہ بڑا عیاش تھا مگر سلطنت کے انتظام کرنے کی قابلیت اس میں زیادہ تھی - ۱۷۴۹ء میں ساہو نے یہ خیال کرکے کہ میری موت کا وقت نزدیک ہے سمبھاجی ثانی کو اپنا جانشین بنانا چاہا - لیکن تارا بائی اس بات سے ناخوش ہوئی کیونکہ وہ اپنے پوتے رام کو راجہ بنانا چاہتی تھی - پیشوا نے تارا بائی کا ساتھ دیا اور جب ساہو مرا تو اُس سے کہلوا لیا کہ تم سلطنت کا انتظام کرنا اور شیوا جی کے خاندان کی

عزّت کی حفاظت کرنا - اس موقع کو غنیمت سمجھ کر پیشوا نے اپنی طاقت بہت بڑھا لی - ساہو کے جانشین کو ستارا کے قریب چھوٹی سی جاگیر دے دی گئی اور پنشن مقرر کر دی گئی - پیشوا خود بادشاہ بن گیا اور کل سلطنت کا مالک ہو گیا +

جوں جوں مرہٹوں کی طاقت بڑھتی گئی وہ چاروں طرف حملے اور لوٹ مار کرنے لگے - مرہٹوں کے گروہ گاؤں میں گھومتے تھے اور رعایا کو تکلیف دیتے تھے - راگھو جی بھونسلا نے بنگال پر کئی بار حملے کرکے بہت سا مال لوٹا - محمد شاہ نے پیشوا سے لوٹ مار بند کرنے کو کہا اور کچھ عرصہ کے لئے راگھو جی رک بھی گیا - مگر اُس نے پھر حملہ کرنا شروع کر دیا - آخر ۱۷۵۱ء میں مجبور ہو کر علی وردی خاں حاکم بنگال نے اڑیسہ راگھو جی کو دے دیا اور دس لاکھ روپیہ دے کر اپنی جان بچائی - دکن میں مرہٹوں نے نظام کو شکست دی اور اس کی سلطنت کا بہت بڑا حصّہ چھین لیا - اس کے بعد اُنہوں نے روہیلوں پر چڑھائی

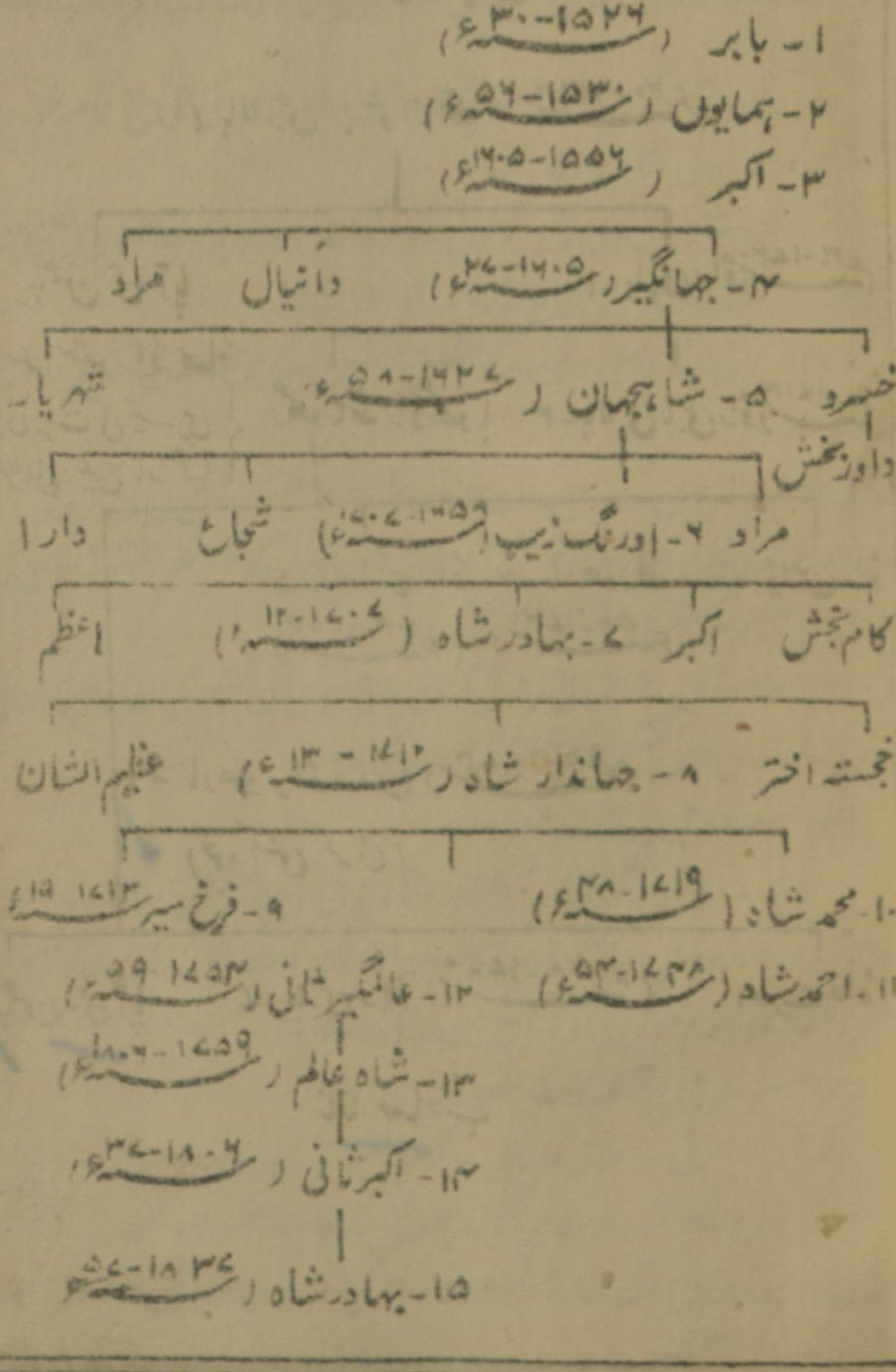
کی اور پیشوا کے بھائی رگھو ناتھ راؤ نے پنجاب پر حملہ کیا۔ اس نے احمد شاہ ابدالی کے حاکم کو نکال دیا اور وہاں اپنا صوبہ دار مقرر کر دیا +

پانی پت کی تیسری لڑائی

جب احمد شاہ نے یہ سُنا تو اُس کو بہت غصّہ آیا اور اُس نے فوراً جنگ کی تیاری کی - مرہٹوں نے ایک بہت بڑی فوج تیاری کی اور سدا شیو راؤ بھاؤ کو فوج کا سپہ سالار اعظم مقرر کر کے پانی پت کی طرف کوچ کیا - مرہٹے سردار سب جمع ہوئے اور بڑے شوق کے ساتھ احمد شاہ کا راستہ دیکھنے لگے - بھاؤ کے پاس توپ خانہ بھی تھا اور کئی مسلمان بہادر سپاہی بھی ہمراہ تھے - کچھ عرصہ کے بعد مرہٹوں کے خیموں میں رسد ختم ہو گئی اور فوج بھوک سے پریشان ہو کر تکلیف اُٹھانے لگی - آخرکار افغانوں سے پانی پت کے میدان میں ایک جنگ عظیم ہوئی جس میں مرہٹوں کو شکست ہوئی اور ان کے بہت سے سپاہی قتل ہوئے بھاؤ کا بیٹا اور کئی بھائی جنگ میں کام

آئے - سارے مہاراشٹر میں شور مچ گیا اور مصیبت زدہ پیشوا چند روز کے بعد پونا چلا گیا اور وہیں راہیِ ملکِ عدم ہُوا - یہ پانی پت کی تیسری جنگ ۱۷۶۱ء میں ہوئی اور اس کے بعد مرہٹوں کی طاقت بہت کم ہو گئی ◆

خاندان مغلیہ کا شجرہ



خاندان پیشوا

(۱) بالاجی بشوناتھ (۱۷۱۳-۲۰ء)

- ۲- باجی راؤ (۱۷۲۰-۳۰ء)
  - ۳- بالاجی باجی راؤ (۱۷۱۴-۶۱ء)
    - ۵- نارائن راؤ (۱۷۷۲-۷۳ء)
      - ۶- مادھو راؤ نرائن (۱۷۷۴-۹۵ء) (خودکشی کرلی)
    - ۴- مادھو راؤ (۱۷۶۱-۷۲ء)
    - بسواس راؤ
  - رگھوناتھ راؤ گھوبا
    - چمن جی آپا
    - ۷- باجی راؤ (۱۷۹۶-۱۸۱۸ء)
      - نانا صاحب
    - امرت راؤ
- چمن جی آپا
  - سداشیو راؤ بھاؤ (پانی پت کی تیسری لڑائی میں مارا گیا)

سوالات

باب ۱۔ (۱) ہندوستان کی تاریخ پر وہاں کے جغرافیائی حالات کا کیا اثر پڑتا ہے۔ مثالوں سے واضح کرو۔

(۲) دکن کے لوگوں کا طرز معاشرت و تمدن اور اس کی تاریخ عام طور پر شمالی ہندوستان سے کیوں مختلف رہی ہے؟

(۳) ہندوستان میں کون کونسی قوموں کے لوگ آباد ہیں اور کون کونسے حصوں میں وہ پائے جاتے ہیں؟

باب ۲۔ (۱) ہندوستان کی قدیم تاریخ کے ماخذ بتاؤ۔

(۲) آریوں کے اصلی وطن کے متعلق محققین کے جو مختلف قیاسات ہیں۔ اُن کا مختصر ذکر کرو۔

باب ۳۔ (۱) قدیم آریوں کے مذہب اور طرز معاشرت کا مفصل حال بیان کرو۔

(۲) ہندوؤں کی چار ذاتیں کونسی ہیں۔ ہر ایک کے فرائض مختصراً بیان کرو۔ نیز ذاتوں کی تقسیم کے مفید و مضر نتائج کا ذکر کرو۔

(۳) ہندوؤں نے انسانی زندگی کو جن چار حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ ان کا حال بیان کرو۔ تمہاری اس تقسیم کے متعلق کیا رائے ہے۔

(۴) حسب ذیل پر نوٹ لکھو:۔

وید ۔ برہمن گرنتھ ۔ اُپنشد ۔ آریوں کی پولیٹیکل حالت ۔

باب ۴۔ (۱) ہندوؤں کے فلسفہ کے مشہور درشن کونسے ہیں۔ اُن کے نام معہ مصنفین لکھو۔ اور عام طور پر بتاؤ کہ ان میں کیا لکھا ہے۔

(۲) حسب ذیل پر مختصر نوٹ لکھو:۔

شرتی ۔ سمرتی ۔ سوتر لٹریچر ۔ گرہیہ سوتر اور دھرم سوتر۔

(۳) آریوں کے علم و ادب پر ایک چھوٹا سا جواب مضمون لکھو۔

باب ۵۔ (۱) ہندوؤں کے زمانۂ شجاعت سے کیا مراد ہے۔ اس زمانہ کی مشہور سلطنتوں کے نام بتاؤ۔

(۲) رامائن کی کتھا بیان کرو۔
(۳) رامائن کے مطالعہ سے آریوں کے دھرم اور اخلاق کے متعلق تم کیا اندازہ لگاتے ہو
باب ۶ ۱۔ مہابھارت کے مصنف کا نام بتاؤ۔ اور لڑائی کا مختصر حال بیان کرو۔
۲۔ بھگوت گیتا کی وجہ تصنیف کیا تھی۔ اور اس میں کیا لکھا ہے؟
باب ۷ ۱۔ مہاتما بدھ کون تھے۔ ان کی زندگی کا مختصر حال بیان کرو۔
۲۔ بدھ مذہب کی تعلیم کے بنیادی اصول کون سے تھے۔ یہ مذہب ہندوستان میں کیوں اتنی جلدی پھیل گیا۔
۳۔ بدھ مذہب کی مشہور مجلسوں کے متعلق تم کیا جانتے ہو؟
۴۔ بدھ مذہب کا زوال کب شروع ہوا۔ اور کیوں؟
باب ۸ ۱۔ جین مت کا بانی کون تھا۔ اُن کی زندگی کا مختصر حال بیان کرو۔
۲۔ جین مت کے ضروری اصول کون سے ہیں۔ نیز اس مذہب کا بدھ مذہب سے مقابلہ کرو۔
باب ۹ ۱۔ ہندوستان پر سکندر اعظم کے حملہ کا مختصر حال بیان کرو۔
۲۔ سکندر اعظم کے حملہ کا ہندوستان پر کیا اثر پڑا؟
باب ۱۰ ۱۔ خاندان موریا کا بانی کون تھا۔ اس کی زندگی کا حال بیان کرو۔
۲۔ چندر گپت کے زمانہ میں ہندوستان کے نظام سلطنت اور ہندوؤں کے خصائل کے متعلق میگاستھنیز نے جو حالات لکھے ہیں۔ ان کا مختصر ذکر کرو۔ نیز ان حالات سے تم ہندوؤں کی تہذیب کا کیا اندازہ لگاتے ہو۔
۳۔ مہاراجہ اشوک کے عقیدہ کے مطابق بدھ مذہب کے امتیازی اصول کون سے تھے، اور اشوک نے ان پر کہاں تک خود عمل کیا۔ اور کس حد تک ان کی اشاعت کی؟
۴۔ ہندوستان کے خاکہ میں مہاراجہ اشوک کی سلطنت کی حدود دکھاؤ۔
باب ۱۱ ۱۔ خاندان موریا کے زوال کے بعد سن عیسوی کے آغاز تک سلطنت مگدھ میں جو جو خاندان حکمران ہوئے ان کا مختصر ذکر کرو۔

باب ۱۲-۱- باختریہ اور پارتھیا قوموں کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔ اور ان کی حکومت کا خاتمہ کیونکر ہوا؟

۲- خاندان کشان کے سب سے مشہور بادشاہ کے عہد کا مختصر حال لکھو۔ اور اس کی فتوحات کے علاوہ جو تبدیلیاں بدھ مذہب میں اس کے وقت میں ہوئیں ان کا بھی ذکر کرو۔

۳- بدھ مذہب کی مہایانہ مت کی نسبت تم کیا جانتے ہو۔ یہ مت قدیم بدھ مذہب سے کن باتوں میں مختلف ہے۔

باب ۱۳-۱- خاندان گپت ہندوستان میں کب سے کب تک حکمران رہا۔ اس خاندان کے مشہور بادشاہوں کے نام بتاؤ۔

۲- سمدر گپت کی فتوحات اور ذاتی خصائل کا ذکر کرو۔

۳- چندر گپت بکرماجیت کی فتوحات کا حال بیان کرو۔ اُس کے عہد میں نظام سلطنت کی بابت تم کیا جانتے ہو۔ نیز بتاؤ کہ اُس زمانے میں علم و ادب کی کیا حالت تھی۔

۴- فاہین کون تھا۔ اُس نے ہندوستان کے متعلق کیا حالات لکھے ہیں۔

۵- گپت خاندان کا عہدِ حکومت ہندو تاریخ میں "سنہری زمانہ" کے نام سے نامزد کیا جاتا ہے۔ اس کی تشریح کرو۔

باب ۱۴-۱- ہندوستان پر ہون قوم کے حملوں کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔ نیز مہر گل ہون کا مختصر حال بتاؤ۔

۲- مہاراجہ ہرش وردھن کی فتوحات اور ذاتی خصائل کا بیان کرو۔

۳- ہوان سانگ کون تھا۔ وہ کب ہندوستان میں آیا۔ اُس وقت ہندوستان میں بدھ مذہب کی کیا حالت تھی۔ اور اُس نے سلطنت قنوج کے انتظام کے بارے میں کیا حالات لکھے ہیں؟

باب ۱۵-۱- راجپوتوں کے زمانہ سے تمہاری کیا مراد ہے۔ شمالی ہند میں راجپوتوں کی مشہور ریاستوں کے نام بتاؤ۔ اور ان کا مختصر حال درج کرو۔

۲- راجپوتوں کی اصلیت کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔

۳- حسب ذیل پر مختصر نوٹ لکھو:-

راجہ بھوج - پرتھی راج چوہان - پال خاندان۔

باب ۱۶ - ۱- راجپوتوں کے زمانہ میں دکن میں جو جو خاندان حکمران تھے ان کے نام بتاؤ- اور دارالخلافہ درج کرو۔

۲- حسب ذیل پر نوٹ لکھو:-

پلکیشن ثانی - اموگھ ورش - وشنو وردھن - کلیانی کے چالوکیہ خاندان

۳- ہندوستان کے انتہائی جنوب کی ریاستوں اور مغرب کے مابین تجارت پر ایک چھوٹا سا جواب مضمون لکھو۔

باب ۱۷ - ۱- آٹھویں سے دسویں صدی تک ہندوستان کی مذہبی دنیا میں جو تبدیلیاں وقوع میں آئیں - اُن کا ذکر مختصر طور پر کرو۔

۲- پوران کسے کہتے ہیں - وہ کب اور کیوں تصنیف کئے گئے - اور اُن سے ہمیں کیا تاریخی واقفیت حاصل ہوتی ہے۔

۳- ہندوستان میں بھگتی کی نئی لہر سے تم کیا سمجھتے ہو - یہ تحریک کب تک جاری رہی اور مذہبی دنیا پر اس کا کیا اثر پڑا۔

۴- حسب ذیل پر نوٹ لکھو:-

سوامی شنکر آچاریہ - رامانج سوامی - سوامی رامانند - کبیر داس - مہاپربھو - اور تلسی داس

۵- راجپوتوں کے زمانہ میں مختلف علوم اور صنعت و حرفت کی کیا حالت تھی۔

باب ۱۸ - حضرت محمدؐ کی سوانح عمری کا مختصر حال بیان کرو - انھوں نے لوگوں کو کیا تعلیم دی۔

باب ۱۹ - ۱- محمد بن قاسم کون تھا اسکی فتح سندھ کا حال بیان کرو۔

۲- سبکتگین اور راجہ جیپال کے درمیان لڑائی کا حال لکھو۔

۳- محمود غزنوی نے ہندوستان پر بار بار کیوں یورش کی - اس کے مشہور حملوں کا ذکر کرو۔

۴- محمود غزنوی کی خصائل کی بابت تم کیا جانتے ہو۔
۵- شمالی ہندوستان کیونکر مسلمانوں کے قبضہ میں آیا۔ مفصل بیان کرو۔
۶- مسلمانوں کی فتوحات کے وجوہات مختصر بیان کرو۔

باب ۲۰- ۱- خاندان غلامان کا بانی کون تھا۔ اس کی فتوحات کا مختصر حال بیان کرو۔
۲- التمش نے اپنی سلطنت کو کیونکر مستحکم کیا۔ اسے خاندان غلامان کا بہترین بادشاہ کیوں شمار کیا جاتا ہے۔
۳- رضیہ بیگم کے عہد حکومت کا مختصر حال بتاؤ۔
۴- بلبن کے انتظام سلطنت اور اس کے خصائل کا مفصل حال بیان کرو۔

باب ۲۱- ۱- علاؤالدین خلجی نے کس طرح تخت حاصل کیا۔ اور کیونکر اپنی سلطنت کو مستحکم کیا۔
۲- علاؤالدین کی فتح جنوبی ہند کا مفصل حال لکھو۔
۳- ملک کافور کون تھا۔ اس نے علاؤالدین کی سلطنت کو وسعت دینے میں کیا حصہ لیا۔
۴- علاؤالدین کے انتظام سلطنت کا حال بیان کرو۔
۵- خاندان غلامان اور خاندان خلجی کے جو بادشاہ ہوئے۔ اُن کے عہد حکومت اور ذاتی قابلیت کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔
۶- حسب ذیل پر نوٹ لکھو:-
پدمنی۔ دیول دیوی۔ ہندوستان پر مغلوں کے حملے۔ ناصرالدین خسرو۔

باب ۲۲- ۱- محمد تغلق کی تخت نشینی کا حال بیان کرو۔ نیز اس کے خصائل اور فتوحات مفصل ذکر کرو۔
۲- محمد تغلق کے انتظام سلطنت کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔ اُسے اس قدر تکلیف کا کیوں سامنا کرنا پڑا۔
۳- فیروز تغلق کے نظام سلطنت کا حال لکھو۔ نیز بتاؤ کہ سلطنت دلی کو کیوں زوال آیا۔
۴- فیروز تغلق کے رفاہ عامہ کے کاموں کی نسبت تم کیا جانتے ہو۔
۵- تیمور کے حملہ ہندوستان کا حال بتاؤ۔

۴۔ حسب ذیل پر نوٹ لکھو:-

حسن گنگو - ابن بطوطہ - بیجے نگر - حاجی الیاس۔

باب ۲۳ - ۱- خاندان سادات کے وقت میں سلطنت دہلی کی کیا حالت تھی۔

۲- سکندر لودھی کے عہد حکومت کا حال لکھو۔

۳- بابر نے ہندوستان پر کیوں حملہ کیا۔ اور اس کا کیا نتیجہ ہوا۔

باب ۲۴ - ۱- سلطنت دہلی کے زوال کے بعد شمالی ہندوستان میں جو نئی ریاستیں قائم ہوگئیں ان کے نام بتاؤ۔ اور کوئی سی تین کا مختصر حال لکھو۔

۲- ریاست بہمنی کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔ پندرھویں صدی کے آخر میں یہ کونسے حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ ان نئی ریاستوں کے بانیوں کے نام بتاؤ۔

۳- ریاست وجیانگر کا حال لکھو۔ اس سلطنت میں تعلیم اور صنعت وحرفت کی کیا حالت تھی۔ اس کا کیونکر خاتمہ ہوا۔

باب ۲۵ - ۱- پانی پت کی پہلی لڑائی کا مفصل حال بیان کرو۔ اس لڑائی کا کیا نتیجہ ہوا۔

۲- بابر کی رانا سانگا سے کیوں لڑائی ہوئی۔ اور اس کا کیا نتیجہ ہوا۔

۳- بابر کے چال چلن کی بابت تم کیا جانتے ہو۔ نیز تزک بابری پر نوٹ لکھو۔

باب ۲۶ - ۱- ہمایوں نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اور اس کا کیا نتیجہ ہوا۔

۲- ہمایوں نے گجرات وچمپانیر کیونکر فتح کیا۔

۳- شیر خاں کون تھا اس کے اور ہمایوں کے درمیان جو لڑائیاں ہوئیں اُن کا مفصل حال معہ نتائج بیان کرو۔

۴- ہمایوں نے دوبارہ تخت کیونکر حاصل کیا۔ نیز اُس کے چال چلن پر مختصر نوٹ لکھو۔

باب ۲۷ - ۱- شیر شاہ سوری کی اوائل زندگی کا حال بیان کرو۔ وہ کیونکر ہندوستان کا بادشاہ بن گیا۔

۲- شیر شاہ کی فتوحات کا حال بیان کرو۔

۳- شیر شاہ کی مالی، فوجی اور ملکی اصلاحات اور دیگر رفاہ عام کے کاموں کا ذکر کرو۔ ان سے تم شیر شاہ کے چال چلن کا کیا اندازہ لگاتے ہو۔

باب ۲۸ - ۱- اکبر کی تخت نشینی کے وقت ہندوستان کی کیا حالت تھی۔

۲- پانی پت کی دوسری لڑائی کا حال بیان کرو اور اس لڑائی کا کیا نتیجہ ہوا۔

۳- بیرم خاں کون تھا۔ اُس نے سلطنت مغلیہ کے استحکام کے لئے کیا کیا خدمات کیں۔

۴۔ اکبر کے اوائل عہد میں کونسے اُمرا اور سرداروں نے اس کے خلاف بغاوت کی۔ اور اُن پر اکبر نے کیونکر اپنا اثر قائم کیا۔

۵۔ اکبر کا راجپوتوں سے سلوک کی وجہ اور حال بیان کرو نیز اکبر اور رانا پرتاپ کی باہمی لڑائیوں کا ذکر کرو۔

۶۔ حسب ذیل پر مختصر نوٹ لکھو:۔
رانا پرتاپ ۔ فتح بنگالہ ۔ چاند بی بی اور فتح گجرات۔

۷۔ شاہزادہ سلیم کی اکبر کے خلاف بغاوت کے متعلق تم کیا جانتے ہو نیز ابوالفضل کی وفات کا حال لکھو۔

باب ۲۹۔ ۱۔ اکبر کے چال چلن کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔

۲۔ اکبر کے مذہبی عقاید میں جو تبدیلیاں ہوئیں۔ انکا مختصر ذکر کرو۔ نیز دین الٰہی کا کچھ حال بیان کرو۔

۳۔ اکبر کے عہد میں فوجی انتظام اور عدالتوں کا حال بتاؤ۔ نیز بیان کرو کہ اکبر کا ہندوؤں سے سلوک کیسا تھا۔

۴۔ اکبر نے مالگذاری زمین کے متعلق جو اصلاحات کیں۔ ان کا مفصل حال بیان کرو۔

۵۔ اکبر کے نورتن کون کون سے تھے۔ نیز فیضی اور ابوالفضل کی صحبت کا بادشاہ پر کون خاص اثر ہوا۔

باب ۳۰۔ ۱۔ نورجہاں کون تھی۔ اسکی زندگی کا مختصر حال بتاؤ۔ نیز کاروبار سلطنت پر اسکے دخل کا کیا اثر ہوا۔

۲۔ شہزادہ خرم نے جہانگیر کے خلاف کیوں بغاوت اختیار کی۔ اور اس کا کیا نتیجہ ہوا۔

۳۔ جہانگیر کے عہد سلطنت میں لوگوں کی حالت کیسی تھی۔ نیز جہانگیر کے چال چلن کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔

۴۔ حسب ذیل پر مختصر نوٹ لکھو۔
شہزادہ خسرو ۔ مہابت خاں ۔ سر طامس رو۔

باب ۳۱۔ ۱۔ شاہجہاں کی مشہور عمارات لطیفہ کا ذکر کرو۔ اور روضہ تاج محل کا حال بتاؤ۔

۲۔ شاہجہاں کے تخت کے لئے اس کے بیٹوں کے مابین جو جھگڑا ہوا۔ اس کی مفصل کیفیت قلمبند کرو۔

۳۔ حسب ذیل پر نوٹ لکھو:۔
فتح احمدنگر۔ مہمات قندھار ۔ شاہجہاں کے یوروپین اقوام سے تعلقات۔

باب ۳۲۔ ۱۔ اورنگ زیب کے ذاتی خصائل کا مفصل حال بیان کرو۔

۲۔ چند مثالوں سے واضح کرو کہ اورنگ زیب کی طبیعت میں بدگمانی کا مادہ بہت زیادہ تھا۔ اس بدگمانی کا انتظام سلطنت پر کیا اثر پڑا۔

۳۔ اورنگ زیب کی مذہبی پالیسی کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔ اور اس پالیسی کا سلطنت مغلیہ پر کیا اثر ہوا۔

۴۔ اورنگ زیب کی مہمات دکن کا حال لکھو۔ ان مہمات کا اس کی سلطنت کے حق میں کیا نتیجہ ہوا۔

۵۔ سلطنت مغلیہ کے زوال کے مشہور اسباب بیان کرو۔ اس زوال کی ذمہ داری کس حد تک اورنگ زیب کے مزاج اور پالیسی پر نافذ کی جا سکتی ہے۔

۶۔ سکھوں کی ابتدائی تاریخ کا مختصر حال بیان کرو۔ اور بتاؤ۔ یہ لوگ با امن مذہبی فرقہ سے کیونکر ایک جنگی فرقہ میں تبدیل ہو گئے۔

باب ۴۴۔ ۱۔ شیواجی کون تھا۔ وہ کیونکر مہاراشٹر کا سب سے مشہور سردار بن گیا۔

۲۔ شیواجی اور افضل خاں کے مابین کشمکش کا حال بیان کرو۔

۳۔ شیواجی اور اورنگ زیب کے درمیان جو لڑائیاں ہوئیں۔ ان کا حال بیان کرو۔

۴۔ شیواجی کے طرز حکومت کا حال لکھو۔ اس کے چال چلن کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔

۵۔ شیواجی کی سوانح عمری پر ایک جواب مضمون لکھو۔

باب ۴۵۔ ۱۔ سلطنت مغلیہ کے زوال پر مفصل اور مدلل بحث کرو۔

۲۔ نادر شاہ کے حملہ کے وقت ہندوستان کی کیا حالت تھی۔ نیز اس حملے کا حال اور نتائج بیان کرو۔

۳۔ حسب ذیل پر نوٹ لکھو:

حسین علی اور عبداللہ۔ معرکہ کرنال۔ احمد شاہ ابدالی۔

باب ۴۶۔ ۱۔ مرہٹوں کی سلطنت میں پیشوا کی ترقی کے اسباب کیا تھے۔ نیز بالاجی وشوناتھ اور باجی راؤ کے انتظام حکومت کا حال بیان کرو۔ اُنکے عہد سے مرہٹوں کی طاقت کو کیا فائدہ پہنچا۔

۲۔ پانی پت کی تیسری لڑائی کے اسباب۔ واقعات اور نتائج مفصل بیان کرو۔

۳۔ حسب ذیل پر نوٹ لکھو:

سمبھاجی۔ ساہو۔ سیندھیا اور گائکواڑ۔